ابنِ صفی
د نمبر
42
جاسوسی دنیا
ابن صفی کی آخری تخلیق
جاسوسی دنیا
نمبر 125
صحرائی دیوانہ

پیشرس

لیجئے کرنل فریدی، کیپٹن حمید اور قاسم سے ملئے۔ خاصے عرصے کے بعد آپ کی یہ خواہش پوری کر رہا ہوں، وہ لوگ جو خالص جاسوسی کہانیاں پڑھنا پسند کرتے ہیں ان کے لئے یہ ایک تحفہ ہے۔ سسپنس اور سراغ رسانی کے داؤ پیچ سے بھرپور کہانی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو بے حد پسند آئے گی جو غیر ضروری مار دھاڑ سے کتراتے ہیں اور صرف کہانی کی دلچسپی سے لطف اندوز ہونے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ جنہیں مار دھاڑ سے دلچسپی ہے وہ یہی محسوس کریں گے جیسے خاصی مار دھاڑ ہو رہی ہے۔ فریدی اور مجرم کے مابین کچھ ایسی ہی ذہنی جھڑپیں ہوتی ہیں، جو آپ کو میدان کارزار کا مزہ دیں گی۔

ایک صاحب نے لکھا ہے آپ نے "لرزتی لکیریں" کے پیشرس میں لکھا تھا کہ اس کہانی میں مزید آگے بڑھنے کی گنجائش ہے۔ جی ہاں ہے اور ضرور ہے، لیکن خدارا فی الحال اسے وہیں رہنے دیجئے جہاں اس کا اختتام ہوا تھا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عمران کا وہ سلسلہ غیر دلچسپ تھا لیکن ڈر ہے کہ کہیں مزید طوالت ہمیں بوریت میں مبتلا نہ کر دے، اس لئے گذارش ہے کہ عمران کو واپس وطن لایئے اور یہیں کی فضا میں کوئی کہانی ترتیب دیجئے ورنہ ہم سب سلیمان اور گلرخ کی نوک جھونک کو ترس جائیں گے۔ دو چار ماہ بعد پھر پکڑ لیجئے گا تھریسیا کو، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

اچھا بھائی جیسی آپ کی مرضی۔ ویسے اکثریت کی یہی خواہش ہے کہ اب عمران کی کوئی نئی کہانی لائی جائے۔ ایک صاحب نے تو لکھا ہے کہ "میں نے اپنے طور پر وہ کہانی مکمل کر لی ہے، اب آپ تکلیف نہ کریں۔ سنگ ہی کو عمران وہیں دریا میں غرق کر دیتا ہے اور تھریسیا کو مڈل ایسٹ میں لا کر ایک شیخ صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ الا الاخیر سلا۔"

ہت اچھا فنشنگ ٹچ دیا ہے آپ نے۔ بیچارے مصنف کی روزی کے پیچھے کیوں

پڑے ہیں بھائی۔ویسے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُسی پوائنٹ سے ایک ایسی کہانی شروع ہوگی جس کا اختتام آپ کو بھی گراں گزرے گا، انشاء اللہ بشرطِ حیات۔

ایک اور صاحب نے کراچی سے مجھے للکارا ہے کہ میں خوابِ غفلت میں کیوں پڑا ہوا ہوں۔قوم کو سدھارنے کی بھی کوشش کروں۔آپ کا فرمانا بجا کہ میرے ہاتھ میں قلم ہے لیکن قوم اس قلم سے صرف کہانیوں کا نزول چاہتی ہے۔اگر کبھی ایک آدھ جملہ کسی مثال کے طور پر بھی قلم سے رپٹ گیا تو قوم جھپٹ پڑتی ہے ”آخر آپ کو سیاست میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔“ اور میں ہکا بکا رہ جاتا ہوں کہ قوم کو کیا جواب دوں کیونکہ جواب دینے کے سلسلے میں ایک ضخیم کتاب لکھنی پڑ جائے گی۔ پہلے تو قوم کو یہ بتانا پڑے گا کہ سیاست ہے کیا چیز، پھر عرض کرنا پڑے گا کہ میرے اس حقیر جملے کو اس کسوٹی پر پرکھئے اگر اس میں ذرہ برابر بھی سیاست پائی جاتی ہو تو جو لیڈر کی سزا وہ میری سزا.....اور پھر بھائی اگر ملک میں سیاست دانوں کی کمی ہو تو تھوڑا بہت کشٹ بھی اٹھا لیا جائے۔ مجھے تو بس کہانیاں لکھنے دیجئے۔میری لیڈری آپ بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر خواہ مخواہ قوم کا وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔قوم کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا کہ دعا کروں۔”اے اللہ اس قوم کو ایک آزاد اور منفرد قوم کی حیثیت سے ہمیشہ قائم رکھیو۔“ آخر میں ان صاحب نے پوچھا ہے کہ لیڈر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ بڑا بے ڈھب سوال کیا ہے آپ نے۔میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ البتہ اکبرالہ آبادی نے اپنے زمانے کے لیڈر کی تعریف یوں کی ہے۔

یوسف کو نہ دیکھا کہ حسین بھی ہیں جواں بھی
شاید نرے لیڈر تھے زلیخا کے میاں بھی

ویسے اگر آپ لیڈر کی صحیح تعریف مجھ سے سننے پر مصر ہیں تو اس وقت کا انتظار کیجئے جب کاغذ کی قیمت ۱۹۷۰ء کی قیمت کی سطح پر آجائے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

ابن صفی

۱۹۷۹/۷/۱۷

آگ

بریف کیس کا ڈھکنا کھلتے ہی کسٹمز انٹیلی جنس کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پر موت کا حملہ ہوا تھا۔ موت ایک بے حد زہریلے سانپ کی شکل میں پہلے ہی سے بریف کیس کے اندر موجود تھی۔ کسٹمز انٹیلی جنس کے آفیسر کو یہ سوچنے تک کی مہلت نہیں مل سکی تھی کہ اپنا بچاؤ کس طرح کیا جائے۔بس ڈھکنا تھوڑا ہی سا کھلا تھا کہ وہی ہاتھ ڈس لیا گیا جس سے ڈھکنا اٹھایا جا رہا تھا۔ سانپ کتنا زہریلا تھا اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ آفیسر مذکور کی زبان فوراً ہی بند ہوگئی تھی اور طبی امداد ملنے سے پہلے ہی وہ ہمیشہ کی نیند سو گیا تھا۔

بات بڑھ گئی اور کیوں نہ بڑھتی۔ وہ ایک سرکاری ادارے کا کارکن تھا اور اس کو یہ حادثہ اپنی میز پر پیش نہیں آیا تھا کہ محکمے ہی کے کسی فرد پر شبہ کیا جاسکتا۔ اس کے ماتحتوں نے محکمے کے ڈپٹی ڈائریکٹر کو اس حادثے کی اطلاع دی تھی کیونکہ دوسرے درمیانی آفیسر اس وقت اپنی جگہوں پر موجود نہیں تھے۔ لیکن مرنے والے کے ماتحتوں میں ایک ایسا بھی تھا جس نے محکمہ سراغ رسانی کے کرنل فریدی سے رابطہ قائم کرلیا۔

"لیکن ہم اس سلسلے میں کیا کرسکیں گے انسپکٹر.....!" فریدی نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

"جب تک آپ کا محکمہ باضابطہ طور پر ہم سے رجوع نہ کرلے ہم کچھ نہیں کرسکتے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب.....لیکن یہ مرنے والے کی خواہش تھی۔"

"کیا مطلب.....؟"

"مرحوم نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر ایسی مہمات کے دوران میں انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو میں آپ سے رابطہ قائم کروں۔"

"میرا خیال ہے کہ مرحوم افضل خان سے میری ملاقات کبھی نہیں ہوئی۔"

"دراصل یہ ایک خاصا الجھا ہوا معاملہ ہے جناب۔ پچھلے چھ ماہ سے وہ منشیات کے کسی نامعلوم اسمگلر کی تلاش میں تھے۔ انفارمر انہیں سرحد پار سے چرس اسمگل ہونے کی اطلاع دیتا تھا اور وہ گھات لگاتے تھے۔ تین بار ایسا ہوا کہ چرس گاڑی سمیت ہمارے ہاتھ آگئی۔ لیکن اسمگلر نکل گئے۔ ان میں سے کوئی بھی نہ پکڑا جاسکا۔ چوتھی بار یہ حادثہ پیش آیا۔ ہم گاڑی میں ان کی گاڑی کا تعاقب کررہے تھے۔ دونوں اطراف سے فائرنگ ہورہی تھی اور پھر وہ ایک جگہ گاڑی چھوڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اس بار چرس کے ساتھ ہی وہ بریف کیس بھی ہاتھ آیا۔ خان صاحب نے اسے کھولا ہی تھا کہ سانپ نے ڈس لیا۔ ہمارا خیال تھا کہ بریف کیس سے شاید ایسے کاغذات ہاتھ لگ سکیں جن سے اسمگلر روشنی میں آجائیں۔ لیکن یقین فرمایئے کہ اس بریف کیس میں سانپ کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔"

"کیا انہیں کسی خاص پارٹی پر شبہ تھا۔" فریدی نے کسٹمز انٹیلی جنس کے انسپکٹر کے خاموش ہوتے ہی سوال کیا۔

"ان کے انداز سے یہی معلوم ہوتا تھا جناب۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "ایک بار تو انہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ انہیں یقین ہے لیکن کسی واضح ثبوت کے بغیر وہ اس فرد کا نام زبان پر نہیں لاسکتے۔"

"اوہ.....!" فریدی سگار سلگاتے سلگاتے رک گیا اس کی نظر انسپکٹر کے چہرے پر جمی

ہوئی تھی۔

"لیکن انہوں نے اس کی بھی وضاحت نہیں کی تھی۔" انسپکٹر طویل سانس لے کر بولا۔

"غالباً یونہی بے خیالی میں یہ جملہ ان کی زبان سے نکل گیا تھا۔"

فریدی نے سگار جلائے بغیر ایش ٹرے پر رکھ دیا اور اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ چند لمحے باہر دیکھتا رہا پھر مڑ کر پوچھا۔ "تو یہ چاروں مہمات آپ کی دانست میں ایک ہی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔"

"جی ہاں.....خود خاں صاحب کا بھی خیال تھا اور آخر کار چوتھی مہم ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔"

"آپ کا محکمہ اس سلسلے میں کیا کررہا ہے۔"

"اب دیکھئے کیا کرتا ہے آج کی تو بات ہے۔"

"کس پولیس اسٹیشن پر اس حادثے کی رپورٹ درج کرائی گئی ہے۔"

"مجھے اس کا علم نہیں۔ اس حادثے کے بعد میں نے صرف آپ تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔"

"مرحوم افضل خان آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی ہم دونوں کا گذارہ محض تنخواہوں پر تھا۔ انہوں نے مجھے اس حد تک متاثر کیا تھا کہ میں ان کے نقش قدم پر چلنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا تھا۔"

"اوہ.....اچھا اچھا.....!"

"بہر حال انہوں نے جو ذمہ داری مجھ پر ڈالی تھی آپ تک پہنچ کر اس سے عہدہ برآ ہوگیا۔"

"ایک بات.....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "انہوں نے یہ ذمہ داری آپ پر کب ڈالی تھی۔"

"غالباً دوسری مہم کے بعد۔"

"گویا انہیں یقین تھا کہ اس سلسلے میں کوئی حادثہ ضرور پیش آئے گا۔"

"اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے جناب۔"

''ان کے متعلقین کہاں ہیں۔''

''صرف ایک بوڑھی ماں ہے۔ موڈل ٹاؤن میں رہتے تھے۔''

''بنگلے کا نمبر معلوم ہے آپ کو۔''

''جی ہاں..... ای دو سو اکیاسی۔''

''اچھی بات ہے انسپکٹر..... میں دیکھوں گا۔ اوہ..... ہاں اس سانپ کا کیا ہوا۔''

''مجھے ہوش نہیں جناب کہ وہ مارا گیا تھا یا نکل گیا تھا۔''

''اس مہم پر کتنے افراد آپ کے ساتھ تھے۔''

''میرے علاوہ تین سپاہی بھی تھے۔''

''ان تینوں کے نام اور پتے بھی درکار ہوں گی۔''

''فراہم کر دیئے جائیں گے جناب۔''

''اور وہ انفارمر۔''

''اس کے بارے میں انہوں نے کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔''

''اس کا علم کتنے افراد کو ہے کہ آپ میرے پاس آئے ہیں۔''

''کسی کو نہیں جناب۔ میں نے مرحوم کی اس خواہش کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا۔''

''لیکن خود افضل خان نے تو کسی اور سے بھی.....!'' فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''کیا آپ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ انفارمر کوئی مقامی آدمی تھا یا اس کا تعلق بھی سرحد پار سے ہے۔''

''میں انفارمر کے بارے میں قطعی لاعلم ہوں۔''

''خیر مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکا ضرور کروں گا۔''

انسپکٹر کے رخصت ہو جانے کے بعد اس نے انٹرکوم کا بٹن دبا کر کسی سے پوچھا۔ ''کیا حمید اپنے روم میں موجود ہے۔''

''دیکھ کر بتاتا ہوں جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''موجود ہو تو میرے پاس بھیج دو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

اس نے ایش ٹرے پر رکھا ہوا سگار اٹھا کر سلگایا اور میز کے گوشے پر ٹک کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ آنکھیں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہوا۔

''بیٹھو.....!'' فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود میز کے گوشے سے اٹھ کر اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔

''کوئی خاص بات؟'' حمید نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میرا خیال ہے کہ تمہاری ہی زبانی کسٹمز انٹیلی جنس کے ایک آفیسر افضل خان کا ذکر سنا تھا۔

''ضرور سنا ہوگا۔ کیونکہ ہماری ہی طرح اسے بھی شادی سے بیر ہے۔''

''کیسا آدمی تھا.....؟''

''تھا.....؟'' حمید چونک کر بولا۔ ''کیا مطلب.....؟''

''انتقال کر گیا.....؟''

''کب..... کیسے؟'' حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''کیا قریبی تعلقات تھے۔''

''قریبی تعلقات نہ ہونے کے باوجود بھی وہ آدمی مجھے پسند تھا۔''

''میں نے پوچھا تھا کیسا آدمی تھا۔''

''اگر آپ کے بارے میں کوئی مجھ سے یہی سوال کرے تو میرا کیا جواب ہوگا۔''

''میں کیا جانوں؟''

''میں یہ کہوں گا کہ آپ نیک نفس اور دیانتدار آدمی ہیں۔ لیکن وہ مرا کیسے؟''

''سانپ نے ڈس لیا۔''

''خداوندا..... بیچاری بوڑھی ماں..... بالکل تنہا رہ گئی۔''

''تو وہ ایک با اصول آدمی تھا۔''

"آپ اُس کا آئیڈیل تھے۔ آپ کی ایک بہت بڑی تصویر اس کے ڈرائنگ روم میں آویزاں ہے۔ بات بات پر آپ کے حوالے دیا کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ اگر نطشے کرنل فریدی کو دیکھ لیتا تو اسے اپنے سپرمین کی خصوصیات میں مزید اضافے کرنے پڑتے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کیپٹن آپ کچھ زیادہ خوش قسمت ثابت نہیں ہوئے۔ کرنل صاحب سے اس قدر قریب ہونے کے باوجود بھی آپ فیضیاب نہ ہو سکے اور کرنل صاحب.....!"

"میں تم سے اپنے بارے میں کچھ نہیں پوچھ رہا۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"میں اس سے زیادہ اور کیا کہوں کہ حلال کی کمائی پر اس کا گذارہ تھا۔ اس لئے اپنے محکمے میں اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔"

"شاید اسی لئے مارا بھی گیا؟"

"آپ تو کہہ رہے تھے کہ سانپ نے ڈس لیا۔"

فریدی نے اسے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح افضل خاں کی موت واقع ہوئی تھی اور خود اس تک اس خبر کے پہنچنے کا ذریعہ کیا تھا۔

حمید خاموشی سے سنتا رہا اور بات کے اختتام پر بھی خاموش ہی رہا۔

"تم کیا سوچنے لگے۔" فریدی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اس کی بوڑھی ماں پر کیا گزری ہوگی۔"

"ماں کے علاوہ اور کوئی عزیز قریب۔"

"کوئی بھی نہیں ہے۔ بیچاری ماں زندہ رہی تو اس کا کیا ہوگا۔"

"بہرحال مجھے اس حادثے کے ذمہ داروں سے نپٹنا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی ذی عزت لٹیرے کے تعاقب میں تھا۔ اسی لئے واضح ثبوت فراہم کئے بغیر اس کا نام لینے سے احتراز کرتا رہا تھا۔"

"معلوم کرو کس پولیس اسٹیشن پر اس حادثے کی رپورٹ کرائی گئی ہے۔"

"یہ واقعہ ہوا کہاں تھا!" حمید نے پوچھا۔

"ڈب کے علاقے میں۔"

"اگر محکمے کا کوئی فرد بھی اس میں ملوث ہے تو ڈب چوکی کے علاوہ اور کہیں رپورٹ درج نہ کرائی گئی ہوگی۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" فریدی نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

"انفارمر کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"اگر وہ اس کا ذاتی انفارمر تھا تو اس کا پتہ لگانے میں دشواری ہوگی اور اگر اس کا رابطہ افضل خاں کے کسی امیڈیٹ آفیسر سے تھا تو شاید بات بن جائے۔"

"اس سلسلے میں مجھے اور کیا کرنا ہے۔"

"گھر پر پائے جانے والے کاغذات کی چھان بین۔ اگر وہ کوئی ذاتی ڈائری بھی رکھتا تھا تو اس کی تلاش۔"

"مجھے اس کی ماں کے پاس جانا چاہئے۔"

"پہلے بھی کبھی اس کے گھر جا چکے ہو؟"

"کئی بار۔"

"کیا اس نے کبھی مجھ سے بھی ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"نہیں، کبھی نہیں۔ ورنہ میں ضرور ملواتا۔"

"خیر..... جاؤ۔ مجھے جلد از جلد معلوم ہونا چاہئے کہ رپورٹ کہاں درج کرائی گئی ہے اور اس آفیسر کا نام بھی چاہئے جس نے رپورٹ درج کرائی ہو۔"

حمید چلا گیا اور فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ "فریدی۔ میں چار بجے تک آفس میں رہوں گا۔ اس دوران میں مجھ سے مل لیجئے یہ بے حد ضروری ہے۔"

ریسیور رکھ کر وہ پھر کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ دفعتاً انٹرکوم سے آواز آئی۔ "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جناب۔"

"آ جاؤ.....!" فریدی نے کہا۔

کچھ دیر بعد اس کا نیا اسسٹنٹ توقیر زمن کمرے میں داخل ہوا۔ یہ ادھیڑ عمر کا ایک توانا اور دراز قد آدمی تھا۔ لیکن آنکھیں کسی قدر بجھی بجھی سی تھیں اور بائیں آنکھ سے پانی بہنے لگتا تھا جب کسی بھی جذبے کے شدید دباؤ میں ہوتا تھا۔

"بیٹھو.....!" فریدی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ "کیا بات ہے؟"

"میں کچھ دیر کے لئے باہر گیا تھا۔ ابھی ابھی آیا ہوں۔ گیٹ کے سامنے والی کافی شاپ کے قریب بڑی سی سیاہ گاڑی کھڑی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک بھاری بھرکم آدمی تاریک شیشوں کی عینک لگائے بیٹھا تھا۔ میں قریب سے گزر رہا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک کر پوچھا۔ کیا آپ کرنل فریدی کے اسسٹنٹ ہیں۔ اثبات میں جواب سن کر بولا۔ "ان سے کہہ دیجئے کہ ذرا ہاتھ پیر بچا کر رہیں۔ زمانہ موافق نہیں ہے۔ میں نے وضاحت چاہی تو کہنے لگا کہ میں ان کا ہمدرد ہوں اور ایک ایسی شخصیت کا گماشتہ ہوں جس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ بس اتنا ہی کہہ دیجئے گا۔ اس کے بعد اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور نکلا چلا گیا۔"

"گاڑی کا رجسٹریشن نمبر.....!" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔

"وہ.....وہ تو جج جناب۔" ہکلا کر رہ گیا۔

"تب تو آپ کو مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا ہی نہ چاہئے تھا۔"

"میں کیا عرض کروں جناب۔ اس کی باتیں سن کر حیرت بھی ہوئی تھی اور غصہ بھی آیا تھا۔ اسی کنفیوژن میں مجھ سے یہ موٹی سی غلطی ہوگئی۔ میں شرمندہ ہوں۔"

"ہمارا پیشہ گرم دماغی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب۔ لیکن میں آج تک اپنی اس کمزوری پر قابو نہیں پاسکا۔ بس ایک دم بھڑک اٹھتا ہوں۔"

"کبھی فرصت سے کوٹھی پر آیئے۔ آپ کو کچھ ورزشیں وغیرہ بتاؤں گا اور آپ اعصابی الجھاؤ سے نجات پاجائیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

"گاڑی کے میک اور موڈل ہی کا کچھ اندازہ ہوا ہو تو بتایئے۔"

"غالباً ڈوج ڈارٹ کا نیا موڈل تھا اور وہ آدمی بھاری بھرکم معلوم ہوتا تھا۔ بھرا ہوا کلین شیوڈ چہرہ تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ لہجے سے شمالی سرحدی علاقے کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"جی نہیں۔"

"آئندہ ایسے مواقع پر خود کو قابو میں رکھئے گا کیونکہ مجھے صبح سے شام تک دھمکیاں ملتی رہتی ہیں۔"

"اگر وہ فوراً ہی فرار نہ ہوگیا ہوتا تو گریبان تھام کر نیچے کھینچ لیتا۔"

"یہ ناخواندہ کانسٹیبلوں کی سی حرکت ہوتی۔ پھر سن لیجئے کہ ہمارا پیشہ ٹھنڈا دماغ چاہتا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔"

ٹھیک اسی وقت اردلی نے کمرے میں داخل ہو کر کسی کا ملاقاتی کارڈ سامنے رکھ دیا۔

"اور کچھ کہنا ہے آپ کو۔" فریدی نے توقیر زمن سے پوچھا۔

"نہیں جناب، اب اجازت دیجئے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"انہیں بھیج دو۔" فریدی اردلی سے بولا۔

تھوڑی دیر بعد ایک پستہ قد اور دبلا پتلا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ بہترین تراش والا قیمتی سوٹ زیب جسم تھا اور آنکھوں پر ریم لیس فریم کی عینک تھی۔

فریدی نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور کرسی پیش کی۔

"میں تو گھبرا ہی گیا تھا۔ کرنل صاحب آپ کی کال ریسیور کر کے۔ فرمایئے میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"آپکا کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ صرف اپنی معلومات میں کسی قدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔"

”مجھے علم ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بعض معاملات سے خاصے باخبر رہتے ہیں۔“

”ذرہ نوازی ہے آپ کی۔“ وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ ”فرمایئے کس کا[م] آ سکتا ہوں؟“

”آج کل شمالی سرحد پار سے کس کس کا مال آ رہا ہے۔“ فریدی نے اس کی آنکھوں م[یں] دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”بس کیا بتاؤں جناب کرنل صاحب۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں، کیونکہ پتہ نہیں کس وزیر کے جذبات کو ٹھیس لگ جائے۔“

”خوب! کیا آج کل طبیعت کچھ شاعری کی طرف بھی مائل ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”جناب عالی! سرحد پار سے کچھ بھی نہیں آ رہا۔“

”میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔“

”یقین فرمایئے۔ سب کچھ یہیں ہوتا ہے۔ محض پوز کیا جاتا ہے کہ مال سرحد پار سے آیا۔ میں اعداد و شمار جمع کرتا ہوں۔ پچھلے سال ڈھائی ارب روپے کی چرس پکڑی گئی تھی گویا ہماری قومی دولت چرس ہی ٹھہری اور ہاں پکڑ کر کہاں لے جائی گئی۔ کم از کم مجھے تو معلوم نہیں۔“

”چرس کی سیاست میں نہ جایئے۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس کس کا مال آ رہا ہے۔“

”جب آتا تھا سرحد پار سے تب شاید میں بھی بتا سکتا۔ ایسی صورت میں کیا عرض کر سکتا ہوں جبکہ آتا ہی نہیں۔“

اچھا یہیں کے سیٹھوں کے بارے میں کچھ بتایئے؟

پستہ قدم آدمی کسی سوچ میں پڑ گیا۔

”آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“ فریدی کچھ دیر بعد بولا۔

”میں کیا عرض کروں۔“ وہ کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔ ”آپ یقین نہیں کریں گے؟“

”شاید کر بھی لوں۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”سارے سیٹھ مار کھا گئے ہیں۔ علاوہ ایک کے، کیونکہ اس کا مال نہیں پکڑا جاتا۔“

”وہ کون ہے؟“

”میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے جناب، لیکن سنتا یہی ہوں مار کھا جانے والے سیٹھ بھی نہیں جانتے کہ وہ کس کی وجہ سے مار کھا رہے ہیں۔“

”میں سمجھ گیا۔ لیکن ایک منٹ.....!“ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ابھی آپ نے کسی وزیر کے جذبات کے احترام میں کچھ کہنے سے گریز کیا تھا۔“

”اشارہ کسی خاص وزیر کی طرف نہیں تھا۔ لیکن آپ خود خیال کریں کہ بڑوں کی سرپرستی کے بغیر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔“

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے اسی کسٹمز انسپکٹر کی آواز آئی جو چند گھنٹے قبل اسے افضل خاں کی موت کے بارے میں بتانے آیا تھا۔

”مجھے شبہ ہے جناب کہ میرا تعاقب کیا جا رہا ہے اور شاید وہ کسی مرحلے پر مجھے گھیر کر پکڑنا چاہتے ہیں۔“

”آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کیفے روانو سے۔“

”آپ کو شبہ کیونکر ہوا۔“

”میری سواری میں اسکوٹر ہے۔ ایک نیلے رنگ کی ٹویوٹا مستقل طور پر میرے تعاقب میں رہی ہے۔ اس میں تین افراد ہیں اور گاڑی اس وقت روانو والے فٹ پاتھ سے لگی کھڑی ہے۔ ایک آدمی بونٹ اٹھائے انجن کو اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔ دو اندر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔“

”اچھی بات ہے، وہیں ٹھہریئے۔“ فریدی نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ کر پستہ قد آدمی سے بولا۔ ”تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔“

”ارے، میں تو خادم ہوں جناب۔“ وہ اٹھتا ہوا بولا اور فریدی نے بھی اٹھ کر مصافحہ کے

لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد اس نے انٹرکوم کا بٹن دبا کر کہا۔ ''مسٹر زمن میری گاڑی کے راستے میں اگر دوسری گاڑیاں پارک ہوں تو انہیں ہٹوا دیجئے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

انٹرکوم کا سوئچ آف کر کے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ''ٹھیک پندرہ منٹ بعد چیتھم روڈ کے چوراہے پر ملو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ اٹھ گیا۔ گھڑی پر نظر ڈالی اور آفس سے نکل کر پارکنگ لاٹ کی طرف آیا۔ اس کی گاڑی کی راہ میں کوئی گاڑی حائل نہ تھی۔ اس لئے کسی دشواری کے بغیر گاڑی پارکنگ لاٹ سے نکل آئی اور پھر وہ چیتھم روڈ کے چوراہے کے قریب روکی گئی تھی۔

فریدی نے گھڑی دیکھی اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک موٹر سائیکل قریب ہی آرکی اور سواری نے فریدی کو سلام کیا۔

''ٹھیک وقت پر پہنچے ہو..... عالمگیر روڈ پر کیفے روانو دیکھا ہے۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''دیکھا ہے جناب۔''

''اس کے سامنے نیلے رنگ کی ایک ٹویوٹا کھڑی ہے۔ تین آدمی اس میں ہیں۔ میں کیفے روانو کے اندر جاؤں گا۔ تم اس گاڑی پر نظر رکھنا۔''

''بہت بہتر۔''

''پوری بات سمجھ گئے نا۔''

''جی ہاں! مجھے ٹویوٹا کی نقل و حرکت پر نظر رکھنی ہے اور پھر آپ کو رپورٹ دینی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے کہا اور انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔

روانو کے سامنے ٹویوٹا کار اب بھی موجود تھی۔ دو آدمی انجن پر جھکے ہوئے تھے اور تیسرا آدمی اندر بیٹھا ہوا تھا۔ فریدی نے اپنی گاڑی ٹویوٹا کے قریب ہی روکی اور اتر کر اسے لاک

کرنے لگا۔ انجن پر جھکے ہوئے دونوں آدمی سیدھے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ لیکن وہ بظاہر ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کیفے کے اندر چلا گیا۔

کسٹم انسپکٹر اپنی میز پر تنہا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر فریدی کا استقبال کیا۔ بے چینی اس کی آنکھوں سے مترشح ہو رہی تھی۔

''بیٹھیے بیٹھیے.....!'' فریدی خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔

''نیلی گاڑی اب بھی موجود ہے۔'' انسپکٹر نے آہستہ سے کہا۔ ''میں نے ایسی میز منتخب کی ہے جہاں سے اس پر نظر رکھ سکوں۔''

''میرا خیال ہے کہ اب وہ نہیں رکے گی۔'' فریدی بولا۔ اس کی پشت اس کھڑکی کی طرف تھی۔ جس سے انسپکٹر کی نگرانی کر رہا تھا۔

''درست فرمایا۔'' انسپکٹر جلدی سے بولا۔ ''جی ہاں۔ وہ دونوں بھی گاڑی میں بیٹھ گئے ہیں۔ اوہ شاید وہ انجن اسٹارٹ کر رہا ہے۔ واقعی وہ چلے گئے۔''

فریدی نے طویل سانس لی تھی۔ انسپکٹر نے کہا۔ ''اس تکلیف دہی پر میں شرمندہ ہوں جناب۔''

''نہیں۔ آپ نے مجھے اطلاع دے کر عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ گویا بات جلد ہی شروع ہوگئی۔ لیکن یہ بات بتایئے کیا آپ کوئی اور خاص بات بھی جانتے ہیں اس کیس کے بارے میں۔''

''جی نہیں۔ جو کچھ آپ کو بتا چکا ہوں اس میں مزید اضافہ کرنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔''

''غالباً وہ آپ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے مجھے اس سلسلے میں کیا بتایا ہے؟''

''کس طرح معلوم کرتے۔''

''جس طرح بھی ان کے امکان میں ہوتا۔''

''یعنی مجھے روکنے کی کوشش کرتے۔''

"قرائن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے، بہر حال آپ مطمئن رہیے۔ انشاء اللہ وہ آپ کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیا آپ گھر جائیں گے؟ چلئے میں پہنچا دوں گا اور اسکوٹر کی چابی دیجئے۔ وہ بھی کچھ دیر بعد آپ کے گھر پر پہنچا دیا جائے گا۔"

"اب اس حد تک بھی تکلیف نہیں دے سکتا۔"

"مناسب یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" انسپکٹر نے اسکوٹر کی چابی دیتے ہوئے کہا۔ اسکوٹر کا رجسٹریشن نمبر بتایا۔ فریدی نے اس کو نوٹ کیا تھا۔

"آپ کافی پئیں گے یا چائے۔" انسپکٹر نے بڑی لجاجت سے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں، بس اب اٹھ چلئے۔" فریدی نے کہا۔

وہ باہر نکلے۔ فریدی نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور وہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔ فریدی نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے انسپکٹر سے اس کا پتہ پوچھا۔

"افضل خان مرحوم کے بنگلے کے قریب ہی میرا قیام بھی ہے۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔ ٹھیک اسی وقت ٹیلی فون کا بزر سنائی دیا اور فریدی نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریسیور نکال کر کال ریسیو کی۔

"آپ کی کال ہے جناب۔" محکمے کے ایکسچینج سے آواز آئی۔

"کنکٹ کرو۔" فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن حمید کی آواز آئی۔ "میں ڈب کے علاوہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اطلاع ملی ہے کہ ابتدائی رپورٹ وہیں کی چوکی پر درج کرائی گئی تھی اور واردات بھی اسی علاقے میں ہوئی تھی۔ موقعہ واردات کا معائنہ بھی کروں گا۔"

"میں نے کہا تھا پہلے مرحوم کی والدہ سے ملو۔" فریدی نے کہا۔

"پہلے وہیں گیا تھا۔ لیکن ان پر بے ہوشی طاری ہے۔ میں نے مرحوم کے اس کمرے کو مقفل کر دیا ہے جس میں ان کے کاغذات وغیرہ رکھے ہوئے ہیں۔ کنجی میرے پاس ہے۔"

"ٹھیک ہے، میں خود دیکھوں گا۔ ڈب چوکی سے تم مجھے فون کر سکتے ہو۔"

فریدی نے پھر ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا رہا تھا۔ پیشانی پر گہرے تفکر کی بناء پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔ کسٹمز انسپکٹر بھی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولا۔ "ارے آگ۔"

"جی کہاں؟"

"افضل صاحب کے بنگلے پر! وہ دیکھئے خدا کی پناہ۔" فریدی نے بریک لگائے۔

انوکھا سانپ

مرحوم افضل خاں کا بنگلہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ لیکن فائر بریگیڈ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ آس پاس کی عمارتوں کے لوگ اپنے طور پر آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"مسٹر زیدی عمارت کے اندر تو کوئی نہیں ہے۔" فریدی نے کسٹمز انٹیلی جنس کے انسپکٹر سے پوچھا۔

"آپا بی جناب۔" وہ عمارت کی طرف دوڑتا ہوا بولا۔ "افضل صاحب کی والدہ۔" فریدی بھی اس کے ساتھ ہی دوڑ رہا تھا۔ بھیڑ میں پہنچ کر انسپکٹر ایک آدمی کا شانہ جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ "آپا بی..... کہاں ہیں۔"

"ہسپتال..... ڈپٹی صاحب انہیں ہسپتال لے گئے ہیں۔"

"کیا جل گئی تھیں؟"

"نہیں، آگ تو بعد میں لگی ہے۔ مجھے بنگلے کی نگرانی کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور آگ لگ گئی۔ بڑی مشکلوں سے میں باہر نکل سکا تھا۔"

"یہ میرے ایک ساتھی انسپکٹر اشرف ہیں۔" انسپکٹر زیدی نے فریدی سے تعارف کرایا۔

''اور آپ کرنل فریدی ہیں۔''

''کیا فائر اسٹیشن کو اطلاع نہیں دی گئی۔'' فریدی نے انسپکٹر اشرف سے سوال کیا۔

''جناب یہاں کے فائر اسٹیشن پر فی الحال صرف ایک گاڑی موجود ہے اور وہ بھی خراب ہے۔ وہ اس کی مرمت کر رہے ہیں۔''

فریدی سر ہلا کر رہ گیا۔ پرتشویش نظروں سے جلتی ہوئی عمارت کو دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً وہ چونک کر بولا۔ ''آپ نے کسی دھماکے کا ذکر کیا تھا۔''

''جی ہاں! ڈپٹی صاحب مرحوم کی والدہ کو ہسپتال لے گئے تھے اور میں بنگلے کی نگرانی کے لئے تنہا رہ گیا تھا۔ اچانک دھماکہ ہوا۔''

''عمارت ہی کے کسی حصے میں۔''

''جی ہاں..... پھر میں بدحواس ہو کر باہر بھاگا۔''

فریدی انسپکٹر زیدی کا بازو چھوڑ کر بولا۔ ''ذرا ادھر آیئے۔''

''جی فرمایئے۔''

''کیا آپ کا گھر قریب ہی ہے؟''

''جی ہاں..... وہ ادھر.....''

''بس تو آپ جایئے!''

''جی..... یعنی کہ.....!''

''میں نے کہا ہے کہ اپنے گھر جایئے۔'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ ''اور کل آپ ڈیوٹی پر بھی نہیں جائیں گے۔ میڈیکل سرٹیفکیٹ روانہ کر دیجئے گا۔''

انسپکٹر زیدی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن وہ پھر مزید کچھ کہے بغیر چپ چاپ وہاں سے چلا گیا اور فریدی اسی شخص کی طرف پلٹ آیا جس کا تعارف انسپکٹر اشرف کے نام سے کرایا گیا تھا۔ لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ اسے نظر انداز کر کے سڑک کی جانب دوڑ رہا ہے۔ نگاہ اس کا تعاقب کرتی رہی اور پھر عقدہ کھلا کہ وہ اس طرح کیوں بھاگا تھا۔ اپنے

محکمے کے ڈپٹی ڈائریکٹر کی پیشوائی مدنظر تھی۔ جس کی کار سڑک پر رکی تھی۔

فریدی ڈپٹی انسپکٹر مسٹر بھٹی سے واقف تھا۔

پتا نہیں یہ اتفاق تھا کہ بھٹی کی نظر فریدی پر پڑ گئی تھی یا انسپکٹر اشرف نے اس کی طرف توجہ دلائی تھی۔ بہرحال وہ گاڑی سے اتر کر تیر کی طرح اس کی طرف آیا تھا۔

''اوہ..... کرنل فریدی صاحب..... پتہ نہیں یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' اس نے فریدی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں خود بھی متحیر ہوں۔ آپ کے انسپکٹر کا بیان ہے کہ دھماکے کے بعد آگ لگی تھی۔''

''خدا کا شکر ہے کہ میں افضل کی والدہ کو پہلے ہی لے گیا تھا۔ لیکن آخر یہ سب ہے کیا؟''

پھر وہ مضطربانہ انداز میں انسپکٹر اشرف سے بولا۔ ''دوسرے فائر اسٹیشنوں پر فون کرو۔''

انسپکٹر وہاں سے ہٹ گیا اور فریدی نے کہا۔ ''بنگلے کا تین چوتھائی حصہ بالکل منہدم ہو گیا ہے۔''

''لیکن..... وہ دھماکہ کیسے ہوا؟''

''آپ کے انسپکٹر کے علاوہ اس وقت یہاں اور کوئی موجود نہیں تھا۔''

''اس لئے.....؟''

''آپ غلط سمجھے! میں کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر رہا۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''کہنے کا مطلب یہ کہ آپ کے انسپکٹر نے بھی صرف دھماکے کا ذکر ہی کیا تھا اس پر رائے زنی نہیں کی تھی۔''

دفعتاً بھیڑ سے ایک آدمی الگ ہو کر ان کی طرف آیا اور بھٹی سے بولا۔ ''آپ کے آنے سے قبل ایک آدمی نے خان صاحب کی لائبریری مقفل کرائی تھی اور بتایا تھا کہ وہ محکمہ سراغ رسانی کا ایک آفیسر ہے۔''

''لائبریری مقفل کرائی تھی۔'' ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی نے حیرت سے کہا۔

''وہ میرا اسسٹنٹ کیپٹن حمید رہا ہو گا۔'' فریدی بولا۔

''تو کیا یہ کیس.....!''

"آپ سمجھے نہیں۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "افضل خاں سے اس کے ذاتی تعلقات تھے۔ اس لئے وہ اس معاملے کو اپنے طور پر دیکھ رہا ہے۔"

"لیکن کرنل صاحب۔ اگر وہ دھماکہ اس کمرے میں ہوا ہو تو، جسے کیپٹن حمید نے مقفل کرایا تھا۔"

"اس صورت میں یہی کہا جا سکے گا کہ اسے مقفل کرانے سے پہلے ہی کوئی اپنا کام کر گیا تھا۔"

"اوہ..... میں بھی کہاں کی باتیں لے بیٹھا۔ آخر یہ فائر بریگیڈ.....!"

"ٹھہریئے۔" فریدی نے کہا۔ "میں کوشش کرتا ہوں۔" اس نے اپنی گاڑی میں آ کر لاسلکی فون پر محکمے کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور فائر بریگیڈ کے لئے ہدایت دینے لگا۔ پھر افضل خاں کے بنگلے کا پتا بتا کر بولا۔ "اس کے علاوہ معلوم کر کے بتاؤ کہ میرے لئے کہیں سے کوئی پیغام تو نہیں ہے۔"

"ہولڈ آن کیجئے جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی بھی گاڑی کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ "کوئی پیغام نہیں ہے جناب۔"

فریدی نے سوئچ آف کر کے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور گاڑی سے اُتر آیا۔

"عجیب بدنظمی کا عالم ہے۔" بھٹی نے کہا۔ "ایک عمارت جل کر خاک کا ڈھیر ہو گئی لیکن فائر بریگیڈ کا کہیں پتا نہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر جلتی ہوئی عمارت پر جم کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بھٹی کیطرف دیکھے بغیر آہستہ سے پوچھا۔ "کیا آپ افضل خاں کے انفارمر سے واقف ہیں۔"

"جی نہیں..... میں نے سپرنٹنڈنٹ سے پوچھا تھا لیکن اس نے بھی لاعلمی ظاہر کی ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"میں تو اسے افسوس ناک سمجھتا ہوں۔ اپنے امیڈیٹ آفیسر کو اطلاع دیئے بغیر کسی مہم پ

نکل کھڑے ہونا بے ضابطہ سی بات ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن کیا افضل خاں ایک بے اصول دمی تھے۔"

"جی نہیں، اس کا ریکارڈ بے داغ تھا۔"

"پھر ان کے اس رویئے کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔ آخر اس مہم کے سلسلے میں ان سے یہ فروگذاشت کیسے ہوئی۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

دفعتاً فائر بریگیڈ کی گاڑی کا سائرن سنائی دیا اور بھیڑ اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس فراتفری میں بھٹی فریدی سے دور ہو گیا۔

فائر بریگیڈ کے عملے نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ فریدی نے پھر لاسلکی فون پر اپنے محکمے کے ایکسچینج سے رابطہ قائم کیا اور لیبارٹری سے کنکٹ کرانے کے بعد آتش گیر مادوں کے ماہر سے گفتگو شروع کر دی۔

"میں اس مخصوص حصے کی نشاندہی چاہتا ہوں جہاں دھماکا ہوا تھا۔" آگ ابھی پوری رح فرو نہیں ہوئی اور عمارت کا تین چوتھائی حصہ دھماکے سے منہدم ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ بس چاہتا ہوں کہ آگ فرو ہوتے ہی آپ اپنا کام شروع کر دیں۔ شکریہ۔"

اس کے بعد آپریٹر کی آواز آئی۔ "آپ کے لئے ایک پیغام بھی ہے جناب۔ کسی نے کہا تھا کہ فون نمبر سات آٹھ تین چھ نو پانچ پر رنگ کیجئے۔"

"خود رنگ کر کے کنکٹ کر دو۔" فریدی نے کہا۔

"بہت بہتر جناب۔"

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "بی تھرٹین اسپیکنگ سر..... میں نے گاڑی کا تعاقب کیا تھا ناب۔ وہ ہمایوں روڈ کی کوٹھی نمبر ستائیس میں داخل ہوئی اور گیراج میں کھڑی کر دی گئی۔ [illegible] [illegible] پر دردانہ شاہد تحریر ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ عورت کون ہے۔ کیا کرتی ہے۔"

''ان تینوں میں سے کوئی پھر باہر آیا تھا یا نہیں؟''

''ابھی تک کی رپورٹ ہے کہ عمارت سے کوئی باہر نہیں آیا ہے۔ بی فائیو عمارت کی نگرانی کر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ عمارت کی نگرانی جاری رہنی چاہئے۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''ویٹس آل!'' کہہ کر فریدی نے سوئچ آف کر دیا۔ وہ ویسے بھی گفتگو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی پھر گاڑی کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا تھا۔

''انہوں نے آگ پر قابو پالیا ہے۔'' بھٹی نے اطلاع دی۔

''انفارمر کے بارے میں معلوم ہونا بے حد ضروری ہے بھٹی صاحب۔''

''جی ہاں..... میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن کس طرح معلوم ہو۔''

''ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کو معلوم ہو جو اس مہم میں افضل خاں کے شریک تھے۔''

''اور اس دھماکے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ کوئی شہادت ضائع کی گئی ہے۔''

''سامنے کی بات ہے۔'' بھٹی بولا۔

''افضل خاں کی والدہ کو آپ نے کس ہسپتال میں داخل کرایا ہے۔''

''سول ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ہیں اور میری وہاں سے روانگی کے وقت تک انہیں ہوش نہیں آیا تھا۔''

''تشویش ناک۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر طرف سے تفتیش کا راستہ روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' بھٹی نے کہا۔

''کیا خیال ہے ان کی بے ہوشی بھی اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہوسکتی ہے۔''

''اس کے علاوہ اور کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔ کسی صدمے کے تحت بیہوش ہو جانے والے اتنی طویل بے ہوشی سے نہیں گزرتے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں خود جا کر انہیں دیکھوں۔''

''اگر وہ ہوش میں آ بھی گئی ہوں گی تو شائد ڈاکٹر ابھی بولنے کی اجازت نہ دے۔''

فریدی پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ ایکسپلوسیوز کے ماہر کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے نہیں ہٹنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بھٹی بولا۔ ''ہوسکتا ہے کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ کچھ بتا سکیں۔''

''کس سلسلے میں۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''یہی کہ کیپٹن حمید سے پہلے یہاں اور کون آیا تھا۔''

''انہیں شائد کیپٹن حمید کی آمد کا علم ہی نہ ہو کیونکہ وہ ان کی بے ہوشی ہی کی حالت میں یہاں پہنچا تھا۔''

بھٹی کچھ نہ بولا۔ وہ بھی شائد کچھ سوچ رہا تھا اتنے میں فریدی کے محکمے کی ایک گاڑی دکھائی دی۔ شاید آتش گیر مادوں کا ماہر پہنچ گیا تھا۔

''اچھا بھٹی صاحب۔'' فریدی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ''میں اب چلوں گا۔''

''مجھے امید ہے کہ سازشی جلد ہی اپنی سزا کو پہنچیں گے۔'' بھٹی نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

اب فریدی کی گاڑی سول ہسپتال کی طرف جا رہی تھی۔ اس نے لاسلکی فون پر پھر کسی سے رابطہ قائم کر کے انسپکٹر زیدی کے اسکوٹر سے متعلق ہدایات دی تھیں۔

ہسپتال پہنچ کر معلوم ہوا کہ افضل کی ماں کو ابھی تک ہوش نہیں آیا اور پھر اسے اس سلسلے میں ڈاکٹر سے گفتگو کرنی پڑی۔

''بیہوشی کی وجہ صدمہ ضرور ہوسکتا ہے لیکن اتنی طویل بیہوشی سمجھ میں نہیں آئی۔'' ڈاکٹر نے کہا۔

''آپ کی بھی سمجھ میں نہیں آتی۔'' فریدی نے حیرت سے کہا۔

''جی نہیں۔''

''کوئی خواب آور دوا.....؟'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''اس کی نشاندہی بھی نہیں ہوسکی اور میں زیادہ پر امید بھی نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ ضروری

نہیں کہ ہوش آ ہی جائے۔ بیہوشی موت میں بھی تبدیل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ وہ ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ بھی ہیں۔''

''کہیں مغز کی کوئی شریان تو متاثر نہیں ہوئی۔'' فریدی نے خیال ظاہر کیا۔

''اس کا بھی امکان ہے اور یہ کیفیت کوما کی ہوسکتی ہے۔''

''آپ کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ رہے۔'' فریدی نے سرد لہجے میں کہا اور اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

ڈاکٹر نے اس پر نظر ڈالی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ چہرے کی رنگت اڑ گئی تھی۔ آخر اس نے بدقت کہا۔ ''مم..... میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا جناب..... فورتھ ایئر کا طالب علم ہوں۔''

''اوہ..... ڈیوٹی ڈاکٹر کہاں ہے؟''

''پتا نہیں جناب۔ میں جب آیا ہوں وہ موجود نہیں تھے۔''

''اس وقت کس کی ڈیوٹی ہے۔''

''ڈاکٹر سجاد کی۔''

پھر ذرا ہی دیر میں ہال کا عملہ بے حد چاق و چوبند نظر آنے لگا۔ فریدی نے وہیں سے کئی فون کالیں کی تھیں اور پورا ہسپتال ہل کر رہ گیا تھا۔ بہرحال مناسب دیکھ بھال کا انتظام ہوجانے کے بعد فریدی اپنی کوٹھی کی طرف پلٹ آیا۔

یہاں سے اس نے اپنے محکمے کی ایک خاتون انسپکٹر مس ریکھا اینجیلو کو فون کیا اور مختصراً اس کیس سے متعلق اُسے بتاتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت افضل خان کی والدہ کو اس حادثے کا علم ہوا وہ تنہا تھیں یا پڑوس کی کچھ عورتیں بھی ان کے پاس پہنچ گئی تھیں۔''

''بہت بہتر جناب۔'' دوسری طرف سے ریکھا کی آواز آئی۔

''حادثے کی اطلاع ملنے کے بعد سے ان کی بیہوشی تک کے واقعات کو تفصیل چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ تم بہ آسانی یہ کام کرسکو گی۔''

''میں کوشش کروں گی جناب۔''

''اچھا بتاؤ اس سلسلے میں سب سے اہم اطلاع کیا ہوگی؟''

''میرا خیال ہے کہ آپ کو کسی ایسے آدمی کی تلاش ہے جس نے بڑی بی کی لاعلمی میں کوئی آتش گیر مادہ وہاں رکھ دیا تھا۔''

''ویری گڈ..... تم بہت ذہین ہو انسپکٹر.....!''

''آپ کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرنے والوں کو اتنا تو ہونا ہی چاہئے۔''

''جتنی جلد ممکن ہو..... اطلاعات فراہم کرو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

''وش یو گڈ لک.....!'' کہہ کر فریدی نے فون کا رابطہ منقطع کر دیا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے پھر ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو.....!''

''شکر ہے کہ آپ گھر ہی پر مل گئے۔ میں ڈب چوکی سے بول رہا ہوں۔ مجھے وہ مردہ سانپ مل گیا ہے۔ لیکن میرے لئے سانپ کی یہ قسم بالکل نئی ہے۔''

''اسے بحفاظت یہاں تک لے آؤ۔''

''میں یہ اطلاع دینا چاہتا تھا کہ شاید کسی اور کو بھی اس سانپ کی تلاش تھی اور وہ کوشش کررہا ہے کہ میں اسے یہاں سے نہ لے جاسکوں۔ یہی محسوس کر کے چوکی پر رک گیا ہوں۔''

''چوکی پر کتنے آدمی ہیں؟''

''صرف چار اور دو رائفلیں..... بیس راؤنڈز اللہ اللہ خیر سلا۔''

''کیا تم خائف ہو۔''

''ہرگز نہیں..... میں تو سانپ کی یہ انوکھی قسم بخیر و عافیت آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ تم وہیں ٹھہرو۔''

''آپ افضل خاں کی والدہ سے ملے تھے؟''

''وہ اب بھی بے ہوش ہیں۔ آکسیجن ٹنٹ میں انہیں رکھا گیا ہے اور دوسری اطلاع ہے کہ افضل خاں کے بنگلے میں دھماکے کے بعد آگ لگ گئی۔''

''خدا کی پناہ۔''

''اب تم یہ بتاؤ کہ اس کی لائبریری میں تم کتنی دیر تک رہے تھے۔''

''مشکل سے تین چار منٹ بس یونہی سرسری جائزہ لیا تھا اور سوچا تھا کہ تفصیلی جا آپ چھوڑ دوں۔ اسی لئے ان کے ایک پڑوسی کی موجودگی میں لائبریری کو مقفل کر کے اپنے پاس رکھ لی تھی۔''

''اب اگر یہ ثابت ہو گیا کہ دھماکہ لائبریری ہی میں ہوا تھا تو تم دشواری میں پڑو گے۔''

''اللہ مالک ہے۔''

''اس لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ تم سے پہلے بھی کوئی لائبریری میں داخل تھا۔ فی الحال اسی پر توجہ دے رہا ہوں۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کوئی اور بھی مردہ سانپ میں دلچسپی لے رہا ہے۔''

''میرے بعد ہی دو افراد اور بھی جائے حادثے پر پہنچے تھے اور انہیں بھی کسی چیز کی تلا تھی۔ لیکن ان سے پہلے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ان کی آنکھوں میں مایوسی کے آثار صا محسوس کئے تھے۔ انہوں نے اس سانپ کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے اور اپنے متعلق بتایا کہ وہ پچھلے دن یہاں تیتر کے شکار کے لئے آئے تھے اور یہیں کہیں ان کی کنجیوں کا لچھا گر گیا تھا۔''

ممکن ہے انہوں نے غلط بیانی سے کام نہ لیا ہو۔

''لیکن جب میں دوبارہ ڈب چوکی پر واپس آیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر روانہ ہوا تو ا جیپ میرا تعاقب کر رہی تھی۔ لہٰذا میں پھر چوکی کی طرف پلٹ گیا اور جیپ بھی کچھ دور جا پلٹ آئی اور اس وقت میں چوکی سے صاف دیکھ رہا ہوں کہ وہ جیپ ندی کے دوسرے کنار پر اب بھی موجود ہے۔ اس میں پانچ افراد ہیں اور غالباً پانچوں مسلح بھی ہیں۔''

''کیوں نہ میں تمہیں بلٹ پروف گاڑی بھجوا دوں۔ اپنی گاڑی چوکی ہی پر چھوڑ دینا۔ پھر آ جائے گی۔''

''یہ زیادہ بہتر ہوگا۔''

''اچھی بات ہے۔ میں انتظام کرتا ہوں۔'' کہہ کر فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے پھر کسی کے نمبر ڈائیل کئے۔

''فریدی اسپیکنگ.....!'' اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''کیا آرنڈ کار آرڈر میں ہے۔''

''جی ہاں جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کیپٹن حمید کو اس کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت ڈب چوکی پر ہیں۔''

''دس منٹ کے اندر ہی اندر روانہ ہو جائے گی جناب۔''

''شکریہ'' کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پُرتفکر انداز میں سگار کا گوشہ توڑنے لگا جو خاصی دیر سے اس کی انگلیوں میں دبا ہوا تھا۔ سگار سلگانے کے بعد وہ قریب ہی کی ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔ آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ اس بار سول ہسپتال سے افضل خاں کی والدہ کی موت کی اطلاع ملی تھی۔ اس نے طویل سانس لی اور بولا۔ ''موت کا سبب.....!''

''دماغ کی ایک شریان پھٹ گئی تھی۔''

''کیا وہاں کسٹمز انٹیلی جنس کی ڈائریکٹریٹ کا کوئی آفیسر بھی موجود ہے؟''

''جی ہاں۔ غالباً ایک ڈپٹی ڈائریکٹر صاحب ہیں۔''

''لاش وہ لے جائیں گے۔''

''جی ہاں۔''

''اچھا شکریہ۔'' کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ایک ہی دن میں اتنے واقعات اور سب ایک ہی سلسلے کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے مربوط نظر آ رہے تھے۔ افضل خاں

کی موت..... اس کے بنگلے میں دھماکے کی بناء پر آتشزدگی ماں کی طویل بے ہوشی اور موت فریدی کو کسی نامعلوم آدمی کی دھمکی..... انسپکٹر زیدی کا تعاقب اور آخر میں اس مردہ سانپ حصول کے لئے کوشش جو کیپٹن حمید کے ہاتھ لگا تھا۔ آخر ان سارے واقعات کے پیچھے ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک ملازم نے کسی کا ملاقاتی کارڈ پیش کیا اور فریدی اٹھتا ہوا

۔''انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔''

آنے والی لیڈی انسپکٹر ریکھا تھی۔ چاہتی تو اپنی رپورٹ فون پر بھی دے سکتی تھی لیکن کرنل فریدی سے قریب ہونے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ میں آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکوں گی۔'' فریدی کو دیکھ اٹھتی ہوئی بولی۔

''بیٹھو بیٹھو.....!'' فریدی ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ بیچاری ماں چل بسی۔''

''اوہ..... میرے خدا۔ بڑا دردناک سانحہ ہے، پڑوسیوں سے معلوم ہوا ہے کہ بڑ اچھے لوگ تھے۔ جس وقت بیٹے کی موت کی اطلاع پہنچی ہے ان کے پاس محلے کی دو عو موجود تھیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سن کر بس سکتے کی سی حالت میں رہ گئی تھیں۔ بے ہوشی تو دیر بعد طاری ہوئی تھی اور پھر انہیں ہوش نہیں آیا تھا۔ انہی عورتوں سے معلوم ہوا کہ اس کوئی آدمی لائبریری میں فون کا آپریٹس ٹھیک کر رہا تھا۔ خود بڑی بی نے ان عورتوں کو بتا کہ وہ افضل صاحب ہی کا بھیجا ہوا آیا تھا لیکن وہ دونوں یہ نہیں بتا سکیں کہ وہ کب وہاں رخصت ہوا تھا۔''

''گویا وہ اس وقت بھی لائبریری ہی میں موجود تھا۔ جب افضل خاں کی موت کی اطل آئی تھی۔''

''جی ہاں۔''

''کون اطلاع لایا تھا۔''

''جو کوئی بھی تھا۔ شائد بڑی بی اسے پہچانتی تھی۔ انہوں نے اس کا نام بھی لیا تھا۔ لیکن عورتوں کو یاد نہیں رہا۔''

''کیا اُن دونوں نے اس شخص کو بھی دیکھا تھا جو لائبریری میں فون ٹھیک کر رہا تھا۔''

''جی نہیں۔ انہوں نے بڑی بی سے صرف اس کا ذکر سنا تھا۔ بہرحال میں نے فون نمبر کے حوالے سے ایکسچینج سے بھی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''کیا معلوم کرنے کی کوشش کی تھی؟'' فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''یہی کہ اُس نمبر کے لئے جو کمپلینٹ ہوئی تھی اس کی درستگی کے لئے کون گیا تھا۔ لیکن مجھے بتایا گیا کہ اس نمبر کی کوئی کمپلینٹ وہاں درج نہیں ہے۔ لہٰذا مرمت کے لئے کسی کو بھیجنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''اگر تم ان عورتوں کے بیان پر توجہ دیتیں تو تمہیں ایکسچینج سے معلومات حاصل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ عورتوں نے بڑی بی کے بیان کے مطابق یہی تو بتایا تھا کہ افضل خان کا بھیجا ہوا کوئی آدمی آپریٹس کی کوئی خرابی درست کر رہا ہے۔ کمپلینٹ اسی وقت کی جاتی ہے جب لائن ڈیڈ ہو جائے۔ البتہ آپریٹس کی خرابیو کوئی بھی دور کر سکتا ہے۔ اس کیلئے ضروری نہیں ہوتا کہ ٹیلی فون کے محکمے کا ہی کوئی آدمی طلب کیا جائے اور افضل خاں کے حوالے سے تو کوئی شخص بھی اس کے بنگلے سے داخل ہو سکتا تھا۔''

''بہرحال اس آدمی کی صحیح نشاندہی بھی اب ناممکن ہے۔'' ریکھا بولی۔

''ان وارداتوں کے پیچھے جو کوئی بھی ہے خاصے جاگتے ہوئے ذہن کا مالک معلوم ہوتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ افضل خاں کی موت اور لائبریری میں ٹائم بم چھپانے کے وقت میں کوئی گڑبڑ نہیں ہو سکتی۔ پلاننگ اتنی ہی ذہانت سے کی گئی تھی۔''

''آخر کون ہو سکتا ہے۔''

''اصل مجرم یا وہ شخص جو اسے تحفظ دے رہا ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیپٹن حمید سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ ریکھا کی طرف دیکھ کر مخصوص انداز میں مسکرایا تھا۔ یہ مسکراہٹ خصوصیت سے ایسے ہی اوقات میں اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوتی تھی جب ریکھا کو فریدی کے قریب دیکھتا تھا۔ وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گئی۔

"کوئی اور واقعہ پیش نہیں آیا۔" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"واقعہ تو یہاں موجود ہے۔ وہاں کیا پیش آتا۔"

"پہلے کافی پیوں گا ورنہ بعد میں مجھے پچھتانا پڑے گا۔"

"تم نے سنا نہیں۔" فریدی نے آنکھیں نکالیں۔

"یہ لیجئے سانپ بھی۔" حمید نے جیب سے سانپ نکال کر فریدی کے قریب ہی صوفے پر ڈال دیا۔

"یہ کیا مذاق ہے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"اس کے علاوہ مجھے اور کوئی مردہ سانپ نہیں ملا تھا۔"

اور یہ سانپ ربڑ کا تھا..... خالص اور نرم و ملائم ربڑ کا لجلجا سانپ۔

پُراسرار لڑکی

فریدی اس صوفے سے اٹھ گیا جس پر حمید نے ربڑ کا سانپ ڈالا تھا۔ لیڈی انسپکٹر ریکھا بھی قریب آگئی اور جھک کر اُسے دیکھنے لگی۔

"بڑی خوبصورتی سے بنایا گیا ہے۔" اس نے کہا۔ "بالکل اصلی معلوم ہوتا ہے۔"

"اس کے لئے تم نے اتنا واویلا کیا تھا.....؟" فریدی نے حمید سے سوال کیا۔

"واویلا اس کے لئے نہیں تھا۔ میں نے آپ کو مطلع کیا تھا کہ کچھ لوگ میرے تعاقب میں ہیں۔"

"لیکن تمہاری گفتگو کا انداز ایسا تھا جیسے وہ تم سے یہ سانپ چھین لینا چاہتے ہوں۔"

"ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا سوچ سکتا تھا۔ اگر وہ مجھے گھیرنا چاہتے تھے تو اس وقت گھیرتے جب یہ سانپ میری جیب میں نہیں پہنچا تھا۔"

"آخر اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟" ریکھا نے پرتشویش لہجے میں سوال کیا۔

"فضولیات میں الجھانے کی کوشش کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اتنے میں کافی آگئی اور حمید نے ریکھا سے کہا۔ "کسی خاتون کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے کافی بنانا میرے لئے انتہائی اندوہناک ہوتا ہے۔"

"تمہیں اپنے لئے تو خود ہی بنانی پڑے گی۔" ریکھا نے جواب دیا۔

"احتجاجاً واک آؤٹ کر جاؤں گا۔"

"اسے بھی لیتے جانا۔" فریدی نے ربڑ کے سانپ کی طرف اشارہ کیا۔

"تو آپ چاہتے ہیں کہ میں واک آؤٹ کر جاؤں۔"

"کافی پینے کے بعد۔" فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "مس ریکھا کو ان کے گھر پر اتارتے ہوئے۔ ایلاسٹرز کے شوروم میں بھی جھانک لینا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"وہ ربر کی آرائشی مصنوعات بناتے ہیں۔ دیکھنا کہ اس قسم کے اور سانپ بھی شوروم میں موجود ہیں یا نہیں۔"

"تو آپ ان پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ فضولیات میں الجھ گئے ہیں۔"

ریکھا نے کافی کا کپ حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اگر تم باتیں کم کیا کرو تو کام کے آدمی بن سکتے ہو۔"

"ناکام ہی رہنا چاہتا ہوں مس ریکھا۔ کیونکہ کامرانی ہاتھ پیر توڑ کر ایک طرف بٹھا دیتی ہے۔ آدمی واقعی کسی کام کا نہیں رہتا۔"

"اس کے بعد.....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر اس قسم کا کوئی اور سانپ شوروم میں موجود نہ ہو تو تم شوروم کے نگران سے اس کے سلسلے میں سوالات کر سکتے ہو۔ اس سانپ کے بارے میں پوچھ سکتے ہو کہ وہ انہی کے کارخانے کا تیار کردہ تو نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔" حمید نے کہا اور کافی کا گھونٹ لے کر ریکھا سے بولا۔ "تم شکر کم پیا کرو۔ ورنہ وزن بڑھ جائے گا۔"

"شکریہ تم اپنی فکر کرو۔"

"اپنی فکر نہ ہوتی تو تم سے کبھی نہ کہتا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ جلدی کرو۔ ورنہ شوروم بند ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد حمید فریدی کی لنکن ڈرائیو کر رہا تھا اور لیڈی انسپکٹر ریکھا اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ کیس ابھی باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہیں پہنچا۔" ریکھا نے کہا۔

"تمہارا خیال بالکل درست ہے۔"

"کیا افضل خان سے تم لوگوں کے تعلقات تھے؟"

"تم ٹھیک نتیجے پر پہنچی ہو۔"

"افواہ کے مطابق اگر واقعی اس میں کسی لمبے ہاتھ کا دخل ہے تو دشواری میں ضرور پڑو گے۔"

"کرنل جانیں۔"

"کہنے کا مطلب یہ تھا کہ.....!"

"ختم کرو۔ میری اور اپنی بات کرو۔"

"کسی دن پٹو گے میرے ہاتھ سے۔"

"اس سے ایک دن پہلے مجھے مطلع کر دینا۔"

"وہ کس لئے۔"

"آرٹ کونسل میں اپنے پٹنے کا انتظام کراؤں گا۔"

"وہ کس لئے۔"

"وہ کس لئے کا دورہ پڑا ہے شائد۔ وہ اس لئے کہ عورت کے ہاتھوں پٹنا اور بیوی کو پیٹ ڈالنا آرٹ ہے۔"

"عورت اور بیوی کا فرق بتاؤ.....؟"

"یہی کہ ایسی باتوں پر بیوی کو پیٹ ڈالتا لیکن تمہیں آنکھیں تک نہیں دکھا سکتا۔"

"کسی وقت تمہارا ذہن خالی بھی رہتا ہے۔"

"کس سے۔"

"انہی فضولیات سے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم مجھے اپنے بنگلے پر روک کر پھر کافی پلاؤ گی۔"

"ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ تم مجھے پرنس اسٹریٹ کے سرے پر اتار دینا۔"

"وہاں سے پیدل جاؤ گی۔"

"نہیں پرنس اسٹریٹ میں میرے ایک عزیز رہتے ہیں۔ ان سے ملتی ہوئی جاؤں گی۔"

"تمہاری مرضی۔"

"پھر کبھی گھر پر کافی بھی پلا دوں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ پرنس اسٹریٹ کے موڑ پر اس نے ریکھا کو اتار دیا اور آہستہ سے بولا۔

"اس کا ذکر کسی سے نہ آنے پائے کہ ہم اپنے طور پر اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"خدا حافظ.....!" کہہ کر حمید نے گاڑی آگے بڑھا دی پھر وہ ایلاسٹرز کے شوروم ہی کے سامنے رکا تھا۔ یہاں خاصی بھیڑ تھی۔ لوگ گھوم پھر کر شوکیسوں میں رکھی ہوئی آرائشی مصنوعات دیکھ رہے تھے۔ حمید بھی اسی قسم کا دوسرا سانپ شوکیسوں میں تلاش کرنے لگا۔ لیکن اسے مایوسی ہوئی۔ اس قسم کا کیا کسی طرح کا سانپ کہیں نہ دکھائی دیا۔

آخر اس نے اس کاؤنٹر کا رخ کیا جہاں ایک آدمی بیٹھا رقم کی وصولی کر رہا تھا۔

حمید نے وہ سانپ جیب سے نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا۔

''جی فرمائیے۔'' وہ حمید کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''ایسا کوئی اور موجود ہے آپ کے پاس۔''

''جی نہیں۔ آرڈر پر تیار ہو سکتا ہے.....اور یہ تو.....!'' وہ سانپ کو ہاتھ میں لے کر
ہوا بولا۔ ''یہ تو آج ہی ارجنٹ تیار ہوا تھا.....صرف تین گھنٹے میں۔''

''کس نے بنوایا تھا۔''

''یہ تو نہیں بتایا جا سکتا جناب۔'' وہ حمید کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

''حالانکہ آپ کو بتانا پڑے گا۔'' حمید نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے سا
رکھتے ہوئے کہا۔

اس نے کارڈ پر نظر ڈالی اور پھر حمید کی شکل تکتا ہوا بولا۔ ''جی ہاں اب تو بتانا ہی پڑے
یہ سانپ آپ ہی کے محکمے کے ایک آفیسر احمد کمال فریدی صاحب نے ارجنٹ تیار کرایا تھا۔''

''اچھا.....!'' حمید نے طویل سانس لی اور بولا۔ ''کوئی تحریری کارروائی بھی ہوئی تھی۔''

''جی ہاں..... بالکل۔ آرڈر بک نکالوں.....!''

''ضرور ضرور.....!''

اس نے آرڈر بک نکال کر وہ صفحہ کھولا جس پر اس سانپ کا آرڈر درج کیا گیا تھا۔

''یہ اس آفیسر کے دستخط ہیں جناب۔'' سیلز مین بولا۔

''یہ قطعی اس آفیسر کے دستخط نہیں ہیں۔ کیا آپ نے پہلے بھی کبھی اس آفیسر کو دیکھا تھا

''جی نہیں۔''

''ذرا حلیہ بتائیے۔''

''بھاری بھرکم اور خاصے معمر آدمی تھے۔''

''جی نہیں۔ کوئی اور تھا۔ کرنل صاحب نہ بہت بھاری بھرکم ہیں اور نہ بہت معمر۔''

''پھر اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جناب گاہکوں کے شناختی کارڈ تو دیکھتے نہیں ہیں

''ظاہر ہے۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''اور میں آپ کو کب الزام دے رہا ہوں۔ کیا آپ کا فون استعمال کر سکوں گا۔''

''ضرور.....ضرور.....!''

''اب آپ اپنے گاہکوں کو دیکھئے۔ کوئی خاص بات نہیں۔'' کہتے ہوئے حمید نے فون پر کوٹھی کے نمبر ڈائیل کیئے۔

دوسری طرف سے فریدی ہی کی آواز آئی اور حمید نے کہا۔ ''میں ایلاسٹرز کے شوروم سے بول رہا ہوں۔ یہ سانپ آج ہی تین گھنٹے میں ارجنٹ آرڈر پر تیار کرایا تھا۔ تیار کرانے والے کا نام آرڈر بک پر کرنل احمد کمال فریدی درج ہے اور کرنل صاحب نے اپنے دستخط بھی فرمائے ہیں۔ کوئی بھاری بھرکم اور بہت معمر آدمی تھے۔''

''بہت اچھے.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''تمہارا اسپائی کیمرہ موجود ہے تمہارے پاس۔''

''جی ہاں موجود ہے۔'' حمید کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹولتا ہوا بولا۔

''بس تو اس صفحے کی دو تین تصویریں لے کر چپ چاپ واپس آ جاؤ۔''

''بہت بہتر جناب!'' حمید نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

پھر اس نے جیب سے منا سا اسپائی کیمرہ نکالا اور اسے آنکھ سے لگا کر آرڈر بک پر جھک پڑا۔ سیلز مین اسکی طرف متوجہ ہوا تو وہ اپنا کام کر کے کیمرہ دوبارہ جیب میں ڈال رہا تھا۔

''کوئی گڑبڑ والی بات تو نہیں ہے جناب۔'' سیلز مین نے پوچھا۔

''نہیں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ لیکن آرڈر بک کے اس صفحے کی حفاظت تمہاری فرم کی ذمہ داری ہوگی۔''

''تب تو پھر ضرور.....!''

''نہیں.....اس کی ذمہ داری تم لوگوں پر عائد نہیں ہوتی۔ ویسے کیا آپ اس شخص کو دوبارہ دیکھنے پر شناخت کر سکیں گے۔''

"کیوں نہیں جناب۔ضرور کرسکوں گا۔"

"اچھا شکریہ۔" کہہ کر حمید نے سانپ اٹھا کر جیب میں ڈالا اور شوروم سے باہر نکل رہا تھا کہ ایک شعلہ جوالہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"سوری" کہہ کر آگے بڑھ جانا چاہا لیکن وہ بولی۔"ٹھہریئے۔"

حمید رک کر اس کی طرف مڑا اور ششدرہ رہ گیا۔لڑکی کیا تھی "مجھے ضرور دیکھو" کا اشتہار تھا۔

"فرمایئے.....!" اس نے کھنکار کر کہا۔

"کیا کچھ چرا کر بھاگ رہے تھے۔" وہ مسکرائی۔

"نہیں۔لیکن اب کچھ نہ کچھ ضرور گنوا بیٹھا ہوں۔"

"ابھی کچھ نہیں گنوایا۔لیکن شائد دو چار سال بعد.....!"

"جی.....میں نہیں سمجھا۔"

"یا اندر چلئے.....یا باہر.....یہاں راستہ روکے کھڑے رہنا مناسب نہیں۔"

"تو گویا آپ کمپنی چاہتی ہیں۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔میں تو آپ کے فائدے کی بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں۔"

"میں کوئی تاجر نہیں ہوں۔"

"ایک ذمہ دار آدمی تو ہیں۔"

"تو پھر باہر ہی چلئے۔میں سمجھ گیا شائد آپ میری ذمہ داریوں کے بوجھ کو کسی قدر ہلکا کرنا چاہتی ہیں۔"

"یہی سمجھ لیجئے۔" وہ فٹ پاتھ کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔حمید نے شانوں کو جنبش دی اور اس کے پیچھے چل پڑا۔چال بھی خاصی دلکش ہے۔اس نے سوچا۔

پھر وہ دونوں فٹ پاتھ کے سرے پر رک گئے۔

"فرمایئے۔" حمید نے کہا۔

"آپ کا مشغلہ کیا ہے۔" لڑکی نے پوچھا۔

"عموماً بیوقوف بنتا رہتا ہوں۔"

"بُرا مشغلہ نہیں ہے۔ایسے لوگ ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔لیکن آپ کب تک بے وقوف بنتے رہیں گے۔مستقبل پر بھی نظر رکھئے۔کل جب آپ کے قویٰ تھک جائیں گے تو کیا ہوگا۔"

"بہت بُرا ہوگا مس.....!"

"میرا نام صوفیہ ہے۔"

"اور میں ساجد حمید۔"

"نام بھی سمارٹ ہے۔" وہ ہنس کر بولی۔"لیکن مجھے اپنا نام ذرا بھی پسند نہیں۔کچھ متوفیہ متوفیہ سا لگتا ہے۔"

"ہرگز نہیں۔آپ تو زندگی سے بھرپور ہیں۔"

"اس طرح کب تک کھڑے رہیں گے.....وہ سامنے کیفے ہے۔وہیں کیوں نہ چلیں۔"

"آپ کی مرضی۔" حمید نے کہا۔یہ "آ بیل مجھے مار" قسم کی ملاقات اس کی فوری دلچسپی کا باعث بن گئی تھی۔سڑک پار کر کے دونوں کیفے نوروز میں پہنچے اور فیملی روم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

یہاں کی زیادہ تر میزیں خالی تھیں۔

"آپ کے لئے کیا منگواؤں۔" حمید نے پوچھا۔

"میں آپ کو ایکسپلائٹ کرنے نہیں لائی ہوں مسٹر ساجد۔"

"ارے نہیں۔میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔میں نے آپ کے چہرے سے پڑھ لیا تھا کہ آپ ایک شریف آدمی ہیں۔ورنہ کسی دوسرے کے ساتھ یہ خطرہ نہ مول لیتی۔"

حمید نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لئے کہا اور لڑکی سے بولا۔"آپ بتایئے میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"آپ نے اپنی زندگی کا بیمہ کرالیا ہے یا نہیں۔"

"کس کے لئے کراؤں۔ کوئی آگے پیچھے تو ہے نہیں۔"

"کوئی بھی نہیں۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں..... آج تک وہ حرکت ہی نہیں کی جس سے کنبہ بڑھتا ہے۔"

"یعنی آپ غیر شادی شدہ ہیں۔"

"جی ہاں اور آئندہ بھی رہنے کا ارادہ ہے۔"

"لیکن خود آپ کی پہاڑ سی زندگی؟ اگر بڑھاپے میں بیمے کی رقم ملی تو آپ بہتر طور زندگی بسر کرسکیں گے۔"

"تو آپ انشورنش ایجنٹ ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"اور اسی طرح راہ چلتے پالیسیاں تقسیم کرتی ہیں۔"

"میں کیا کروں۔ اگر ٹارگٹ پورا نہ ہو تو ترقی رک جائے گی۔"

"کتنے کا ٹارگٹ ہے۔"

"چھ لاکھ کا۔"

"کتنا کور کر چکی ہو۔"

"ڈھائی لاکھ۔"

"ابھی تو بہت باقی ہے۔"

"جی ہاں اور میں اس سلسلے میں پریشان ہوں۔"

"تو کیا صرف ایلاسٹرز ہی کو فیلڈ بنا رکھا ہے۔"

"بس کیا بتاؤں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح ٹارگٹ پورا کرلوں۔"

"آپ کے والد کیا کرتے ہیں۔"

"والد ہی ہوتے تو کیوں اس دشواری میں پڑتی۔ ایک بوڑھی ماں اور چار چھوٹے

بھائیوں کی ذمہ داری ہے مجھ پر۔"

"اوہ..... افسوس ہوا۔"

اتنے میں کافی آگئی اور حمید نے ویٹر کے چلے جانے کے بعد کہا۔ "آپ مجھے اپنا پتہ یا فون نمبر دے دیجئے۔ اس سلسلے میں مجھ سے جو کچھ ہوسکا ضرور کروں گا۔"

"آپ کیا کرتے ہیں۔"

"سرکاری ملازم ہوں۔"

"تب تو آپ کی پالیسی ضرور ہوگی۔"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آج تک کاغذات بھی نہیں دیکھے۔ محکمے ہی کی طرف سے سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔"

"خیر تو آپ میری مدد کریں۔"

"جو کچھ ہوسکا ضرور کروں گا۔"

"لائیے..... میں کافی بناؤں۔" لڑکی نے کہا اور پیالیاں اپنی طرف کھسکاتی ہوئی بولی۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ میرے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ نصیحتیں کرے۔ اول تو یہی کہ اسے خود کو اس طرح اشتہار بنائے نہ پھرنا چاہئے اور بزنس تلاش کرنے کا یہ طریق کار بھی مناسب نہیں۔

"لیجئے.....!" وہ کافی کی پیالی اس کی طرف کھسکاتی ہوئی بولی۔

"شکریہ۔" حمید نے پیالی کی کنڈی میں انگلی ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ بزنس کے لئے یہ طریق کار ترک کر دیجئے۔"

"یقین کیجئے آپ پہلے آدمی ہیں۔ میں خود بھی نہیں جانتی کہ مجھ سے یہ حرکت کیوں سرزد ہوگئی۔ میں تو وہاں اپنی چھوٹی بہن کے لئے ایک گڑیا خریدنے گئی تھی۔"

"پھر بھی آئندہ محتاط رہئے گا۔"

"بالکل مجھے خود بھی اپنے اس رویئے پر افسوس ہے۔" اس نے کہا اور کافی کا گھونٹ لے

کر بولی۔ ''شرمندگی ہے لیکن پہلے آپ یہ ضرور سمجھے ہوں گے کہ میں کوئی آوارہ لڑکی ہوں۔''

''نہیں خیر..... یہ تو نہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ آہستہ آہستہ ہم سب ایسے ہی ہوتے جارہے ہیں۔''

''میں سمجھ گئی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ پھر اچانک آنکھیں پھاڑ کر لڑکی کی طرف دیکھا۔ اس کی شکل دھندلی ہوتی جارہی تھی۔

''کک..... کیا آپ کچھ محسوس کررہی ہیں۔'' وہ بدقت بولا۔

''جج..... جی ہاں..... پتا نہیں کیوں..... سس..... سر چکرانے لگا ہے۔''

''اچھا.....!'' حمید نے اٹھنے کی کوشش کی..... لیکن اٹھ نہ سکا۔ سر شدت سے چکرا رہا اور آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں اور اب اس فیملی روم میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ لڑکی آگے جھک کر اسے دیکھنے لگی۔ آہستہ سے آواز بھی دی۔ لیکن حمید کی آنکھیں نہ کھلیں۔ ادھر اُدھر دیکھ کر وہ اٹھی اور اس کی جیب سے ربر کا سانپ نکال کر اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ کیفے سے نکل چلی گئی تھی۔

حمید اسی طرح کرسی کی پشت گاہ سے ٹکا رہ گیا تھا۔ آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ کچھ لوگ اور بھی فیملی روم میں آئے اور آس پاس کی میزوں کے گرد بیٹھ گئے۔ لیکن حمید کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ پھر وہ ویٹر آیا جس نے کافی سرو کی تھی اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا سو گئے جناب۔'' اس نے آہستہ سے کہا لیکن وہ چونکا تک نہیں۔ پھر اس نے قدرے بلند آواز میں مخاطب کیا مگر نتیجہ وہی صفر۔ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔

اور ذرا ہی دیر میں بھانت بھانت کی بولیاں سنائی دینے لگی۔ کسی نے مرگی کا دورہ قرار دیا اور کوئی بہت زیادہ پی کر آؤٹ ہوجانے کی بات کرنے لگا۔ ایک ڈیوٹی کانسٹیبل بھی بلالیا گیا اور جب اس نے بے ہوش کا پتہ معلوم کرنے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو شناختی کارڈ بھی مل

گیا۔ جسے وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا۔ پھر آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں سے بولا۔

''بھیڑ نہ لگائیے۔ ہٹ جائیے۔''

''کون ہے..... کیا ہے.....!'' کسی نے پوچھا۔

''اپنا کام کیجئے۔'' کانسٹیبل بھنا کر بولا۔ ''آپ کو کیا۔'' اس نے کیفے ہی سے اپنے پولیس اسٹیشن کو فون کر کے اس واقعہ کی اطلاع دی اور وہاں سے ہدایت ملنے پر پھر حمید کے قریب ہی آ کھڑا ہوا۔ شناختی کارڈ دوبارہ اس کی جیب میں رکھ دیا تھا۔ پھر جیسے ہی پولیس اسٹیشن کا انچارج وہاں پہنچا حمید کے جسم میں جنبش ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن شاید اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا اور یہ بیداری بھی خواب ہی لگ رہی تھی۔

علاقے کے پولیس اسٹیشن کا انچارج اسے پہچانتا تھا۔ جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

''کیپٹن..... کیپٹن اب طبیعت کیسی ہے۔''

حمید نے زور زور سے سر کو جھٹکے دیئے اور پھر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ ساعت بھی معمول پر آتی جارہی تھی اور اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا اور جیبیں ٹٹولنے لگا۔

''کیوں، کیا کچھ غائب ہوگیا ہے کیپٹن۔'' انچارج نے پوچھا۔

''نن..... نہیں..... سب ٹھیک ہے۔'' حمید جلدی سے بولا۔ ''پتہ نہیں کیوں یک بیک سر چکرایا تھا۔''

''مجھے جیسے ہی ڈیوٹی کانسٹیبل نے اطلاع دی دوڑا چلا آیا۔''

''بہت بہت شکریہ انسپکٹر۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ ادھر کئی دنوں سے مجھے یہ شکایت ہوگئی ہے۔''

''آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔''

''ہاں..... میں کچھ دنوں کے لئے باہر چلا جاؤں گا۔''

''اگر آپ کہیں تو میں آپ کو کوٹھی تک پہنچا دوں۔''

''نہیں شکریہ۔ باہر گاڑی موجود ہے۔''

''آپ کو یقین ہے کہ ڈرائیو کر سکیں گے۔''

''اوہ..... میں بالکل فٹ ہوں۔'' حمید خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

اب یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا، بات پوری طرح سمجھ میں آ گئی تھی۔

کسی نہ کسی طرح ان لوگوں سے پیچھا چھڑا کر بل کی رقم ادا کی اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ وہ سانپ اڑا لے گئی تھی، لیکن آخر اس سانپ کی کیا اہمیت تھی؟ بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلا کر کوٹھی تک پہنچا۔ فریدی لائبریری میں تھا۔

''اتنی دیر کیوں لگائی؟'' اس نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''سانپ کو ضائع کرنے بیٹھ گیا تھا۔''

''کیا مطلب.....؟''

اور حمید نے اپنے بیوقوف بننے کی داستان دہرادی۔ فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''آپ ہنس رہے ہیں؟'' حمید بھنا کر بولا۔

''تم اتنے بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔''

''یعنی..... یعنی کہ کوئی بات ہی نہیں۔''

فریدی نے سر کو منفی جنبش دی۔

''کمال ہے۔ میں سمجھا تھا کہ آپ پھاڑ کھائیں گے۔''

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے تو اسی وقت صبر آ گیا تھا جب یہ اطلاع ملی تھی کہ '' سانپ کسی کرنل احمد کمال فریدی نے آج ہی آرڈر پر تیار کرایا تھا۔''

''یا میں ہی گھامڑ ہو گیا ہوں یا آپ اپنا مافی الضمیر نہیں سمجھا پا رہے۔''

''پہلی ہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ اس میں سمجھنے کو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''گھامڑ ہی سمجھ کر وضاحت فرما دیجئے۔ میرے پلے کچھ نہیں پڑا۔''

''اور میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔''

''یہی کہ جسے ہم راز سمجھتے رہے ہیں وہ پہلے ہی طشت از بام ہو چکا تھا۔ یعنی کہ افضل خان مرحوم کی وہ خواہش انسپکٹر فریدی ہی تک محدود نہیں تھی کہ کسی حادثے کی صورت میں آپ کو اطلاع دی جائے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے، ورنہ اتنی تیز رفتاری سے یہ واقعات ہرگز پیش نہ آ سکتے۔''

''خود انسپکٹر زیدی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟''

''ممکن ہے کہ اس نے مجرموں سے بھی رابطہ رکھا ہو۔''

''میں یہی کہنا چاہتا تھا۔''

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ افضل خاں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کسی اور سے بھی کیا ہو اور اس نے مجرموں کو آگاہ کر دیا ہو۔''

''پھر انسپکٹر زیدی ہی پر زور دینے میں کیا حرج ہے۔''

''اس زاویئے سے بھی دیکھ لیں گے۔ لیکن اس اسٹیج پر نہیں۔''

''بہرحال اس وقت انسپکٹر زیدی کے علاوہ اور کوئی ہمارے سامنے نہیں ہے۔''

''شہر کی نمایاں قسم کی خواتین کے بارے میں تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ کسی دردانہ شاہد کو بھی جانتے ہو۔''

''کیوں نہیں.....! ایک مالدار بیوہ ہے۔ ہمایوں روڈ پر رہتی ہے۔ اس کا شوہر کینیا کا بہت بڑا تاجر تھا۔ وہ یہاں آ گئی ہے اور کینیا سے سارا سرمایہ ادھر منتقل کر لینے کے چکر میں ہے۔''

''خاصی معلومات رکھتے ہو۔ لیکن اس کے پڑوسی اسے ایک پُر اسرار عورت سمجھتے ہیں۔ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کا ذریعہ معاش کیا ہے۔''

''ہوسکتا ہے کہ وہ خود ہی کوشش کر رہی ہو کہ اسے پُراسرار سمجھا جائے۔ لیکن اچانک اس کا ذکر کیوں نکل آیا۔''

فریدی اُسے بتانے لگا کہ کس طرح انسپکٹر زیدی نے اپنا تعاقب کئے جانے کی اطلاع دی تھی، اور آخر میں تعاقب کرنیوالی گاڑی ہمایوں روڈ کی ستائیسویں کوٹھی میں داخل ہوئی تھی۔

"اس کا امکان ہے کہ اس نے اپنا سرمایہ یہاں اسمگل کرنے کے لئے کسی بڑے افسر سے گٹھ جوڑ کرلیا ہو۔ کینیا کی حکومت تو اس کی اجازت دینے سے رہی۔" حمید نے کہا۔

"تو یہاں اس کا قیام عارضی ہے یا اس نے نیشنلٹی حاصل کرنے کے لئے درخواست دے رکھی ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"مجھے اس کا علم نہیں۔ کل معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"بہرحال کبھی کبھی تمہاری زن آگاہی سے بھی فائدہ پہنچ جاتا ہے۔"

"اسے لکھ لیجئے کہ عورتیں معلومات کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مجھے دردانہ کے بارے میں اسی کے حلقے کی ایک عورت نے بتایا تھا۔"

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور فریدی کریڈل سے ریسیور اٹھا کر بولا۔ "فریدی اسپیکنگ.....!"

دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔ "کیا خیال ہے۔ ہاتھ اٹھاتے ہو اس کیس سے یا بھرے بازار میں اپنی رسوائی چاہتے ہو۔ نہیں کرنل فریدی۔ تم یہ کال ٹریس نہ کرسکو گے اور یہ میری آخری وارننگ ہے۔"

اور پھر رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

مجذوب

فریدی ریسیور ہاتھ میں لئے کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں میں حمید نے عجیب سی چمک دیکھی۔ ہونٹوں میں کچھ اس قسم کا کھنچاؤ نظر آیا جیسا عموماً اظہار تنفر کے لئے پیدا ہوتا ہے۔

"کیا بات ہے۔ کس کی کال تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"اوہ کچھ نہیں۔" کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"میں یقین نہیں کرسکتا کہ وہ کوئی معمولی کال تھی۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔ غیر معمولی کال تھی۔"

"غالباً دھمکی۔"

"سب کچھ تو پڑھ لیا ہے تم نے میرے چہرے پر" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"کون تھا.....؟"

"کس میں اتنی جرأت ہے حمید صاحب کہ علانیہ مجھے دھمکی دے سکے۔ اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کون ہے۔ بس مشورہ دیا تھا کہ میں اس کیس سے ہاتھ اٹھا لوں ورنہ سرِ بازار رسوائی نصیب ہوگی۔"

"بات تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔" حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

"خیر دیکھیں گے۔ ہاں اس دردانہ شاہد کے بارے میں کچھ بتاؤ۔"

"قاسم کے ٹکر کی ہے۔"

"مالی اعتبار سے یا.....!"

"جی نہیں۔ جسامت کے اعتبار سے بھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال ہوگی۔"

"پھر کیا خیال ہے۔"

"تو آپ اجازت دیتے ہیں قاسم گردی کی۔"

"ضرورتاً اجازت دی جاتی ہے۔ لیکن تم خود دور ہی رہو گے۔ ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔"

"میں ہی دور رہا تو بات کیسے بنے گی۔"

"کسی طرح ان دونوں کا سامنا کرادو۔"

"غالباً آپ یہ چاہتے ہیں کہ دردانہ اس ملاقات کے محرک سے آگاہ نہ ہو پائے۔"

"ہاں میں یہی چاہتا ہوں۔ کوئی ایسی تدبیر کہ جائے ملاقات پر تم موجود نہ ہو۔"

"اچھی بات ہے میں سوچوں گا۔"

"دونوں ہی سمجھیں کہ ملاقات اتفاقیہ تھی۔"

"لیکن ابھی تک اس سانپ کا چکر میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"اس حرکت کا مقصد" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ جرائم
کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔ مجھے یہی تاثر دینا چاہتا ہے۔"

"اصل سانپ خود اسی نے جائے واردات سے غائب کرادیا۔"

"یہی بات ہے.....؟"

"ضروری نہیں تھا کہ آپ کو مردہ سانپ کی تلاش ہوتی۔"

"وہ میرے معمولات اور میری دلچسپیوں سے آگاہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ
سانپوں سے دلچسپی ہے میں یہ ضرور معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ سانپ کہاں
حاصل کیا گیا تھا۔ لہٰذا مجھے چڑھانے کے لئے اس نے ربر کے سانپ والی حرکت کرڈا
تمہاری کال آنے کے بعد میں نے بھی فون پر اس سیلز مین سے گفتگو کی تھی اور اس نتیجے
تھا کہ افضل خاں کی موت سے دو گھنٹے قبل اس سانپ کے لئے آرڈر بک کرایا گیا تھا۔ اسی
میں نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ زیدی جس بات کو صرف اپنی ہی ذات تک محدود سمجھتا تھا
اور کے علم میں بھی تھی۔"

"یقیناً ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"لیکن ان تینوں افراد کو اپنے تعاقب کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ ورنہ وہ براہِ راست دردانہ کی
میں ہرگز نہ جاتے۔ ویسے شائد مجھے پہچانتے تھے۔ لہٰذا مجھ پر نظر پڑتے ہی فرار ہوگئے تھے۔"

"تو اب کیا خیال ہے؟"

"فی الحال آرام کرو۔ میں بھی سونے جارہا ہوں۔" فریدی نے کہا اور اٹھ گیا۔

خواب گاہ میں پہنچ کر شب خوابی کا لباس بھی نہیں پہننے پایا تھا کہ یہاں کے فون کی
بجی۔ ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو..... فریدی اسپیکنگ.....!"

"بلیک تھرٹین سر۔ بی سکس نے اطلاع دی ہے کہ کسٹمز انٹیلی جنس کے انسپکٹر زیدی
بنگلے کے سامنے ایک جیپ آکر رکی ہے جس پر مسلح افراد موجود ہیں۔"

"بی سکس کے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔"

"دو افراد جناب۔ مسلح افراد کا انداز ایسا ہے جیسے مار دھاڑ کرنے یا کسی کو زبردستی اٹھالے
نے کا ارادہ رکھتے ہوں۔"

"بی سکس سے کہو کہ پوزیشن لئے رہے اگر انہیں کوئی غلط قدم اٹھاتے دیکھے تو فائرنگ
وع کرادے۔ کسی احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اگر وہ دور سے صرف اشتعال انگیزی کرکے رخصت ہوجائیں تو بی سکس کو چاہئے کہ
دکو اس معاملے سے دور ہی رکھے۔ حتیٰ کہ ان کا تعاقب کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔ اسے صرف اسی صورت میں ایکشن لینا چاہئے جب وہ انسپکٹر کے
بلے پر چڑھائی کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں۔"

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی اور لباس تبدیل کرنے کا ارادہ ملتوی
ردیا۔

دوسری طرف حمید اپنی خواب گاہ کے فون پر قاسم کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ رابطہ قائم
نے پر غالباً کسی ملازم کی آواز آئی تھی۔

"کیا مسٹر قاسم موجود ہیں۔" حمید نے سوال کیا۔

"آپ کون صاحب ہیں۔" دوسری طرف سے بھی سوال کیا گیا۔

"حمید.....!"

"ارے کپتان صاحب جی۔" دوسری طرف سے ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔

"کیا بکواس ہے۔ میں پوچھ رہا ہوں قاسم ہے۔"

"بالکل ہیں صاحب اور بھینس کے پائے پکا رہے ہیں۔ بیگم صاحب نے کچن میں
منع کردیا تھا۔ اس لئے لان پر دیگ چڑھائی ہے۔ آپ بھی آجایئے صاحب جی۔

جشن ہو جائے گا۔''

''فضول باتیں مت کرو۔ اسے اطلاع دو کہ میری کال.....!''

''اچھا صاحب جی ہولڈ کیجئے۔''

حمید ریسیور کان سے لگائے بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اسی ملازم کی آواز آئی۔

''وہ کہہ رہے ہیں ٹھینگے سے۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔'' حمید غصیلے لہجے میں بولا۔

''خدا کی قسم صاحب .....جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ میں نے انہیں اطلاع دی۔ انہوں اور ٹھینگے سے کہہ کر دیگ میں گھوٹا چلانے لگے۔''

''خود ہی پکا رہا ہے۔''

''جی صاحب۔''

حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ گھڑی دیکھی۔ دس بج رہے تھے۔ سوچنے لگا کہ جائے دوڑ۔ خاصی دلچسپی رہے گی۔ قاسم کی بیوی کو اس کے خلاف تاؤ دلا کر بھینس کے والی تقریب کو مزید دلچسپ بنایا جا سکے گا۔ لیکن پھر اچانک ہمت ٹوٹ گئی۔ عجیب سی ذہنی میں مبتلا ہو کر رہ گیا تھا۔ پتا نہیں اس ناہنجار لڑکی نے کافی میں کس قسم کی نشہ آور چیز پلائی ہوش میں آجانے کے بعد سے اب تک طبیعت میں پہلی سی جولانی نہیں پیدا ہو سکی تھی۔

تھکے تھکے سے انداز میں لباس تبدیل کیا اور بستر پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر غالباً اونگھنے کہ فون کی گھنٹی بجی۔

ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا اور دوسری طرف سے قاسم کی غوں غوں سننے لگا۔

''قیا بات ہے۔'' وہ پوچھ رہا تھا۔

''اب تو کوئی بات نہیں۔'' حمید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''پھر قیوں فون کیا تھا۔''

''تمہیں یاد دلانا چاہتا تھا کہ تم مرد ہو۔''

''قیا بات ہوئی۔''

''اور ہر مرد دوسری شادی کر سکتا ہے۔''

''اے جاؤ۔ میں خود اپنے شوق میں پائے پکا رہا ہوں۔ چار بیویاں ہوتیں تب بھی خود ہی پکاتا۔''

''اس کی بات نہیں ہے۔''

''پھر قیا بات ہے۔''

''تمہارے ہی طبقے کی ایک بے حد شاندار عورت ہے۔''

''اے جاؤ۔ میرے طبقے میں عورت ہوتی ہی نہیں۔''

''خیر..... یہ تو ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن میں جس عورت کی بات کر رہا ہوں وہ جسامت کے اعتبار سے تمہارے ہی قبیلے سے معلوم ہوتی ہے۔''

''اچھا.....!'' قاسم چہک کر بولا۔ ''قہاں ہے.....قون ہے۔''

''کینیا سے آئی ہے۔''

''مت بکواس کرو۔'' قاسم دہاڑا۔

''کینیا کسی دوسری زبان کی گالی نہیں ہے۔ آخر آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہو۔''

''اللہ کرے تم مر جاؤ۔ گارت ہو جاؤ۔''

حمید نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ''کیا قصہ ہے۔''

''تم کیوں میری ٹوہ میں رہتے ہو۔''

''کیا مطلب.....؟''

''دردانہ سے دور رہنا۔ ورنہ ٹانگیں چیر کر پھینک دوں غا۔'' قاسم کی غصیلی آواز آئی۔

''اوہ.....تو تم اسے جانتے ہو۔''

''جانتا نہیں تو کیا یہ پائے تمہارے ابا کے لئے پقا رہا ہوں۔''

''دردانہ کے لئے پکا رہے ہو۔ ارے تو کیا اس حد تک بات بڑھ چکی ہے۔''

''بس بس..... تم دور ہی رہنا۔ نہیں تو پچھتاؤ گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں دور ہی رہوں گا۔''

''میں پوچھتا ہوں کہ تم اسے قیوں جانتے ہو۔'' قاسم غرایا۔

''ابے تو کیا جاننے پر بھی کوئی پابندی ہے۔''

دوسری طرف سے قاسم بولا۔ ''تمہارے جاننے پر پابندی ہے۔''

حمید کو ہنسی آ گئی اور قاسم پھر کلکلایا۔ ''ہاں ہاں ہنسو..... خوب ہنسو..... اللہ نے چاہا تو منہ میں کیڑے پڑیں گے تمہارے۔''

''آخر تم اس طرح پاگل کیوں ہو رہے ہو۔''

''تم کیوں رہتے ہو میری ٹوہ میں برادران لا۔'' قاسم پھر دہاڑا۔

''اتنے زور سے نہیں۔ لائن ڈیڈ ہو جائے گی۔'' حمید نے کہا۔

''میں کہتا ہوں اگر اس بار تم نے قوئی گھپلا قیا تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''میں سمجھ گیا۔ تم شاید پہلے ہی دردانہ سے مل چکے ہو اور اس سے متاثر بھی ہوئے ہو۔ چلو اچھی بات ہے۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''قیا چاہتے تھے۔'' قاسم کی آواز آئی۔ لیکن اس بار لہجہ کسی قدر نرم تھا۔

''میں نے سوچا تھا کہ مالدار بھی ہے اس لئے تمہارے والد صاحب کو کوئی اعتراض بھی نہ ہوگا۔''

''کس بات پر اعتراض نہ ہوگا۔''

''دوسری شادی پر۔''

''کس کی دوسری شادی پر.....؟''

''ظاہر ہے کہ تمہاری دوسری شادی پر۔ میں ان کی دوسری شادی کی بات نہیں کر رہا۔''

''انہیں اعتراض ہوگا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ پھر بھی میری جان جلا رہے ہو۔''

''کوئی تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔''

''تم جھوٹے ہو برادران لاء۔ تمہاری تدبیر ہمیشہ ہی اوندھا قر دیتی ہے۔''

''ہمیشہ تمہیں غلط فہمی ہوتی ہے۔ ورنہ میں تو ہمیشہ بصد خلوص تمہاری مدد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔ آ جاؤ۔ پایوں کا نمک بھی چکھ لینا۔''

''اس وقت تو میرے فرشتے بھی نہیں آ سکتے۔ صبح پر رکھو۔''

''اچھی بات ہے۔ لیکن دیکھو بیٹا۔ اگر اب کے قوئی چار سو بیسی تم نے میرے ساتھ کی تو اچھا نہیں ہوگا۔''

''بے فکر رہو۔'' حمید ریسیور رکھ کر لیٹ گیا۔ پھر سونے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن نیند نہیں آئی۔ حتیٰ کہ ساڑھے گیارہ بج گئے۔ اعصاب پر جو تھکن طاری تھی اس کا بھی اب دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

بستر سے اٹھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ کافی کا ایک کپ ہی ہو جائے۔ کمرے سے نکل کر کچن کی طرف چل پڑا۔ غیر متوقع طور پر کچن میں روشنی نظر آئی۔

''اوہ تو تم ابھی تک جاگ رہے ہو۔'' کچن میں قدم رکھتے ہی فریدی کی آواز آئی۔

وہ بھی شائد کافی ہی کے لئے کچن میں آیا تھا۔ ناوقت کبھی ملازموں کو تکلیف نہیں دیتا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد اگر کافی یا چائے کی خواہش ہوتی تھی تو خود ہی تیار کرتا تھا۔

''غالباً ہمیں ایک ساتھ ہر تکلیف ہوتی ہے۔'' حمید نے کہا اور میز کی دوسری جانب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تمہیں کیا تکلیف ہے۔''

''قاسم بھینس کے پائے پکا رہا ہے۔''

''جانا چاہتے ہو۔''

''نہیں..... کافی پیوں گا اور وہ دردانہ سے مل چکا ہے۔ شائد اسی کی فرمائش پر پائے بھی پک رہے ہیں۔''

''فی الحال اس قصے کو یہیں چھوڑ دو۔'' فریدی نے دوسرے کپ میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔

''کیا کوئی نیا قصہ نکل آیا ہے۔''

''شاید انسپکٹر زیدی نے مجھ سے بھی کچھ چھپایا ہے۔'' فریدی نے دوسرے کپ میں کافی انڈیلتے ہوئے کہا۔

پھر وہ اسے بلیک تھرٹین سے ملی ہوئی اطلاع کے بارے میں بتانے لگا۔

''اور وہ جیپ اب بھی زیدی کے مکان کے سامنے موجود ہے۔'' حمید نے سوال کیا۔

''اگر حالات میں کوئی تبدیلی ہوئی ہوتی تو وہ ضرور مجھے اطلاع دیتا۔''

''کیا خیال ہے خود چیک کریں۔''

''جلد بازی ٹھیک نہیں ہے۔'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''مجرم اچھی طرح جانتا ہی کہ میں نے زیدی کی حفاظت کا انتظام ضرور کیا ہوگا۔ اس کے باوجود بھی وہ اتنا دلیر ہو رہا ہے۔ گویا چاہتا ہے کہ ان لوگوں سے چھیڑ چھاڑ کی جائے جو اس وقت قیدی کے مکان کے سامنے اس جیپ میں موجود ہیں۔ اطلاع کے مطابق وہ پانچوں افراد مسلح بھی ہیں۔ آخر وہ وہاں کیا کر رہے ہیں۔ جس ارادے سے آئے ہیں اسے عملی جامہ کیوں نہیں پہناتے۔''

''یقیناً سوچنے کی بات ہے۔''

فریدی نے کافی کے دو گھونٹ لئے اور سگار سلگانے لگا۔ پھر پے درپے کئی چھوٹے چھوٹے کش لے کر بولا ''زیدی میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''حالانکہ وہی یہ کہانی آپ تک لایا تھا۔ آخر کس نکتے کی بناء پر آپ اس سے غیر مطمئن ہیں۔''

''چلو یہاں سے بات شروع کرتے ہیں کہ افضل خان نے کسی اچانک حادثے کا شکار ہونے کی صورت میں اُس سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اس کی اطلاع براہِ راست مجھے دے۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حادثے کے ذمہ دار تک میری رہنمائی کرنا چاہتا تھا۔''

''جی ہاں ظاہر ہے۔''

''لیکن کسی اشارے کے بغیر یہ کیونکر ممکن ہے۔ زیدی کے رویے میں بھی کوئی ایسا اشارہ ملا جس کی بناء پر میں مجرم تک پہنچ سکوں۔ حد یہ ہے کہ وہ مجھے اس انفارمر کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکا جس کی اطلاع پر افضل خان اُس پارٹی کے مال کیلئے گھات لگایا کرتا تھا۔''

''واقعی..... یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔''

''لہٰذا دو ہی صورتیں ہوسکتیں ہیں۔ یا تو زیدی خود ہی انفارمر کی شخصیت کو چھپا رہا ہے یا جرم کا اصل آلہ کار بھی ہے۔ یعنی خود ہی انفارمر کا رول بھی ادا کرتا رہا ہے۔''

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ افضل خان کا معتمد بھی تھا اور مجرم سے بھی ملا ہوا تھا۔''

''فی الحال یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔''

''لیکن اگر مجرم سے ملا ہوا تھا تو پھر اسے آپ کے پاس آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ کیا افضل مر جانے کے بعد اُس سے پوچھ سکتا کہ اس نے اس کی خواہش کیوں نہ پوری کی۔''

''اچھا سوال ہے؟ اور اسی نکتے کی بناء پر میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ زیدی کی اس خواہش م زیدی کے علاوہ اور کسی کو بھی تھا اور محض اسی کے خیال سے اسے مجھ تک آنا ہی پڑا۔''

''تو پھر ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں ہی کو اس کا علم رہا ہو۔ جواب اس دنیا میں نہیں۔''

''عین ممکن ہے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

''اس نظریئے کے تحت تو واقعی یہ سب کچھ ڈرامہ ہی لگتا ہے۔ یعنی زیدی کا تعاقب اور وقت اس کے مکان کے سامنے اُس جیپ کی موجودگی۔''

''اور اسی لئے میں فوری طور پر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔''

''لیکن اگر زیدی کسی وجہ سے صرف انفارمر کا نام چھپا رہا ہو تو۔''

''تب بھی یہ نہ بھولو کہ اس مصنوعی سانپ کا آرڈر افضل خان کی موت سے دو گھنٹے قبل گیا تھا۔ یعنی اس صورت میں مجرم اس سے واقف تھا کہ زیدی اس کی موت کے بعد سیدھا ے ہی پاس آئے گا۔''

"خاصا الجھا ہوا معاملہ ہے۔" حمید سر ہلا کر بولا۔

"اس لئے کافی پی کر پھر سونے کی کوشش کرو۔"

"ایکسپلوسیوز کے ایکسپرٹ کی کیا رپورٹ ہے۔"

"وہ بھی صبح ہی کو مل سکے گی۔"

"اور وہ قاسم کے سلسلے میں جو بات ہوئی تھی۔"

"اگر وہ خود ہی دردانہ سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو فی الحال اُ
دور ہی رہنا بہتر ہوگا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ پائپ اور تمباکو خواب گاہ میں چھوڑ آیا
کافی پینے کے بعد تمباکو نوشی کی خواہش ہوئی تھی۔ فریدی کو کچن ہی میں چھوڑ کر وہ خواب
چلا آیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز ہی پر فریدی سے ملاقات ہوئی تھی۔

"دو بجے تک وہ جیپ وہیں کھڑی رہی تھی۔" فریدی نے اسے بتایا۔

"اور اس کے بعد۔"

"چلی گئی تھی۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے نگرانی کرنے والوں کو ہدایت کی تھی کہ ا
لوگ کوئی حرکت کریں تبھی دخل اندازی کی جائے۔ ورنہ نہیں۔"

"جیپ کا تعاقب تو کیا ہی گیا ہوگا۔"

"نہیں! پرامن طور پر رخصت ہو جانے کی صورت میں تعاقب کرنے سے بھی روک دیا

"آپ کا رویہ بھی حیرت انگیز ہے۔"

"قطعی نہیں! ڈرامے کو اسٹیج ہی تک محدود رہنا چاہئے۔ تماشائی اداکاروں کے پیچھ
جاتے۔"

"تو گویا آپ کو زیدی کے بھی ملوث ہونے کا یقین ہے۔"

"فی الحال مفروضہ ہی سمجھو۔"

"آپ کھل کر بات نہیں کر رہے۔"

"کسی خاص نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہی کھل کر بات کرتا ہوں۔"

"تو پھر میری چھٹی۔"

"نہیں۔ تم اس لڑکی کو تلاش کر سکتے ہو جس نے پچھلی شام تمہیں اُلو بنایا تھا۔"

"آخر میں کہاں تک ایسی لڑکیوں کو ڈھونڈتا پھروں گا جو مجھے ہر شام اُلو بناتی ہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اس کی تلاش میں وقت ضائع کرنے کی بجائے میں آج یہ حق اور کسی کو دوں گا۔"

ناشتے کے بعد فریدی نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد پھر ڈائننگ روم میں واپس آ گیا تھا۔ جہاں حمید بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا۔

"ایکسپلوسیوز کے ماہر کی رپورٹ کے مطابق یہ دھماکہ لائبریری ہی کی حدود میں ہوا تھا۔" اس نے اطلاع دی۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس وقت نہیں ہوا جب میں وہاں موجود تھا۔" حمید نے طویل سانس لے کر بولا۔

"حالانکہ بم اس وقت وہیں موجود تھا۔"

"کیا زیدی کے مکان کی نگرانی اب بھی جاری ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"وہ تو جاری ہی رہے گی۔"

"آپ نے اسے فون نہیں کیا۔"

"اُس کے مکان میں فون نہیں ہے۔"

"تو آپ اُس پر بھی یہی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی نظروں میں مشتبہ ہے۔"

"نہیں میں خود جاؤں گا۔ اُس کی طرف خیریت دریافت کرنے اور یہ پوچھنے کہ اس نے میڈیکل لیو کے لئے درخواست روانہ کر دی یا نہیں۔"

"تو میں یہ سمجھ لوں کہ وہ پوری طرح آپ کے شبہات کی گرفت میں آ گیا ہے۔"

''فی الحال کچھ بھی سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''دفتر کس وقت چلیں گے۔'' حمید نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

''دفتر شاید دیر سے پہنچیں۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''کیا تم افضل خان کی والدہ کی تدفین میں شرکت نہیں کرو گے۔''

''اوہ! میری شرکت ضروری ہے۔''

''مسٹر بھٹی کی کال آئی تھی۔ دس بجے تدفین ہوگی۔''

''تو پھر چلنا چاہئے۔''

''جنازہ مسٹر بھٹی کے بنگلے سے اٹھے گا۔''

تھوڑی دیر بعد فریدی کی لنکن کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ حمید اگلی سیٹ پر اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا۔ ''عجیب زندگی ہے ہماری بھی۔ ہم وہاں بھی اس فکر میں رہیں گے کہ ہمیں مزید معلومات حاصل ہوسکیں۔''

''پھر اس کے علاوہ اور کیا ہونا چاہئے۔'' فریدی نے کسی قدر تلخ لہجے میں پوچھا۔

''مطلب یہ ہے کہ تمہارا تمام تر رویہ تعزیتی نہ ہوگا۔''

''سوال یہ ہے کہ وہاں غمزدہ کون ہوگا۔ وہ ایک لاوارث لاش کی طرح دفن کی جائے گی۔ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔

بھٹی کے بنگلے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ جنازہ قبرستان کی طرف لے جایا جا چکا ہے۔

''کیا آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہمارا انتظار کیا جائے۔'' حمید نے پوچھا۔

''میں یہ کیوں کہتا۔'' فریدی نے کہا۔

پھر شاید حمید بھی یہی سوچنے لگا تھا۔ آخر یہ کس بناء پر کہا جاتا۔ پھر اچانک ایک نیا خیال آیا اور وہ آہستہ سے بولا۔ ''کہیں اس موت میں بھی کوئی پھیر نہ ہو۔''

''بہت دیر بعد خیال آیا۔'' فریدی بولا۔

''کیا یہ ممکن ہے۔''

''سب کچھ ممکن ہے اس نیلے آسمان کے نیچے۔''

''لیکن آپ نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا۔''

''میڈیکل رپورٹ کے مطابق موت دماغ کی ایک شریان پھٹ جانے کی وجہ سے [illegible] ہوئی تھی۔''

''بسا اوقات ایسی رپورٹوں میں بھی پھیر ہوتا ہے۔''

''ہوسکتا ہے لیکن میں نے لاش کا پوسٹ مارٹم کرانا مناسب نہیں سمجھا۔ بہر حال اگر ایسی [illegible] بات ہوئی ہے تو مجرم ایک ہی ہے۔ اور مجھے اس پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔''

''اب ان کی گاڑی کا رخ قبرستان ہی کی طرف تھا۔ جنازہ لے جانے والی گاڑی راستے میں مل گئی اُس کے پیچھے اور بھی گاڑیاں تھیں۔

قبرستان پہنچ کر حمید کی نظر فریدی۔ کے دوسرے اسسٹنٹ توقیر زمن پر پڑی اور وہ چونک کر [illegible]۔ ''یہ یہاں کیا کر رہے ہیں۔''

''[illegible] زمن..... ان چاروں سپاہیوں کے بارے میں چھان بین کر رہا ہے جو اس مہم میں [illegible] کے ساتھ تھے۔''

توقیر زمن نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا۔ تیزی سے ان کی طرف آیا۔

''میں انہیں چیک کر چکا ہوں جناب۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''چاروں یہاں موجود ہیں۔ [illegible] ایک کام کا معلوم ہوتا ہے جو افضل خاں کے اردلی کے فرائض بھی انجام دیتا ہے۔''

''کام کا معلوم ہونے سے کیا مراد ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اس نے ایک نئی بات بتائی ہے۔ جو دوسروں نے نہیں بتائی۔''

''کیا تمہیں پورے حالات کا علم ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''اتنا تو جانتا ہی ہوں کہ ابھی تک آپ کو افضل خاں کے اس انفارمر کے بارے میں کچھ [illegible] معلوم ہوسکا جس کی اطلاع پر وہ مہم ترتیب دیتے تھے۔ لیکن اس سپاہی کے بیان سے کسی [illegible] نشاندہی ہوتی ہے۔ وہ ایک مجذوب کا ذکر [illegible] کہ جب بھی وہ افضل خان کے پاس آیا

ہے انہوں نے مہمات ترتیب دی ہیں۔''

''مجذوب.....!'' فریدی آہستہ سے بولا اور کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

موجی بابا

فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا، پھر اُس نے توقیر زمن سے اس سپاہی کا نام پوچھا۔

''اکبر علی نام ہے اور فی الحال اُس کا کوئی پتہ نہیں ہے جناب۔''

''کیا مطلب.....؟''

''افضل خان کی اردلی میں آنے کے بعد سے وہ انہیں کے بنگلے میں رہنے لگا تھا۔ متعلقین کو گاؤں بھیج دیا تھا۔''

''اتنا اہم آدمی۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

''لیکن تم یہاں کیوں آئے ہو۔'' فریدی نے زمن سے پوچھا۔

''بس اسی خیال سے کہ کہیں کوئی اس کی تاک میں تو نہیں ہے۔''

''اچھا خیال ہے۔'' فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ ''لیکن اب تم اس کا چارج مجھے دے دو۔''

''جج.....جی.....!'' وہ استفہامیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

''مطلب یہ کہ رسومات کے اختتام پر دفتر چلے جانا۔''

''بہت بہتر جناب۔''

پھر وہ ان کے پاس سے ہٹ کر بھیڑ میں جا ملا اور فریدی نے حمید سے کہا۔ ''اب تم اس پر اس طرح نظر رکھو کہ جیسے ہی یہ اس بھیڑ سے الگ ہو، اسے کہیں لے جا کر پوچھ گچھ کرنا۔''

''تو کیا آپ مجھے یہیں چھوڑ جائیں گے۔''

''بالکل.....!''

''اور گاڑی بھی خود لے جائیں گے۔''

''ظاہر ہے۔''

''یہاں مجھے کوئی سواری نہیں مل سکے گی۔''

''بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔ زیادہ تر لوگ میت گاڑی پر آئے ہیں، اور اس سے ان کی پسی ہوگی۔ اکبر علی بھی ان میں شامل ہوگا۔ اگر اس سلسلے میں زیادہ احتیاط مدنظر نہ ہوئی تو زمن اُسے دیکھ لیتا، تمہیں اس کی جگہ کیوں دی جاتی۔''

''ہوں سمجھ گیا۔'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''شائد مجھے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کہیں وہ بھی است نہ کر جائے۔''

''خاصے سمجھ دار ہوتے جا رہے ہو۔'' فریدی نے کہا اور حمید بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف توجہ ہو گیا۔ میت گاڑی میں سفر کے تصور ہی سے گھٹن محسوس ہوئی تھی، لیکن کرتا کیا ڈیوٹی اور حکم اکم..... واپسی پر میت گاڑی میں خاصی بھیڑ ہو گئی تھی لیکن وہ اکبر علی کے ساتھ لگا ہوا بالآخر اُس ں داخل ہی ہو گیا اور اس کے قریب ہی کھڑے رہنے کی جگہ بھی مل گئی۔ قریب سے دیکھنے پر ا بالکل سیدھا سادہ سا آدمی لگا تھا، زمن گاڑی پر نہیں دکھائی دیا حالانکہ وہ ان چاروں کے اتھ گاڑی ہی پر آیا تھا۔ ہو سکتا ہے فریدی اُسے اپنے ساتھ لے گیا ہو۔ وہ سوچتا اور جھٹکے کھاتا ہا۔ سڑک بہت خراب تھی۔ جھلاہٹ میں وہ اصل مسئلے سے ہٹ کر اس نامعقول سڑک کے رے میں سوچنے لگا۔ جو ایئر پورٹ کی بجائے قبرستان کی طرف جاتی تھی، بھلا غیر ملکی مہمانوں و یہاں کے قبرستان سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ اس سڑک کو بھی شیشے کی طرح چمکانے کی وشش کی جاتی۔ اوہ کیا حماقت ہے، وہ ایسی فضول باتیں کیوں سوچنے لگا۔ جن سے قومی وقار کو ٹھیس لگنے کا اندیشہ ہو۔ ہاں تو یہ اکبر علی..... اوہ..... اکبر علی..... خیر اکبر علی..... وہ طویل سانس لینا ہی چاہتا تھا کہ ایک زبردست جھٹکے کی بناء پر وہ کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔

خدا کر کے گاڑی ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کے بنگلے تک پہنچی، لوگ اترے اور حسب دستور

فاتحہ خوانی کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور اس کے بعد ایک ایک کر کے رخصت ہو جانے ل
علی بھی ایک طرف چل پڑا تھا۔ حمید اس کا تعاقب کرنے لگا لیکن پھر اس کی روح فن
گویا پھر بس میں سفر کرنا پڑے گا۔ کہاں کی مصیبت پیچھے لگ گئی۔ اکبر علی کی مطلوبہ ب
اور وہ اس پر سوار ہو گیا تھا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔ پندرہ بیس منٹ بعد اکبر علی اتر
گیا۔ حمید بھی اُترا، وہ سوچ رہا تھا کہ اب اس قصے کو ختم ہی کر دینا چاہئے، اتنے میں
دیکھا کہ اکبر علی ایک چائے خانے میں داخل ہو رہا ہے۔ حمید نے بھی تیزی سے قدم
اور اس کے ساتھ ہی چائے خانے میں پہنچا، اکبر علی جس میز پر بیٹھا تھا اتفاق سے وہ
تھی، حمید اُس کے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور آہستہ سے بولا۔ ''مسٹر اکبر علی۔''

''جی جناب.....!'' اکبر علی چونک پڑا۔

''آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔''

''جی..... میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''

''حیرت ہے حالانکہ میں کئی بار آپ کو خان صاحب کے گھر پر دیکھ چکا ہوں۔''

''اچھا جی.....!'' یک بیک وہ مغموم نظر آنے لگا۔

''اور میں ابھی ان کی والدہ کی تدفین میں بھی شریک تھا۔''

''صاحب خدا جانے کیا ہو گیا۔''

''خان صاحب بہت اچھے آدمی تھے۔''

''میں اُن کا اردلی تھا جناب، بس کیا بتاؤں۔ چھوٹے بھائی کی طرح رکھتے تھ
کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

''سنا ہے دھماکے کے ساتھ ان کے بنگلے میں آگ بھی لگ گئی تھی۔''

''پتہ نہیں کیا ہوا صاحب۔ میں تو موجود نہیں تھا۔''

''ہاں کسی نے شاید اُن کی لائبریری میں ٹائم بم رکھ دیا تھا۔''

''پتہ نہیں کون دشمن تھا۔''

''کہیں وہ نہ ہو جس کا مال وہ پکڑنا چاہتے تھے۔''

''ہاں صاحب، وہی ہو سکتا ہے۔''

''بہر حال، بہت بڑی ٹریجڈی ہوئی ہے۔'' حمید نے کہا۔ اُس نے سرو کرنے والے لڑکے کو اشارہ سے بلایا ہی تھا کہ حمید نے کہا۔ ''میرے لئے نہ منگوایئے گا۔''

''میں یہی سوچ رہا تھا کہ شاید یہاں کی چائے آپ کو پسند نہ آئے۔'' اکبر علی بولا۔

''یہ بات نہیں ہے۔ میں صبح کو صرف ایک کپ چائے پیتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔ ''ڈاکٹر نے ایک کپ سے زیادہ کی اجازت نہیں دی۔''

''ٹھنڈا پی لیجئے۔''

''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں تو دراصل اس وقت آپ سے صرف خان صاحب کے بارے میں باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''وہ ایسے ہی تھے صاحب، زمانہ یاد رکھے گا انہیں۔''

''شاید ہی کبھی رشوت لی ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا صاحب۔ آگ اور انگارہ سمجھتے تھے رشوت کے پیسے کو۔''

''اور اللہ والوں کی تلاش میں رہتے تھے۔''

''جی ہاں..... بہت زیادہ۔''

''ایک بار میں نے شائد اُن سے کسی مجذوب کا تذکرہ بھی سنا تھا۔''

''ضرور سنا ہو گا صاحب۔ زیادہ تر اللہ والوں کی باتیں کرتے رہتے تھے۔''

''ان کی خدمت بھی کرتے تھے۔'' حمید نے کہا، لیکن یہ جملہ شاید ضائع ہی ہوا تھا۔ کیونکہ اُسی وقت اکبر علی سرو کرنے والے لڑکے کو چائے کا آرڈر دینے لگا تھا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حمید کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''جی ہاں۔''

لیکن حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ اس جی ہاں کے پیچھے کچھ بھی نہیں ہے، یعنی اس نے اس کا آخری جملہ سنا ہی نہیں تھا۔

''بڑے کام نکلتے ہیں ان اللہ والوں سے۔'' حمید نے کہا۔

''جی ہاں صاحب.....اور کیا۔''

''تم کسی ایسے بابا کو جانتے ہو۔''

''جی نہیں۔ ویسے خان صاحب کے پاس اکثر ایک بابا کو دیکھا ہے۔''

''میں انہیں سے معلوم کرنا چاہتا تھا، لیکن یہ حادثہ پیش آ گیا۔''

''کیا آپ کی کوئی ضرورت ہے۔''

''ہاں.....آج کل ایک ایسی دشواری میں پڑ گیا ہوں جس کا حل کسی طرح بھی نہیں مل رہا۔''

''خان صاحب کے پاس جنہیں دیکھا تھا، موجی بابا کہلاتے ہیں۔''

''گھر پر آتے تھے؟''

''جی ہاں۔''

''پتہ معلوم ہے تو مجھے بتا دو۔''

''ان کا پتہ تو نہیں معلوم جناب، بس خان صاحب ہی کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے۔''

''شکل و شباہت ہی بتاؤ۔ شاید کہیں ملاقات ہو جائے۔''

''بڑی بڑی لال لال آنکھیں ہیں۔ رنگ گورا، کالی ڈاڑھی، بڑے بڑے بال۔ ایک دانت سونے کا ہے۔ کالا لبادہ، ہر وقت ہنستے رہتے ہیں۔ اسکے باوجود آنکھیں ڈراؤنی لگتی ہیں۔''

''قد کیسا ہوگا۔''

''لمبے تڑنگے ہیں۔ آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت طاقت ور ہوں گے۔''

''اور موجی بابا کہلاتے ہیں۔''

''صاحب، میں نے تو ایک بار انہیں انگریزی بولتے بھی سنا تھا۔''

''تو وہ پڑھے لکھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''اور کیا جی.....بھلا کوئی جاہل انگریزی کیسے بولے گا۔''

''کاش تم ان کا پتہ بھی جانتے ہوتے۔''

وہ کچھ نہ بولا۔ حمید جذوب کے حلئے پر غور کرنے لگا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کبھی اس کی نظر سے بھی گزرا ہو، لیکن کہاں؟ یاد نہ آ سکا۔

اتنے میں لڑکا چائے لے آیا اور اکبر علی بولا۔ ''صاحب یہ تو اچھا نہیں لگے گا کہ آپ کچھ نہ لے رہے ہیں۔''

''فکر نہ کرو، کوئی بات نہیں۔'' حمید نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ''میں اس پر متحیر ہوں، کہ اب سرکاری آدمیوں کی بھی وقعت نہیں رہی۔''

''جی میں نہیں سمجھا۔''

''اپنے خان صاحب کا معاملہ۔ بدمعاشوں نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔''

''اور کیا جناب۔''

''آخر وہ کس کی چرس تھی؟''

''یہی معلوم ہوتا تو کیا بات تھی۔''

''کیا تم بھی ساتھ تھے۔''

''جی ہاں.....میں بھی تھا۔ دراصل بات تو اس وقت سمجھ میں آئی تھی جب سانپ بریف کیس سے نکل کر بھاگنے لگا تھا۔ خان صاحب تو بس ہاتھ پکڑ کر بیٹھے رہ گئے تھے۔ ایک لفظ بھی اُن کے منہ سے نہیں نکل سکا تھا۔''

''اور چرس بھی تھی گاڑی پر۔''

''بہت تھوڑی سی۔ کوئی خاص نہیں۔ مقصد تو خان صاحب کی جان لینا تھا۔''

''کیا اُس انفارمر نے کچھ نہیں بتایا، جس کی اطلاع پر خان صاحب نے گھات لگائی تھی۔''

''انفارمر ہی کا پتہ تو نہیں چل سکا صاحب۔ خان صاحب نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ انفارمر کون ہے۔''

''آخر موجی بابا کو میں کہاں تلاش کروں۔''

''میں پتہ لگانے کی کوشش کروں گا۔ آپ اپنا پتہ مجھے دے دیجئے، مطلع کر دوں گا۔''

''فون نمبر دے رہا ہوں، میرا نام ساجد حمید ہے۔'' حمید نے کہا اور اپنا وہ کار
دیا جس پر صرف نام اور فون نمبر چھپا ہوا تھا۔

''مجھے پتہ معلوم ہوا تو ضرور آپ کو فون کر دوں گا۔''

''اچھا یہ تو بتاؤ کہ خان صاحب اس پارٹی کے پیچھے کب سے تھے۔''

''چھ ماہ میں یہ چوتھی گھات تھی۔ لیکن.....!'' وہ یک بیک خاموش ہو کر حمید کو
دیکھنے لگا۔

''میں چاہتا تھا کہ تم چونکنے ہو جاؤ'' حمید مسکرا کر بولا۔

''جی میں نہیں سمجھا۔''

''یک بیک تم کچھ اور سوچنے لگے ہو۔ یہ اچھی عادت ہے۔ گفتگو کرتے وقت
محتاط رہنا چاہئے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ خان صاحب کا کیا حشر ہوا۔''

''پہیلیاں مت بجھوایئے جناب۔''

''لائبریری میں دھماکا کاغذات وغیرہ سب تباہ ہو گئے۔ پھر والدہ صاحبہ
بسیں۔ ہوسکتا ہے انہیں بھی ختم ہی کر دیا گیا ہو۔ اگر ایسا ہی ہوا ہے تو وہ بھی کچھ جانتی تھیں

''صاحب میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔'' اکبر علی الجھ کر بولا۔

''میں ابھی سمجھاتا ہوں۔'' حمید نے کہا اور داخلے کے دروازے کی طرف دیکھنے
اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''تم نے سی آئی ڈی کے ایک آدمی سے شاید یہ کہا تھا کہ
موجی بابا خان صاحب کے پاس آئے تھے خان صاحب نے اس پارٹی کے مال
گھات لگائی تھی۔''

اکبر علی کا چہرہ فق ہو گیا۔

''بولو..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''ج جی نہیں..... آج صبح ہی کی بات ہے۔ ان صاحب نے اس طرح کے سوالا
تھے کہ میری زبان سے یہ نکل گیا تھا۔''

''اب محتاط رہنا۔''

''آپ کون ہیں صاحب۔''

''تم نے خان صاحب کے ڈرائنگ روم میں ایک بہت بڑی تصویر دیکھی ہوگی۔''

''ج..... جی ہاں۔ کرنل فریدی صاحب کی۔''

''میں ان کا اسسٹنٹ ہوں..... اور وہی اس معاملہ کو دیکھ رہے ہیں۔ کبھی خان صاحب
سے ان کے متعلق بھی کوئی بات سنی تھی۔''

''جی بس انہوں نے میرے پوچھنے پر بتایا تھا کہ وہ کس کی تصویر ہے۔''

''بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارا بیان اب ان تینوں سپاہیوں کے بیان سے تجاوز
نہ کرنے پائے۔ اگر فرض کرو موجی بابا ہی کی نشاندہی پر چاروں مہمات ترتیب دی گئی تھیں تو اس
حادثہ کے بعد موجی بابا کی کیا پوزیشن ہوگی۔''

''ان پر بھی شک کیا جاسکے گا۔''

''اور اگر تم ایسی صورت میں موجی بابا کی نشاندہی کرتے ہو تو..... کیا تمہارے لئے بھی
وہی خطرات نہیں ہیں جن سے خان صاحب اور ان کی والدہ دوچار ہوئیں۔''

''جی صاحب.....!'' وہ خاصا خوفزدہ نظر آنے لگا تھا۔

''لہٰذا اب موجی بابا کا ذکر کسی سے بھی نہ آنے پائے۔ لیکن تم ان کی تلاش جاری رکھو
گے اور مجھے مطلع کرو گے۔''

''بہت بہت شکریہ صاحب۔ آپ نے میری جان بچالی۔''

''بے حد خطرناک اور نڈر لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ خیر بس تم محتاط رہنا اور انسپکٹر زیدی بھی
تو اس مہم میں شریک تھے۔''

''جی ہاں..... وہ بھی تھے۔''

''ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''میں نہیں سمجھا کہ آپ کیا جاننا چاہتے ہیں اُن کے بارے میں۔''

''کیا وہ حقیقتاً خان صاحب کے خاص آدمیوں میں سے تھے۔''

''جی صاحب میں تو یہی سمجھتا ہوں۔''

''اچھا تو اب میں چلوں گا۔''

''بہت اچھا جناب، میں آپ کی ہر بات یاد رکھوں گا۔''

حمید چائے خانے سے باہر تو آ گیا لیکن اس تشویش کی بناء پر کہ کہیں اس کا تعاقب نہ کیا گیا ہو۔ کچھ دیر فٹ پاتھ ہی پر کھڑا رہا.....وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ اکبر علی کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔ اس لئے وہاں سے ہٹ کر سڑک کے دوسرے کنارے والے ایک کیفے میں آ بیٹھا۔ بہر حال پوری طرح اطمینان کر لینے کے بعد کہ اکبر علی کا تعاقب کسی نے نہیں کیا تھا ٹیکسیوں کے اڈے کی طرف چل پڑا۔

سہ پہر سے پہلے دفتر نہیں پہنچ سکا تھا۔ فریدی نے اس کی روداد سنی۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''تمہیں اس حد تک نہ کھلنا چاہئے تھا۔''

''فرض کیجئے اگر وہی مجذوب انفارمر تھا تو.....!''

''ضروری نہیں کہ وہ قتل کی اس سازش میں بھی شریک ہو۔ بہتیرے انفارمر یہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام کسی ایک فرد سے آگے نہ بڑھنے پائیں۔ خیر ختم کرو اس قصے کو۔''

''کوئی نئی بات.....؟'' حمید نے سوال کیا۔

''انسپکٹر زیدی غائب ہو گیا؟''

''کب.....؟''

''پچھلی رات ہی کو کسی وقت۔''

''گھر والے کیا کہتے ہیں؟''

''ان کا بیان ہے کہ وہ اس وقت بہت زیادہ خوف زدہ نظر آ رہا تھا جب کچھ بدمعاش قسم کے لوگ ایک جیپ میں بیٹھ کر آئے تھے۔ اس نے گھر والوں کو ایک کمرے میں اکٹھا کر کے کہا تھا کہ وہ وہیں تک محدود رہیں اور شاٹ گن لے کر چھت پر چلا گیا تھا۔ لیکن پھر کسی نے اسے

چھت سے اترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ مکان کا عقبی دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔''

''آخر یہ کس قسم کی نگرانی تھی کہ وہ عقبی دروازے سے نکل گیا اور نگرانی کرنے والوں کو خبر تک نہ ہوئی۔''

''دراصل اس جیپ کی آمد کی بناء پر نگرانی کرنے والوں کی تمام تر توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔''

''ہوں تو وہ بھی ڈرامہ ہی تھا۔'' حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''کوئی حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔''

''پھر وہ لوگ کچھ کئے بغیر کیوں رخصت ہو گئے تھے۔''

''ہو سکتا ہے صرف اندازہ لگانے آئے ہوں کہ اس کی نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔''

''اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح انہوں نے اس کو نکل جانے کا موقع فراہم کیا ہو۔''

''نکل کر جائے گا کہاں۔''

''آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔''

''تو سمجھاؤ نا۔''

''اس مفروضے کے ساتھ کہ وہ مجرموں سے ملا ہوا ہے ہم اسی نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔''

''لیکن وہ تو ہمیں یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہاتھ صاف ہیں۔ بھلا اس مرحلے پر کیسے بھاگ کھڑا ہوتا۔ نہیں حمید صاحب وہ ان سے خائف ہو کر فرار ہوا ہے۔''

''اگر خائف ہو کر فرار ہوا ہے تو اب تک ختم بھی کیا جا چکا ہوگا۔''

''اسی کا خدشہ ہے۔ وہ لوگ اسی لئے آئے تھے کہ وہ خوف زدہ ہو کر نکل جائے اور پھر وہ کہیں اطمینان سے اسے مار لیں۔''

''کیا شاٹ گن سمیت فرار ہوا ہے۔''

''ہاں.....شاٹ گن بھی گھر میں موجود نہیں ہے۔''

''اس صورت میں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ.....'' حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ پھر

سر کو منفی جنبش دے کر بولا۔ ''کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''اٹھو.....!'' فریدی خود بھی اٹھتا ہوا بولا۔

''خیریت.....!'' حمید اسے بغور دیکھتا ہوا اٹھ گیا۔

''یہاں بڑی گھٹن محسوس ہو رہی ہے، کہیں کھلے میں نکلیں۔''

وہ آفس سے نکل کر اس طرف بڑھا جہاں لنکن پارک کی تھی۔

''شام کی چائے کہاں پئیں گے؟'' حمید نے پوچھا۔

''راستے میں کہیں.....!''

''کیا کوئی لمبا سفر درپیش ہے؟''

''ہاں..... ایگل بیچ تک۔''

''میں تو عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ ایک آدھ ہفتہ سمندر کے کنارے گزارا جائے۔''

''قیام کے لئے نہیں جا رہے۔''

''کیا انسپکٹر زیدی کے لئے سمندر میں جال ڈلوائیں گے۔''

''احمقانہ باتیں مت کرو۔''

''پھر کیا مجھے سمندر میں دھکا دیں گے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ لیکن حمید بکواس کے موڈ میں تھا۔ اس نے کہا۔ ''مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیس کبھی باضابطہ طور پر ہم تک نہ پہنچ سکے گا۔''

فریدی نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حمید گھوم کر دوسری جانب والے دروازے کی طرف آیا ہی تھا کہ فریدی نے اسے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''نظر رکھنا کہ ہمارا تعاقب تو نہیں کیا جاتا.....؟'' فریدی نے گاڑی کے حرکت میں آ جانے کے بعد کہا۔

''آخر ایگل بیچ کیوں؟'' حمید نے پوچھا۔

''پن پوائنٹ پر جو درگاہ ہے۔''

''اوہ..... موجی بابا.....!''

''تم نے جو حلیہ بتایا ہے..... اس قسم کا ایک آدمی شائد وہیں دیکھا تھا۔''

حمید مڑ کر دیکھنے لگا۔ عقب میں گاڑیوں کا ایک سیل رواں تھا۔ لہٰذا یہاں اندازہ نہیں لگایا
تا تھا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے یا نہیں۔

''آپ اسے واقعی اہمیت دے رہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''تم بھی دے چکے ہو۔ اگر نہ دیتے تو اکبر علی سے محتاط رہنے کو ہرگز نہ کہتے۔''

''کیا دردانہ کو بھی چیک کیا.....!''

''صرف نگرانی کرا رہا ہوں۔''

''گویا ابھی تک کوئی کام کی بات نہیں ہوئی۔''

''ہوئی کیوں نہیں۔ انسپکٹر زیدی کی روپوشی خاصی کام کی بات ہے۔''

''میرے تو کچھ بھی پلے نہیں پڑ رہا۔'' حمید اکتا کر بولا۔

''پھر اپنے ٹیسٹ کی باتیں کرو۔''

''اس پر آپ منہ بنائیں گے۔''

''تمہارا کوئی ٹیسٹ ہی نہیں ہے۔''

''میرے لئے بالکل نئی اطلاع ہے۔'' حمید خشک لہجے میں بولا۔

''میں نے کہا تھا کہ تعاقب کا خیال رکھنا۔''

''مجھے یاد ہے لیکن یہاں اس بھیڑ میں ممکن نہیں۔''

تھوڑی دیر بعد ان کی گاڑی ایک ایسی سڑک سے گزر رہی تھی جس پر ٹریفک زیادہ نہیں تھی۔ تب حمید نے محسوس کیا کہ ایک سبز رنگ کی گاڑی دوسری گاڑیوں کو اوورٹیک کرتی ہوئی ان کی گاڑی کے پیچھے لگ گئی ہے اور اس کا ڈرائیور اسی کوشش میں ہے کہ کوئی دوسری گاڑی ان کے درمیان حائل نہ ہونے پائے۔

''سبز رنگ کی فیاٹ ہے۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی گاڑی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''نیلے رنگ کی ہلمن منکس.....!''

''ٹھیک ہے۔''

''کیا ٹھیک ہے۔''

''نیلے رنگ کی ہلمن صبح ہی سے تعاقب کر رہی ہے۔''

''اور وہ فیاٹ۔''

''وہ اپنے ہی لوگ ہیں۔''

''آخر آپ ان میں سے کسی پر ہاتھ کیوں نہیں ڈال دیتے۔''

''صبر سے کام لو۔ آخر افضل خان بھی تو ان کے معاملے میں بے حد محتاط رہا تھا'' نے کہا اور ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسمیٹر کا ماؤتھ پیس نکالا اور اسے ہونٹوں کے قریب لا کر آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

''نیلے رنگ کی ہلمن تمہارے پیچھے ہے۔ اگلے چوراہے کے قریب اسے روکنے کی کوشش کرو۔''

حمید نے طویل سانس لی اور فریدی نے ماؤتھ پیس ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

''تو آپ کے بلیکیز بھی برسرکار ہو رہے ہیں۔'' فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے پوچھا۔ ''آخر انہوں نے کس طرح روکا ہوگا ہلمن کو۔''

فریدی کی گاڑی چوراہے سے بائیں جانب مڑ چکی تھی اور اب وہ دونوں کاریں آ رہی تھیں۔

''ہلمن کا کوئی ٹائر فلیٹ ہو گیا ہوگا۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''خواہ مخواہ۔''

''وہ سبز رنگ کی فیاٹ ایسی ہی ہے، اس پر سے بہتیرے ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔''

حمید نے پھر مڑ کر دیکھا، دونوں گاڑیوں کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔

''کیا اس معاملے میں بلیکیز کو بھی دھکیلنا ضروری تھا۔'' حمید نے پوچھا۔

''جب میں ضروری سمجھتا ہوں انہیں بھی استعمال کرتا ہوں، اور یہ ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب خدشہ ہو کہ میرے ماتحتوں کو رشوتیں بھی دی جا سکتی ہیں۔''

''وہ تو اب بھی دی جا رہی ہوں گی۔''

''اسی لئے میں ان سے کام بھی نہیں لے رہا ہوں۔''

''توقیر زمن کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''ثبوت حاصل کئے بغیر میں اپنا خیال ظاہر نہیں کیا کرتا۔''

''بہر حال آپ اس سے مطمئن نہیں ہیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ ایگل بیچ کے علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس نے اپنی گاڑی وہیں پارک کی جہاں دوسری گاڑیاں کھڑی تھیں۔

''یہاں سے پن پوائنٹ تک پیدل.....؟'' حمید نے پوچھا۔

''مت تکلیف کرو کرنل سائیں، وہ یہیں موجود ہے۔'' دفعتاً عقب سے آواز آئی اور وہ چونک کر مڑے۔

ایک لمبا تڑنگا اور وحشت زدہ سا آدمی سامنے کھڑا عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ بالکل وہی حلیہ تھا جو اکبر علی نے سی موجی بابا کا بتایا تھا۔

حمید نے انکھیوں سے فریدی کی طرف دیکھا اور متحیر رہ گیا۔ کیونکہ اس کے ہونٹوں پر ایسی ہی مسکراہٹ تھی جیسے اس طرح ملاقات اس کے لئے غیر متوقع نہ رہی ہو۔

''تو میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔'' فریدی نے کہا۔

''بالکل غلط کرنل سائیں..... ہم وہ نہیں ہیں جو تم سمجھے ہو۔''

خود حمید یہی سوچ رہا تھا کہ وہ غلط جگہ پر آ گئے ہیں۔ بھلا اس شخص کو کیا معلوم کہ وہ کس ارادے سے آئے ہیں۔ یہ بات تو صرف چار افراد کے درمیان ہی رہی تھی۔ توقیر زمن، اکبر علی اور خود وہ دونوں اور حمید کے اندازے کے مطابق کسی پانچویں کے کان میں اس کی بھنک بھی نہ

پڑی ہوئی۔

''ہم جانتے تھے.....؟'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''تم ضرور آؤ گے، ہماری تلاش میں۔''

''میرا خیال ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملے، لیکن تم مجھے پہچانتے ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''تم ظاہری حکومت کے افسر ہو۔ ہم باطنی حکومت کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہم سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ بس کھلتے نہیں کسی پر۔''

''کھل جاؤ تو پھر باطن کہاں رہا۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''تم پر ولیوں کا سایہ ہے، کرنل سائیں۔''

''اللہ کا سایہ۔''

''ایک ہی بات ہے۔'' وہ سر ہلا کر بولا۔

حمید اس کی روشن ضمیری پر عش عش کرتا رہا۔

کس کے خطوط

فریدی بڑی دلچسپی سے موجی بابا کو دیکھے جا رہا تھا۔ اُدھر موجی بابا کا بھی یہی حال تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نوعیت کا کوئی آدمی پہلی بار اُس کی نظر سے گزرا ہو۔ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھے جا رہے تھے اور دونوں کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ کچھ ذرا سی دیر میں حمید کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے دونوں ہی پاگل ہو گئے ہوں۔ اچانک موجی بابا نے ایک زوردار نعرہ لگا کر ناچنا شروع کر دیا۔

فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور پھر موجی بابا کی طرف متوجہ ہو گیا جو اب بھی دیوانہ وار رقص کئے جا رہا تھا۔

خدا خدا کر کے رکا تو فریدی کی طرف ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''کیا مانگتے ہو، مانگ لو۔''

''انفارمیشن.....!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''معاملات باطن کی بات مت کرو۔''

''پھر کیا مانگوں.....؟''

''کچھ بھی۔''

''سب کچھ ہے میرے پاس۔''

''چھن بھی سکتا ہے۔''

''چھن جائے۔ جس نے دیا ہے وہ واپس بھی لے سکتا ہے۔ مالک ہے مختار ہے۔''

''بہت گہرے ہو کرنل سائیں۔ اپنے مرشد کا نام بتاؤ۔''

''کملی والے کے علاوہ اور کبھی کسی کی طرف نہیں دیکھا۔ جس کے سب غلام ہیں۔''

''آخر تم چاہتے کیا ہو۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

''صرف انفارمیشن.....!''

''کیسی انفارمیشن.....!''

''اس معاملے میں افضل خاں کا انفارمر کون تھا۔''

''ہم سے پوچھ رہے ہو۔'' اُس نے پھر آنکھیں نکالیں۔

''ایسا ہی وقت آن پڑا ہے کہ پولیس والوں کو بھی اہل اللہ کی تلاش رہتی ہے۔''

''کیا بات ہوئی۔''

''جرائم اس انداز میں ہوتے ہیں جیسے کوئی جادوگر اپنا کرشمہ دکھا گیا ہو۔ ڈر ہے کہ کہیں ماننے والے تعویذ نہ تقسیم کرنے لگیں۔''

''کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

''میں سمجھاتا ہوں سرکار۔'' دفعتاً حمید بول پڑا اور موجی بابا کی قہر آلود نظر اُس پر منتقل ہو گئی۔

''مثال کے طور پر اب یہ ہوا کرے گا۔'' حمید اُس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ ''کوئی

صاحب تھانے پر چوری کی رپورٹ درج کرانے گئے۔ رپورٹ درج کرلی گئی اور اس کے
تھانے دار صاحب نے سیٹ کے نیچے سے ایک تعویذ نکال کر رپورٹ درج کرانے وا
ہتھیلی پر رکھ دیا اور بولے پتھر کے نیچے دبا دینا۔ اللہ نے چاہا تو چور کے پیٹ میں اس شد
درد اٹھے گا کہ بوکھلا کر سب کچھ واپس کر جائے گا۔''

''مذاق اُڑا رہے ہو ہمارا۔'' وہ کڑک کر بولا۔

''ہرگز نہیں جناب عالی۔ آج کل جرائم کا انداز یہی ہے۔'' حمید نے گڑبڑا کر کہا۔

''ہاں، شاید..... تم ٹھیک کہہ رہے ہو'' دفعتاً موجی بابا نرم پڑ گیا۔

''ازروئے کشف آپ پر یہ بھی روشن ہو گیا ہو گا کہ جس سانپ نے افضل خان کو
وہ ربڑ کا تھا'' فریدی نے کہا۔

''ربڑ کا تھا۔'' کہہ کر موجی بابا نے آنکھیں بند کرلیں اور کھڑا جھومتا رہا۔ پھر ایک
پرشور قہقہے کے ساتھ آنکھیں کھول دیں۔

''چکر پر چکر۔ الجھاوے پر الجھاوا'' وہ ہاتھ اٹھا کر انگلی نچاتا ہوا بولا۔

''بس اب کچھ فرما دیجئے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''کبھی کبھی بیٹوں کے قاتل ہی ماں کے جنازے کو بھی کاندھا دیتے ہیں۔''

''اچھا.....!'' فریدی نے سر کو معنی خیز جنبش دی۔

''جاؤ کرنل سائیں۔ اُس سے پوچھو کہ وہ کس کے خطوط افضل خان کیلئے لایا کرتا تھا۔''

''کس سے پوچھوں۔''

''جس نے ہمارا پتا بتایا ہے۔''

''اکبر علی.....!'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''وہی..... افضل خان بڑا معصوم آدمی تھا۔ بس اس سے زیادہ ہم اور کچھ نہیں کہ
اللہ نے تمہیں بہت بڑا دماغ دیا ہے۔'' موجی بابا نے کہا اور پھر رقص شروع کر دیا۔

فریدی نے حمید کو واپسی کا اشارہ کیا تھا۔ وہ موجی بابا کو اُسی حال میں چھوڑ کر گاڑی

طرف پلٹ پڑے۔ حمید مڑ مڑ کر دیکھتا رہا۔ موجی بابا اُسی طرح رقص کئے جا رہا تھا۔ وہ گاڑی
میں بیٹھ گئے اور گاڑی حرکت میں آ گئی لیکن موجی بابا کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

''اب اُدھر مت دیکھو۔'' فریدی نے کہا۔

''جو کچھ اس نے آخر میں کہا تھا کیا ہم اُسے ٹھپ سمجھیں۔''

''دیکھیں گے۔''

''وہ آپ کو جانتا تھا۔''

''بہتیرے جانتے ہیں۔''

''کیا خیال ہے؟ اُس نے آپ کو مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی۔''

''کون نہیں کرتا۔''

''لیکن شائد خود بھی متاثر ہوا تھا۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''بہت خوب۔ پوچھ رہا تھا کہ آپ
کا مرشد کون ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد حمید نے کہا۔ ''کہیں اُس
نے ہمیں غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش تو نہیں کی۔''

''کیا فرق پڑے گا۔''

''میرا مطلب ہے کہیں الٹا اکبر علی کو پھنسوانے کی کوشش تو نہیں کر ڈالی اس نے۔''

''یہ بھی ہو سکتا ہے۔''

''آخر آپ کسی بات پر جمیں گے بھی۔''

''اس اسٹیج پر اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ابھی تک تو ہم صرف پوچھ گچھ کرتے پھر
رہے ہیں۔''

''اوہ..... میرے خدا.....!'' دفعتاً حمید چونک پڑا۔

''کیا ہوا.....؟''

''آخر اس جملے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔''

''کس جملے کا۔''

''یہی کہ کبھی کبھی بیٹے کے قاتل ماں کے جنازے کو بھی کاندھا دیتے ہیں۔''

''تم بتاؤ.....تم نے اس سے کیا سمجھا ہے۔''

''کہیں اشارہ ڈپٹی ڈائریکٹر کی طرف تو نہیں ہے۔ اسی نے افضل خاں کی وا
تدفین کا اہتمام کیا تھا۔''

''خدا جانے۔ بہرحال ہم اس زاویئے سے بھی دیکھیں گے۔ قانون کے محافظ
اوقات قانون شکنی کے مرتکب پائے گئے ہیں۔''

''اب تو بات بالکل سامنے کی معلوم ہوتی ہے۔''

''مجھے بھی سمجھاؤ۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''افضل خان نے زیدی سے یہی تو کہا تھا کہ پورے ثبوت فراہم کئے بغیر
شخصیت کا نام زبان پر نہیں لا سکتا۔''

''ہاں شائد یہی کہا تھا۔''

''تو پھر اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔''

''صرف یہی ایک مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کے محکمے کا ڈپٹی ڈائریکٹر ہی ہو!
محتاط آدمی کسی کے خلاف پورے طور پر ثبوت مہیا کئے بغیر اس کا نام زبان پر نہیں لاسکتا۔''

''خیر ختم کیجئے۔ میں تو اس موجی بابا کو نہیں سمجھ سکا۔''

''کیا نہیں سمجھ سکے؟''

''ہوش مند بھی تھا اور دیوانہ بھی۔''

''پھر تمہیں اس پر کیا اعتراض ہے۔''

''میں کہہ رہا تھا کہ اُسے سمجھ نہیں سکا۔''

''اتنی ذرا سی دیر میں کوئی کسی کو نہیں سمجھ سکتا۔''

''مجھے آپ کے رویئے پر حیرت ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے آپ اُسے چڑھا رہے ہوں اور کبھی ایسا لگتا تھا جیسے اس
سے مرعوب ہو گئے ہوں۔''

''حمید صاحب میں اُس سے سٹے کا نمبر پوچھنے نہیں گیا تھا۔''

''اچھا تو پھر.....!''

''میں ایک جرم کی تفتیش کر رہا ہوں۔''

''لیکن اُسے کیسے معلوم ہوا کہ اکبر علی نے اس کی نشاندہی کی ہے اور آپ اس سے پوچھ
گچھ کرنے آ رہے ہیں۔ اس لئے وہ پارکنگ لاٹ ہی کے قریب آپ کا منتظر تھا۔''

''بس یہ ایک کام کی بات تم نے پوچھی ہے اور اسی کا جواب مجھے بھی چاہئے۔''

''تو پھر آپ کا اگلا قدم کیا ہوگا۔''

''اکبر علی کی تلاش۔ اس بار میں خود اُس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اُسے تلاش کرو اور وہ
جہاں ملے سیدھے میرے پاس لے آؤ۔''

''میری دانست میں سب سے زیادہ اہم وہ لڑکی ہے جو مجھے بے ہوش کر کے ربڑ کا
سانپ اڑا لے گئی تھی۔''

''لڑکیوں کو دیکھ کر تم ویسے بھی کب ہوش میں رہتے ہو۔''

''نہیں واقعی۔ میں سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''فضول باتوں میں مت پڑو۔ وہ محض ایک آلہ کار تھی۔ اُس کی اس حرکت سے کوئی ہمیں
یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اس کے مقابلے میں ہم صرف طفل مکتب ہیں اور تم دیکھ لینا کہ اپنی ان
حماقتوں ہی کی بناء پر وہ بہت جلد ہماری گرفت میں ہوگا۔''

''تو اب مجھے پھر اکبر علی کی تلاش میں نکلنا پڑے گا۔''

''یہ بہت ضروری ہے۔''

''اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

"پھر.....وہاں سے تم اپنی گاڑی لینا۔"

"اور انسپکٹر زیدی کے لئے کچھ نہ کیجئے گا۔"

"اس کی تلاش بھی جاری ہے۔"

"دیکھئے جناب۔" حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔ "سورج غروب ہونے والا ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ چائے راستے ہی میں کہیں پی لیں گے۔"

"بس اب گھر پر پئیں گے۔ اس کے بعد تم اکبر علی کی تلاش میں نکل جانا۔"

"مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے مجرم کو پہلے ہی سے معلوم ہو جاتا ہو کہ اب ہم کیا کرنے والے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

چائے پی کر حمید نے دوسرا سوٹ پہنا اور اپنی گاڑی نکلوائی پھر چلنے ہی والا تھا کہ ایک گاڑی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنی گاڑی کا سوئچ آف کر دیا کیونکہ قاسم کی گاڑی پہچان لی تھی۔ قاسم سیدھا اسی کی طرف چلا آیا۔

"قہاں بھاغ رہے تھے بیٹا آگ لغا کر۔" وہ ہاتھ نچا کر دہاڑا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔"

"تمہیں جواب دینا پڑے گا۔"

"جہنم میں جاؤ۔" کہہ کر حمید نے پھر انجن اسٹارٹ کر دیا۔

"اچھا..... اچھا..... بیٹا..... چلو قہاں چلتے ہو۔ پیچھا نہیں چھوڑوں غا۔"

حمید کی گاڑی پھاٹک سے نکل چلی گئی۔

یہ عذاب اس وقت کہاں سے نازل ہو گیا۔ وہ اس کیس میں سنجیدگی سے دلچسپی لے رہا تھا۔ اس سے ذہنی فرار پر بھی تیار نہیں تھا۔ لہٰذا قاسم کی آمد گراں گزری تھی۔ مگر اب اس سے چھٹکارا مشکل ہی تھا۔ پہلے بھی اس قسم کے کئی تجربے ہو چکے تھے۔ ذہنی رو بہکی تو بہکی۔ مرحلے پر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔

باب 4

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ چل تو پڑا ہے لیکن اکبر علی کو کہاں تلاش کرے گا۔ اکبر علی نے ہی تو بتایا تھا کہ افضل خان کے بنگلے کی تباہی کے بعد فی الحال وہ بے ٹھکانہ ہو گیا ہے۔ نہیں کہہ سکتا کہ رات کہاں گزرے گی۔ تو پھر اس وقت تو اس کے کسی آفیسر سے بھی نہیں معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اسے پہلے کیوں اس کا دھیان نہیں آیا تھا۔

گاڑی شہر کی جگمگاتی ہوئی سڑکوں سے گزرتی رہی۔ کہیں کہیں ٹریفک کا اژدھام سست رفتاری پر بھی مجبور کرتا۔ اس نے سوچا آخر اس طرح بے مقصد بھٹکتے پھرنے سے کیا فائدہ۔ پھر کیوں نہ گھر کی طرف پلٹ جائے۔ لیکن قاسم کا دم چھلا۔ آخر اس سے کس طرح پیچھا چھڑائے۔ فریدی نے فی الحال دردانہ سے بھی دور ہی رہنے کی ہدایت کی تھی۔ ورنہ کچھ اسی کے کھینچے ہوتے۔ لیکن قاسم کیا کہنا چاہتا ہے۔ کیوں پیچھا کر رہا ہے۔ کیا دردانہ شاہد ہی کے سلسلے کی کوئی بات ہے۔ فون پر گفتگو کرتے وقت اس کا نام آ جانے پر تو بری طرح بھڑکا تھا۔

حمید نے گاڑی کی رفتار کم کر دی اور اسے بائیں جانب ہٹا کر فٹ پاتھ سے لگاتے ہوئے انجن بند کر دیا۔ پھر مڑ کر دیکھا تو قاسم کی گاڑی دو ڈھائی گز کے فاصلے پر نظر آئی اور وہ گاڑی سے اترنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی اپنی جسامت ہی ہر معاملے میں سدِ راہ بن کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ حمید اس سے پہلے ہی گاڑی سے اتر کر اس کی جانب بڑھا۔

"کمر میں رسہ باندھ کر کھینچوں کیا.....؟" اس نے بڑے ادب سے پوچھا اور قاسم غصے کے مارے باقاعدہ طور پر دروازے میں پھنس کر رہ گیا۔

"ابے غارت مند.....!" وہ زور سے دہاڑا اور آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"بھلا غارت مند کیا ہوا۔" حمید نے ہنس کر پوچھا۔

"قسم خاتر قہتا ہوں جان سے مار دوں غا۔" قاسم ہانپتا ہوا بولا۔ لیکن اس بار دہاڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"چائے پیو گے یا کافی۔"

"تمہارا خون پیوں غا سالے۔"

"پھر وہی ناشائستگی۔ تم تو انگریزی میں برادران لا کہنے لگے تھے۔"

اس پر اُس نے انگریزی کی والدہ محترمہ تک کو اکھاڑ لیا اور حمید کو گھونسہ دکھا کر بولا۔ سالے جب تک کہ جندگی ہے۔ پھر دیکھوں غا۔"

"باہر نکلنے کی کوشش کرو پیارے۔ تم شائد دروازے میں پھنس گئے ہو۔"

"پھنسا رہوں غا۔ تم سے مطلب.....!"

"اچھی بات ہے تو پھر میں چلا۔"

"ٹھہر جاؤ۔ ورنہ اچھا نہیں ہوغا۔" قاسم گڑبڑا کر کسی قدر ڈھیلے لہجے میں بولا۔

"ٹھہرا تو بھیڑ لگ جائے گی اور سچ مچ تمہاری کمر میں رسہ باندھنا پڑے گا۔"

قاسم نے کسی قدر ترچھا ہو کر پھر زور لگایا اور لڑکھڑاتا ہوا فٹ پاتھ پر ڈھیر ہو گیا۔ بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی تو پیٹ کے بل ناچ کر رہ گیا۔

سچ مچ بھیڑ اکٹھا ہو گئی اُن کے گرد۔ کیونکہ حمید انتہائی کوششوں کے باوجود بھی اُ اٹھا پایا تھا۔ پھر کئی آدمی اُس کی مدد کو آگے بڑھے اور قاسم کو کھینچ کھانچ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور اس کے دونوں گال پھڑکنے لگے تھے۔ قریب ہی لڑکی کہتی ہوئی گزر گئی۔ "اتنا موٹا ہے تو گھر ہی سے کیوں نکلتا ہے۔"

بدحواسی کا دوسرا حملہ ہوا قاسم پر اور وہ حمید کو جھنجھوڑ کر بولا۔ "چلو..... چلو..... آ گے"

انہوں نے گاڑیاں لاک کیں اور چل پڑے۔ پھر اُسی فٹ پاتھ کے ایک ریستوران سامنے رکے تھے۔

"اس دروازے سے تو گزر ہی سکو گے۔" حمید نے ریستوران کے صدر دروازے طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

قاسم جھلاہٹ میں اس طرح آگے بڑھا جیسے واقعی ثابت کرنا چاہتا ہو کہ دروازے میں نہیں پھنس سکتا۔

اندر پہنچا تو بے شمار نظریں اس گنبد نما منارے پر جم گئیں۔ حمید اس کے پیچھے تھا۔

"اب کہیں بیٹھ بھی جاؤ۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تم خود دو کرسیاں ملا کر رکھ دو۔" قاسم نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب۔ اب ایک کرسی میں بھی نہیں سماتے۔" حمید نے آنکھیں نکالیں۔

"میں تی ت وں..... اپنی مرضی سے تو ایسا نہیں ہوا ہوں۔ اللہ کی مرجی۔"

حمید نے ایک میز کے قریب کی دو کرسیاں کھسکا کر جوڑ دیں اور قاسم کا بازو پکڑ کر بولا۔

"چلو۔"

"یہ قیا قر رہے ہو۔ میں خود بیٹھ جاؤں غا.....!" قاسم جھٹکے سے بازو چھڑا کر بولا۔ پھر وہ بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا۔

حمید اس کے سامنے بیٹھتا ہوا بولا۔ "تمہارا حجم روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ لہٰذا اب اپنے بھی دو پہیئے لگوا لو۔"

"اور انجن بھی لگوا لوں۔" وہ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"ہاں.....اور پٹرول پیا کرو۔"

"ایک ایک بات کا بدلہ لوں غا..... تم دیکھنا۔" وہ اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

لوگ اب بھی اُنہیں دیکھے جا رہے تھے۔

"میں پوچھتا ہوں تم اس وقت آئے کیوں تھے۔"

"یہ بتانے آیا تھا کہ تم بے حد جلیل ہو۔"

"جلیل ہی نہیں بلکہ جمیل بھی ہوں..... اچھا تو پھر.....!"

"ابے ذلیل..... ذلیل.....!" قاسم پھر پھاڑ کھانے دوڑا۔

"اچھا اچھا سمجھ گیا.....!" حمید سر ہلا کر بولا۔

"سمجھ گئے نا..... میں تو جانتا ہی تھا۔ خدا گارت کرے تمہیں۔ دین و دنیا میں منہ قالا ہو تمہارا۔"

"تم بکواس کئے جاؤ گے۔ لیکن یہ ہرگز نہیں بتاؤ گے کہ بات کیا ہے۔ بہت پرانی عادت

ہے تمہاری۔"

"انجان بن رہے ہو۔"

"کس بات سے.....؟"

"آئے ہائے.....اتنے بھولے ہیں۔" قاسم نے جھلا کر لچکنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن گد بدا کر رہ گیا تھا۔

"جہنم میں جاؤ۔ میں تو تمہیں یہ بتانے یہاں لایا ہوں کہ ایک سرکاری کام سے جا تھا۔ اگر آئندہ اس طرح میرا تعاقب کیا تو بند کرادوں گا۔"

"اے جاؤ.....مر گئے بند قرانے والے۔"

"نہیں ابھی زندہ ہیں۔"

"جب قہو، نوکری سے نکلوا دوں.....قیا سمجھتے ہو۔"

"خیر یہ تو ہے۔ تمہارے باپ کے کوئی خالو چیف منسٹر ہو گئے ہوں گے۔"

"باپ تک پہنچے تو ٹانگیں چیر کر پھینک دوں غا۔"

"لیکن یہ نہیں بتاؤ گے کہ بات کیا ہے۔"

"وہ تمہیں کیوں پوچھ رہی تھی۔"

"کون.....؟" حمید چونک کر بولا۔

"اب پوچھتے ہو قون.....!" قاسم نے باقاعدہ دانت پیسے۔

"ایک دو ہوں تو نہیں پوچھوں.....!"

"ہاں یہ تو ہے۔" قاسم کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"اب بتا بھی چکو۔" حمید نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

"وہی.....وہ یعنی کہ..... جسے تم پوچھ رہے تھے۔ اچھا بیٹا بتاؤ کہ تم اُسے کیوں پوچھ تھے۔"

حمید نے طویل سانس لی۔ شائد یہ دردانہ شاہد کا ذکر تھا۔

"اچھا میں سمجھ گیا۔" وہ ہنس کر بولا۔ "شاید حسن کی اُس پہاڑی کا ذکر ہے۔"

"اچھا.....اچھا.....میں اُسے بتا دوں غا کہ تمہیں پہاڑی بکری کہہ رہا تھا۔"

"حسن کی پہاڑی۔"

"ایک ہی بات ہے۔ لیکن وہ تمہیں کیوں پوچھ رہی تھی۔"

"میں کیا بتاؤں۔ مجھ سے تو آج تک ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ بس ایک بار دور سے دیکھا تھا۔"

"تم دور سے بھی نہ دیکھا قرو.....سمجھے۔" وہ حمید کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

اتنے میں ویٹر آ گیا اور حمید نے اس سے کہا۔ "دو پلیٹ جھینگے اور کافی۔"

وہ چلا گیا اور قاسم غصیلے لہجے میں بولا۔ "ایک پلیٹ جھینگے تو دانتوں ہی میں اٹک کر رہ جائیں گے۔"

"یہ میری طرف سے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہارا اپنا آرڈر ہوگا۔ آدھی تنخواہ تمہارے معدے پر نہیں صرف کر سکتا۔"

"کسی مکھی چوس چودھری کی اولاد معلوم ہوتے ہو۔"

"بس تمہی فراخ دل بنئے کی اولاد بنے رہو۔"

"میرا باپ بنیا نہیں ہے۔"

"چلو مغل اعظم ہی سہی۔ اُس عورت نے میرے بارے میں کیا پوچھا تھا۔"

"وہ کیا پوچھتی۔ بس کمبختی کہ زبان سے نقل گیا تھا کہ ایک سالے کیپٹن حمید سے بھی دوستی ہے۔ بس پھر کیا تھا پوچھنے لگی سب کچھ تمہارے بارے میں اور پھر بولی مجھے بھی ملواؤ۔"

"اچھا تو پھر اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"اے تم پیدا ہی قیوں ہوئے تھے۔"

"یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی عورت میرا نام بھی نہ لے۔"

قاسم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ویٹر جھینگے اور کافی لے آیا۔

"اے دس پلیٹ جھینگے اور لاؤ۔ اس کا بل میری طرف۔" قاسم نے ویٹر سے کہا۔

"جی صاحب۔" ویٹر متحیرانہ لہجے میں بولا۔

"دس پلیٹ.....!"

ویٹر نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید سر ہلا کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔"

ویٹر چلا گیا اور حمید نے پھر دردانہ شاہد کا ذکر چھیڑنے کی کوشش کی۔

"بس ختم کرو۔" قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب اُس نے کہا ہے تو کل شام کو چلے چ

لیکن اگر اس کے بعد کبھی تم کو اُس تے یہاں دیکھا تو جان سے مار دوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"بس ایک بار کی ہوگی۔"

"میں ایک بار بھی نہیں جاؤں گا۔"

"ایک بار تو تمہیں چلنا ہی پڑے غا۔"

"آخر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے۔"

"میں قیا جانوں۔ ہوسکتا ہے اپنی جاسوسی کروانا چاہتی ہو۔"

"یہ اپنی جاسوسی کیسے کرائی جاتی ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔ یہ جھینگے سالے تو دو ہی پھنکیوں میں ختم ہو گئے۔ لاؤ۔ اپنی پلیٹ ا
بڑھاؤ۔"

"اس کے یہاں اور کون کون آتا ہے۔" حمید نے اپنی پلیٹ اس کی طرف سرکا
ہوئے کہا۔

"میں جاتا ہوں اور دو چار پدے بھی آتے ہیں۔"

"پدے.....؟ کیا مطلب.....؟"

"ابے ہاں۔ دو چار سوکھے سڑے لوگ۔"

"یعنی کوئی قابل ذکر آدمی نہیں ہوتا۔"

"ہاں ایک ہوتا ہے۔ کسٹم والا۔"

"کیا نام ہے۔"

"بھٹی صاحب کہتی ہے اس کو۔ پورا نام مجھے نہیں معلوم۔"

"لال مونچھوں والا۔"

"وہی.....وہی.....قیا تم اُسے جانتے ہو۔"

"کسٹمز انٹیلی جنس کا ڈپٹی ڈائریکٹر ہے۔"

"عاشک مزاج تو نہیں ہے سالا۔"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"تو پھر کیا ٹھینگے کے کیپٹن حمید ہو۔"

"کیا بات ہوئی۔"

"قیسے جاسوس ہو کہ اگر اتنا بھی نہیں جانتے۔"

"ابے تو کیا میں نے عاشقوں کی فہرست مرتب کر رکھی ہے۔"

"اچھا تو پتا لگاؤ کہ وہ عاشق مزاج ہے یا نہیں۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"تم سالے قیسے دوست ہو کہ میرے لئے اتنا بھی نہیں قر سکتے۔"

"کیوں، کیا بھٹی صاحب کا انداز کچھ اسی قسم کا ہوتا ہے۔"

"ابے ہاں بیٹھا مسکرایا کرتا ہے۔"

"لیکن تم کیوں مرے جا رہے ہو۔"

"قیا باؤں! میرا مقدر ہی چوپٹ ہے۔ وہ آجاتا ہے تو پھر مجھ سے بات ہی نہیں کرتی۔"

"کون آجاتا ہے۔"

"وہی بھٹی صاحب۔"

"اچھی بات ہے۔ میں چل کر دیکھوں گا۔"

"اگر تم کسی طرح اس بھٹی صاحب کو وہاں سے کھسکا دو تو زندگی بھر تمہارا احسان مانوں گا۔"

"اچھا.....اچھا..... میں دیکھوں گا۔"

"ہائے ابھی تک جھینگے نہیں لایا۔" قاسم کراہا۔ اس دوران میں وہ حمید کی پلیٹ بھی ر
کر چکا تھا۔

"اس کی کوٹھی میں کتنے ملازم ہیں۔"

"دیکھو نقل آئی نا جاسوسی۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ "ابے ہاں۔ یہی تو م
سوچتا تھا کہ ایک اکیلی عورت نے اتنے بہت سے ملازم کیوں رکھ چھوڑے ہیں۔"

"میں نے تعداد پوچھی تھی۔" حمید نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی کوئی دس گیارہ ہوں گے۔"

"سنا ہے کہ وہ اپنا سارا سرمایہ کینیا سے یہاں منتقل کرنا چاہتی ہے۔"

"ٹھیک سنا ہے۔"

"لیکن ایسا کرنے میں قانونی دشواریاں پیش آئیں گی۔"

"یہی تو چکر ہے۔"

"لیکن اسمگلرز کے ذریعے یہ ممکن بھی ہے۔"

"تو پھر شروع کردوں اسمگلنگ۔" قاسم نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ اس سے اپنے والد صاحب کی شادی کرادو۔"

"دیکھو.....دیکھو۔" قاسم انگلی اٹھا کر بولا۔ "تم نے شروع کر دیا گھپلا۔"

"تمہاری تو دوسری وہ ہونے نہیں دیں گے۔"

"بس کھاموش۔ ورنہ گدی سے زبان کھینچ لوں گا۔"

اگر اتنے میں جھینگے نہ آگئے ہوتے تو قاسم غضب ناک ہو کر میز ضرور الٹ دیتا۔ و
جھینگے کھاتا اور حمید کو قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا تھا

حمید خاموشی سے کافی پیتا رہا۔ اُس کا ذہن پھر الجھ گیا تھا۔ کتنے مشتبہ افراد چاروں طر
بکھرے ہوئے تھے۔ دردانہ شاہد، ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی، موجی بابا اور انسپکٹر فریدی جو روپو

تھا۔ حالات کی بناء پر ایسا لگتا تھا جیسے وہ سبھی ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرر ہے ہوں۔ موجی بابا نے رمز یہ انداز میں ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی طرف اشارہ کیا تھا اور اب قاسم سے معلوم ہوا کہ اس کا تعلق دردانہ شاہد سے بھی ہے۔ تو گویا اگر سپاہی اکبر علی سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس کے خطوط افضل خان کے پاس لایا کرتا تھا تو یہ معمہ حل ہو جائے گا۔ اکبر علی کی تلاش بے حد ضروری ہے۔ آخر وہ یہاں کیوں بیٹھ گیا ہے۔

دفعتاً قاسم ہنس پڑا اور حمید چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"اور بیٹا۔" قاسم ہاتھ ہلا کر بولا۔ "وہ کسی سے مجبور نہیں پڑتی۔ تمہارے قرنل صاحب کی طرح سانپ بھی پالتی ہے، ہاتھ میں لئے بیٹھی رہتی ہے۔"

"سانپ.....!" حمید کی سانسیں تیز ہو گئیں۔

کربناک کراہ

حمید اٹھ گیا اور قاسم اُسے گھورتا ہوا بولا۔ "کہاں چلے"

"ذرا ایک کال کروں گا۔ چین سے بیٹھے رہو۔"

وہ کاؤنٹر پر آیا اور کاؤنٹر کلرک کی اجازت سے فون پر کوٹھی کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے فریدی ہی نے کال ریسیو کی تھی۔

"قاسم مل گیا ہے۔" حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اُس کے بیان کے مطابق وہ سانپ بھی پالتی ہے۔"

"اچھا تو پھر.....!" فریدی کے لہجے میں چھپے ہوئے طنز کو حمید نے بھی محسوس کیا۔

"اور وہ چاہتی ہے کہ قاسم اُسے مجھ سے متعارف کرادے۔"

"خود ہی یہ خواہش ظاہر کی تھی۔"

''نہیں۔ قاسم نے اپنے دوست کی حیثیت سے میرا ذکر کیا تھا۔ یعنی یہ معلوم ہونے
بعد کہ میں اس کا دوست ہوں اُس نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور دوسری اطلاع
ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی بھی وہاں آمد و رفت ہے۔''

''یہ تم کن حماقتوں میں پڑ گئے ہو۔ اکبر علی کی تلاش میں نکلے تھے۔'' دوسری طرف
فریدی کی آواز آئی۔

''لیکن میں اسے کہاں تلاش کروں۔ اس وقت تو آفس بھی بند ہوگا۔ خود اس نے
کہ وہ فی الحال بے ٹھکانہ ہو گیا ہے۔ خود بھی نہیں جانتا کہ رات کہاں گزرے گی۔''

''ابھی اطلاع ملی ہے کہ وہ انسپکٹر زیدی کے بنگلے میں ہے۔'' دوسری طرف سے
نے کہا۔

''تب تو میں ابھی دیکھتا ہوں۔''

''لیکن قاسم کو تمہارے ساتھ نہیں ہونا چاہئے۔''

''وہ تو پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا کسی طرح۔''

''تم کہاں ہو۔''

حمید نے ریستوران کا پتا بتایا۔

''اچھی بات ہے۔ میں خود آ رہا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور رابطہ منقطع ہونے کی
آئی۔ حمید ریسیور رکھ کر میز کی طرف پلٹ آیا۔

''قیوں قیا ہوا۔ نہیں آئے غی۔'' قاسم نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا

''کون نہیں آئے گی؟''

''وہی جسے فون کر رہے تھے۔''

''حمید کچھ نہ بولا۔ قاسم بدستور اُسی انداز میں مسکراتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے پوچھا۔ ''تو پھر کل چلو غے نا۔''

''ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہارے دوستوں سے بھی ملتا پھروں۔''

''تمہاری عادت ہے مجھے نقصان پہنچانے کی۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''بھلا اس سے تمہیں کیا نقصان پہنچے گا۔''

''یہی کہ اس کی اتنی سی فرمائش بھی نہ پوری قر سکوں۔''

''تمہاری بیوی اس سے مل چکی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''خدا غارت کرے تمہیں۔ اس وقت بیوی کا نام لینے کی کیا جرورت تھی۔''

''اچھا تو اُسے نہیں معلوم کہ تم بھینس کے پائے کس کے لئے پکار رہے تھے۔''

''نہیں۔ وہ نہیں جانتی۔''

''اگر اُسے معلوم ہو جائے تو۔''

''تمہارا جنازہ نکال دوں۔''

''آخر تم اپنی دوستوں سے بیوی کو کیوں نہیں ملواتے۔''

''تم سے مطلب.....؟''

''مطلب کیوں نہیں۔ میں لے جاؤں گا تمہاری بیوی کو اس سے ملوانے۔''

''تم.....!'' وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

''ہاں ہاں میں۔ تم دیکھ لینا۔''

''تم نے اگر اسے بتایا بھی تو اچھا نہ ہوغا۔''

''اچھی بات ہے۔ تم دیکھنا کہ کیسا ڈرامہ بنتا ہے۔''

''لانت ہے تم پر..... تم دوست ہو۔''

''بیوی کے علم میں لائے بغیر ہرگز دوسری شادی مت کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔''

''اے تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو غیا۔''

''پھر آخر تم کیا چاہتے ہو۔''

''جو میرا دل چاہے غا چاہوں غا۔ تم سے مطلب۔''

''مجھ سے مطلب ہے۔ تمہاری بیوی کا منہ بولا بھائی ہوں۔''

"منہ ٹوٹا بھائی بھی ہوں۔" قاسم جلے تن عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا۔

"یہ منہ ٹوٹا کیا ہوتا ہے۔"

"ہوتا ہوگا کچھ..... دیکھو پھر سمجھاتا ہوں کہ اُسے نہ معلوم ہونے پائے۔"

"وہ تو کیا اب تمہارے باپ کو بھی معلوم ہو جائے گا۔"

"لانت ہے مجھ پر۔" قاسم اپنے سر پر دو ہتھڑ چلاتا ہوا بولا۔

"وہ تو ہے ہی۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔

لوگ انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے اور قاسم یہ تو بھول ہی جاتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور میں، کیا کر رہا ہے۔ پھر اچانک اسے بھی احساس ہوا اور فوری طور پر خفیف ہو کر بغلیں جھانکنے لگا۔

"تم کیا چاہتے ہو۔ کچھ بتاؤ بھی تو۔" اس نے کچھ دیر بعد مری مری سی آواز میں کہا۔

"یہی کہ صرف اس وقت میرا پیچھا چھوڑ دو۔ کرنل صاحب آنے والے ہیں اور جائیں گے۔ ہمارے پیچھے مت آنا۔"

"الاقسم بھائی بلقل نہیں آؤں گا اور دیکھو پیارے اُسے نہ معلوم ہونے پائے۔"

"فی الحال اس مسئلے کو یہیں چھوڑ دو۔ اس پر پھر غور کریں گے اور غور کرنے سے پہلے تمہاری بیوی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"بس ٹھیک ہے۔" قاسم اطمینان کا سانس لے کر بولا۔

اس کے بعد وہ خاموشی سے جھینگوں کی پھنکیاں لگاتا رہا تھا اور پھر فریدی آ گیا۔ نے بڑے ادب سے اُسے سلام کیا تھا اور اُس کے لئے بھی کچھ منگوانے کے لئے اشارے سے بلایا ہی تھا کہ فریدی نے کہا۔ "پھر کبھی۔ ہم جلدی میں ہیں۔"

حمید اٹھ گیا۔

"اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو۔" فریدی نے باہر نکل کر کہا۔

حمید اُسی کے ساتھ لنکن میں بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی۔ حمید نے پوچھا کیسے معلوم ہوا کہ وہ وہاں ہے۔

"اس کے بنگلے کی نگرانی ترک تو نہیں کرائی گئی۔ وہاں سے ہر آنے جانے والے سے تعلق مجھے اطلاعات ملتی رہتی ہیں۔"

"آخر خود زیدی کہاں غائب ہو گیا۔ فرض کیجئے کسی وقت خوف کے تحت فرار بھی ہو گیا تھا بعد میں آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہئے تھا۔"

"ہاں..... ہونا تو یہی چاہئے تھا۔"

"آپ نے اس کی اُس حرکت کے بارے میں کیا نظریہ قائم کیا.....؟"

"بہت دلیر آدمی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں تنہا نکل گیا۔"

"یہ تو رائے ہوئی۔ نظریہ نہ ہوا۔"

"تم دردانہ شاہد کی بات کر رہے تھے۔"

"پہلے تو میں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "اور اب؟"

"ظاہر ہے کہ وہ بھی سانپ پالتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سانپ اُسی کے کلکشن سے تعلق رکھتا ہو جس نے افضل خان کو ڈسا تھا۔"

"یہ محض اتفاق بھی ہوسکتا ہے کہ اُسے بھی سانپوں سے دلچسپی ہے۔"

"اور یہ بھی اتفاق ہی ہوگا کہ زیدی کا تعاقب کرنے والے اُسے چھوڑ کر سیدھے اسی کی کوٹھی میں گئے تھے۔" حمید نے کہا۔

"ہاں..... یہ محض اتفاق نہیں ہوسکتا۔"

"اور ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی سے اس کے تعلقات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔" حمید بولا۔ "جبکہ اس مجذوب نے اس کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔"

"کنفیوژن کا مطلب سمجھتے ہو۔" فریدی نے اچانک سوال کیا۔

"ڈکشنری کنسلٹ کروں گا۔" حمید جل کر بولا۔

فریدی آہستہ سے ہنس کر خاموش ہو گیا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "ان واقعات کے پیچھے جو کچھ بھی ہے ہمیں کنفیوژن میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

بات دل کو لگتی ہوئی تھی اسلئے حمید خاموش ہی رہا۔ ایک آدھ بار اس نے بھی یہی

''مجھے تو دراصل صرف اس شخص کی فکر ہے جس نے الاسٹرز والوں سے میر

وہ سانپ بنوایا تھا۔''

''کیوں..... وہ کیوں اتنا اہم ہے۔''

سب سے زیادہ دلیری کا مظاہرہ اُسی نے کیا ہے۔ میں نے بعد میں خود اس سلسلے

بات کی تھی۔ جس نے اس کا آرڈر بک کیا تھا اور اسی کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق

کاسٹ والوں نے ایک تصویر بنائی ہے۔ فریدی خاموش ہو گیا اور حمید اس خلش میں

جیسے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی ہو۔

''تو پھر اس تصویر سے کس حد تک رہنمائی ہوئی۔'' حمید نے سوال کیا۔

''صورت کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔ کہیں دیکھا ضرور ہے اُسے۔''

''مجھے بھی دکھایئے گا وہ تصویر۔''

''آفس میں ہے۔ کل دیکھ لینا۔''

دفعتاً فریدی نے ایک جگہ گاڑی روک دی اور حمید سے بولا۔ ''تم جاؤ اور ا

بلالاؤ۔ اسی لائین کا گیارہواں بنگلہ ہے۔ پھاٹک پر زیدی کی نیم پلیٹ موجود ہے۔''

حمید گاڑی سے اُتر کر چل پڑا۔ ناموں کی تختیاں پڑھتا جا رہا تھا۔ بالآخر زیدی

کے سامنے رک کر کال بل کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بچہ پھاٹک پر آیا تھا۔

''کیا زیدی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''جی نہیں۔''

''اچھا تو سپاہی اکبر علی کو بھیج دو۔''

''آپ کا نام.....!'' بچے نے سوال کیا۔ خاصہ ذہین معلوم ہوتا تھا۔

''بس اُس سے کہہ دینا کہ آج جس سے ہوٹل میں ملاقات ہوئی تھی وہی ہے۔''

لڑکے نے حمید کو عجیب نظروں سے دیکھا تھا اور چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اکبر علی

پر نظر آیا۔

''سامالیکم جناب۔'' اس نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام۔''

''تشریف لایئے۔''

''نہیں۔ تمہیں کچھ دیر کے لئے ہمارے ساتھ چلنا ہے۔''

''کک..... کیوں؟'' وہ کسی قدر خوفزدہ نظر آنے لگا۔

''بس تھوڑی سی باتیں ہوں گی۔ فکر نہ کرو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔''

''جی ان لوگوں نے کہا تھا کہ جب تک کہیں اور انتظام نہ ہو یہیں رہو۔''

''ٹھیک ہے۔ اچھا ہے۔''

''جی پھر۔ میں ذرا کوٹ پہن آؤں۔''

''ضرور..... ضرور۔''

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گیا اور دونوں اُس طرف چل پڑے جہاں فریدی نے گاڑی روکی تھی۔

''زیدی صاحب کے بارے میں کچھ معلوم ہوا۔'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ گھر والے بے حد پریشان ہیں۔''

''کیا یہ سب کچھ بہت عجیب نہیں ہے۔''

''ہے کیوں نہیں جناب۔ بالکل قصے کہانیوں کی سی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ اب سرکاری آدمیوں پر بھی لوگ چڑھ کر آنے لگے ہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا اور وہ گاڑی تک پہنچ گئے۔ فریدی نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کیا اور حمید اکبر علی سمیت پچھلی ہی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی چل پڑی تھی اور وہ خاموش تھے۔

کچھ دیر بعد گاڑی فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور اکبر علی سوالیہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہم تمہیں اپنے گھر اائے ہیں۔ بے فکر رہو۔'' حمید نے کہا۔

اکبر علی صرف سر ہلا کر رہ گیا اور حمید فریدی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔'' کرنل صاحب ہ

''سلاما لیلیم جناب۔'' اکبر علی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں سلام کیا۔ فریدی

جواب دیتا ہوا گاڑی سے اُترا۔

سٹنگ روم میں پہنچ کر اُس نے اکبر علی سے پوچھا۔'' کیا تم رات کا کھانا کھا چکے ہو

''جی صاحب.....!''

''اچھا تو پھر کافی پیو۔ بیٹھ جاؤ کھڑے کیوں ہو۔''

''جی صاحب۔'' اکبر علی کہتا ہوا بیٹھ گیا۔ بہت زیادہ نروس نظر آ رہا تھا۔

فریدی نے کہا۔''اطمینان سے بیٹھو۔ تمہارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔

تھوڑی سی باتیں ہوں گی۔''

''میں ہر طرح حاضر ہوں جناب۔''

''پہلے ہم کافی پئیں گے۔'' فریدی نے کہا اور حمید سے بولا۔'' ذرا کافی کے لئے کہہ

حمید اٹھ کر چلا گیا اور فریدی اکبر علی سے اس کے گاؤں کے متعلق باتیں کرتا رہا۔

قصے کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازم کافی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا سٹنگ روم

داخل ہوا۔ حمید اس کے ساتھ تھا۔

پھر وہ کافی پیتے رہے تھے۔ جب اکبر علی کسی قدر پرسکون نظر آنے لگا تو فریدی نے

سے افضل خان سے متعلق معمولی نوعیت کے کچھ سوالات کئے جن کے جوابات وہ بے تکان

چلا گیا۔

''افضل خان کے اردلی میں آنے سے قبل تم کہاں تھے۔''

''جی..... میں ڈپٹی صاحب کی گاڑی چلاتا تھا۔''

''کس ڈپٹی صاحب کی۔''

''بھٹی صاحب کی۔''

''اوہ..... یعنی ڈپٹی ڈائرکٹر بھٹی صاحب۔''

''جی ہاں جناب۔''

''وہاں سے کیوں ہٹے تھے۔''

''کسی نے سفارش کر کے وہاں کسی اور کو لگوا دیا۔ وہاں آرام زیادہ تھا۔''

''افضل خان تمہارا بہت خیال رکھتے تھے۔''

''جی صاحب۔ بہت زیادہ۔ وہ ہر ایک کا اسی طرح خیال رکھتے تھے۔ آدمی کو آدمی سمجھتے تھے۔''

''تم ان کے لئے کس کے خطوط لایا کرتے تھے۔''

اس سوال پر اُس کی حالت ایسی ہوئی جیسے اچانک الیکٹرک شاک لگا ہو۔ بُری طرح

چونک کر ساکت رہ گیا۔

''گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تمہیں اب سب کچھ بتا دینا چاہئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ

اتنے اچھے آدمی کا قاتل اپنی سزا کو پہنچے۔''

''لل..... لیکن..... صاحب۔''

''ہاں ہاں بے فکری سے کہو۔ جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ راز داری ہی کے خیال سے یہاں

لائے گئے ہو۔ ورنہ دفتر میں طلب کرتا۔''

''یہ خاں صاحب کا راز تھا صاحب۔ میری زبان نہیں کھلتی اور اس کا ان کے قتل سے کوئی

تعلق نہیں ہوسکتا۔''

''خان صاحب اس دنیا میں نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ وہی راز ان کے قاتل تک ہماری

رہنمائی کر دے۔''

''صاحب زبان نہیں کھلتی۔ ایک گھر کی عزت کا معاملہ ہے۔ خان صاحب تو اب اس دنیا

میں نہیں۔''

''سنو۔ اگر یہ کوئی ایسی ہی بات ہے تو صرف ہماری ہی ذات تک محدود رہے گی۔

صاحب معاملہ کو اس کی خبر تک نہیں ہو سکے گی۔''

وہ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے بیٹھا رہا پھر بولا۔ ''میری گردن کٹ جا
صاحب.....!''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوگا۔ ہم دیکھیں گے کہ تمہیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ لیکن یہ معلو
بہت ضروری ہے۔''

''خود خاں صاحب اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتے تھے۔ مجھے سختی سے منع
تھے کہ میں خطوط نہ لایا کروں۔''

حمید طویل سانس لے کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا اور فریدی نے اکبر علی سے کہا۔
کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ تم بے فکر رہو۔ کسی کو بھی کچھ نہیں معلوم ہونے پائے گا۔''

''جی وہ رضیہ بی بی کے خطوط ہوتے تھے۔''

''یہ کون ہیں۔''

''ڈپٹی صاحب کی بھانجی انہی کے ساتھ رہتی تھی اور یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں۔''

''کیا افضل خاں بھی انہیں خطوط لکھتے تھے۔''

''ہرگز نہیں صاحب۔ کبھی نہیں۔ وہ تو مجھے منع کرتے تھے خطوط لانے سے لیکن رضیہ
سر ہو جاتی تھیں۔''

''کیا ڈپٹی صاحب کو اس کا علم ہو گیا تھا۔''

''نہیں صاحب۔ لیکن افضل خاں صاحب جانتے تھے کہ رضیہ بی بی ڈپٹی صاحب
لڑکے کی منگیتر ہیں جو امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔''

''تمہیں یقین ہے کہ ڈپٹی صاحب کو اس کا علم نہیں تھا۔''

''ہرگز نہیں صاحب۔ اگر انہیں علم ہو جاتا تو میری کھال گرا دیتے۔''

''جب افضل خاں نے تمہیں منع کر دیا تھا تو پھر کیوں خطوط لاتے تھے۔''

''صاحب۔ وہ اس طرح روتی گڑگڑاتی تھیں کہ میں مجبور ہو جاتا تھا۔''

''اور تمہیں یقین ہے کہ خود افضل خاں نے اُسے کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔''

''صاحب میں تو کبھی نہیں لے گیا اُن کا کوئی خط۔''

''ہوسکتا ہے وہ خط لکھنے کی بجائے زبانی گفتگو کر لیتے رہے ہوں۔''

''میں کیا عرض کروں۔''

''نہیں..... تم اس سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کر سکتے ہو۔''

''صاحب۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ انہیں خط لکھیں یا کسی قسم کا بھی کوئی تعلق رکھیں۔
انہیں بھی علم تھا کہ وہ ڈپٹی صاحب کے لڑکے کی منگیتر ہیں۔''

''تو وہ کہیں ملتے نہیں تھے۔''

''میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ تبھی تو وہ اتنی بے چینی سے انہیں خطوط لکھتی رہی تھیں اور
خاں صاحب خط پڑھ کر اُسے فوراً جلا دیتے تھے۔''

''کیا وہ جواب لانے پر بھی اصرار نہیں کرتی تھی۔''

''بہت زیادہ جناب۔ اس کے لئے بھی وہ ہاتھ پیر جوڑتی رہتی تھیں۔ لیکن خان صاحب
نے کبھی انہیں کوئی خط نہیں لکھا۔''

''ہوسکتا ہے تمہارے ہاتھ نہ بھیجا ہو۔''

''اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا صاحب۔''

''کس ایئر کی طالبہ ہے؟''

''یہ تو مجھے نہیں معلوم صاحب۔''

''ڈپٹی صاحب سے افضل خان کے کیسے تعلقات تھے۔''

''وہی جو ایک اچھے ماتحت اور افسر کے درمیان ہو سکتے ہیں۔''

''فرض کرو ڈپٹی صاحب کو اس نامہ و پیام کا علم ہو گیا ہو تو۔''

''اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ کم از کم میری نگرانی ضرور کراتے کہ صرف میں رضیہ بی بی کا خط نہ
لے جا سکوں۔''

''ہوں..... اوں.....!'' فریدی پر تفکر انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر پوچھا۔ ''آخری خط

کب لائے تھے۔"

"خان صاحب کے قتل سے ایک دن پہلے۔"

"اور شائد اسی رات کو موجی بابا بھی خان صاحب کے گھر آیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"اُن دونوں کے تعلقات کی کیا نوعیت تھی۔"

"خان صاحب خود بھی درویش صفت آدمی تھے اور درویشوں کی خدمت بھی کرتے تھے شہر کی بعض درگاہوں میں حاضری بھی دیا کرتے تھے۔"

"لیکن گھر صرف موجی بابا آتا تھا۔"

"جی ہاں۔ان کے علاوہ اور کسی درویش کو بنگلے پر آتے نہیں دیکھا۔"

"اچھا اکبر علی۔ بہت بہت شکریہ۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"لیکن حضور وہ رضیہ بی بی والا معاملہ۔"

"تم مطمئن رہو۔ ہماری گفتگو راز ہی رہے گی۔"

پھر اُس نے حمید کو ہدایت کی تھی کہ وہ اکبر علی کو زیدی کے بنگلے تک بھجوا دے۔

"میں چلا جاؤں گا جناب آپ تکلیف نہ کریں۔"

"نہیں.....میرا ڈرائیور چھوڑ آئے گا۔"

حمید اُسے ڈرائیور کے سپرد کر کے پھر سٹنگ روم میں واپس آ گیا۔فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔حمید نے آہستہ سے کھانس کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا اور بولا۔"دو اور دو چار۔"

"کیا مطلب.....؟"

"موجی بابا نے صحیح راہنمائی کی تھی۔"

فریدی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ بولا۔"بظاہر سامنے کی بات ہے لیکن دو اور دو آٹھ بھی ہو سکتے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اس طرح ڈپٹی ڈائریکٹر کو فریم بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی اپنا جرم ڈپٹی ڈائریکٹر کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔"

"لیکن ہمیں اب بات یہیں سے شروع کرنی چاہئے۔"

"شروع کر دو۔" فریدی شانوں کو جنبش دے کر مسکرایا۔

"ڈپٹی ڈائریکٹر نے بدنامی کے اس مائیکروفون کا سوئچ بروقت آف کر دیا اور اس واقعے کو دوسرا رنگ دینے کی کوشش کر ڈالی۔"

"یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ اس قتل کو کسی نامعلوم اسمگلر کے سر منڈھنا چاہتا ہے۔"

"ہاں میرے کہنے کا یہی مطلب ہے۔"

"اچھی بات ہے تو تم.....اسی لائن پر کام شروع کر دو۔ میں نے تمہیں روکا تو نہیں ہے۔"

"بس یہ ثبوت فراہم کرنا پڑے گا کہ ڈپٹی ڈائریکٹر کو اپنی بھانجی اور ہونے والی بہو کی بے راہ روی کا علم ہو گیا تھا جسے اُس نے صیغہ راز میں رکھ کر خان صاحب کا خاتمہ کرا دیا۔ ہو سکتا ہے لائبریری میں وہ دھماکہ بھی اسی لئے کرایا گیا ہو کہ رضیہ کے لکھے ہوئے خطوط تلف ہو جائیں۔"

"لیکن اس کے لئے واضح ثبوت کس طرح فراہم کرو گے۔"

"رضیہ کے توسط سے۔"

"ہرگز نہیں۔ اُسے تو چھیڑنا ہی نہیں ہے۔ میں اکبر علی سے وعدہ کر چکا ہوں۔"

"لیکن یہ کسی عالم دین کا وعدہ نہیں تھا۔ ایک سرکاری سراغ رساں کا وعدہ تھا۔"

"انسانیت سے بالاتر اُلوہیت ہی ہو سکتی ہے اور وعدہ خلافی انسانیت سے بعید ہے۔"

"بس تو پھر کوئی خانقاہ سنبھال لیئے۔ ورنہ محکمہ غارت ہو جائے گا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں اس کے لئے اور کوئی صورت نکالوں گا۔"

"ڈپٹی ڈائریکٹر نے یہ سب کچھ دردانہ شاہد کے تعاون سے کیا ہے۔"

''اسے بھی دیکھیں گے۔''

''تو پھر کل میں قاسم کے ساتھ وہاں جاؤں۔''

''ضرور جاؤ۔لیکن محتاط رہنا۔خود سے اس معاملے کا ذکر بھی نہ کرنا۔''

رات کے کھانے کے بعد دونوں اپنی اپنی خواب گاہوں میں چلے گئے۔رات سکون سے گزری تھی۔یعنی کہیں سے کوئی ایسی اطلاع نہیں ملی تھی جس کی بناء پر انہیں باہر نکلنا پڑتا۔

• دوسری صبح ناشتے کی میز پر پھر رضیہ کا قصہ چھڑ گیا۔حمید اسی پر مصر تھا کہ وہ اسے چیک کرے لیکن فریدی نے سختی سے منع کر دیا۔

''عجیب آگ ہوتی ہے یہ بھی۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔''افضل خان شائد اس کا سامنا بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن وہ خط پر خط لکھتی رہتی تھی۔اسکے باوجود کہ کسی کی منگیتر بھی تھی۔''

''آدمی نے بے حد ترقی کی ہے۔اپنے وجود سے لے کر خلاء تک کو کھنگال ڈالا ہے لیکن اس معاملے میں بچہ ہی بنا رہنا چاہتا ہے۔ایک احمقانہ تگ و دو کو عشق کا نام دے کر اس سے لذت اندوز ہوتے رہنا چاہتا ہے حالانکہ فطرت کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ وہ دو سے تین ہو جائے۔''

''خدارا اپنی یہ ارتھمیٹک اپنے پاس ہی رکھئے ورنہ زندگی ایک بے آب و گیاہ ریگستان بن کر رہ جائے گی۔''

''جھک مارتے ہو۔''

حمید نے کپ میں کافی انڈیل کر پائپ سلگایا اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔فریدی کسی سوچ میں تھا۔تھوڑی دیر بعد بولا۔''وہ آدمی۔مجھے یاد نہیں آ رہا کہ اسے کہاں دیکھا تھا۔''

''کس آدمی کی بات کر رہے ہو۔''

''وہی جس نے ربڑ کا وہ سانپ الاسٹرز دالوں سے بنوایا تھا۔''

''اوہ مجھے بھی تو وہ تصویر دکھایئے۔''

''آفس میں ہے۔وہیں چل کر دیکھ لینا۔''

کچھ دیر بعد جب وہ آفس کے لئے روانہ ہونے والے تھے فون کی گھنٹی بجی۔حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو.....کیپٹن حمید۔''

''کک.....کرنل صاحب سے ملنا ہے۔'' دوسری طرف سے عجیب گھٹی گھٹی سی آواز آئی۔

''آپ کون ہیں.....!''

''نف.....فاروق زیدی۔''

''یعنی کہ کسٹمز انسپکٹر مسٹر زیدی۔''

''جی ہاں۔''

''آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔''

جواب میں حمید نے ایک کربناک سی کراہ سنی۔جیسے اچانک کسی نے اس پر حملہ کیا ہو۔

''ہیلو.....ہیلو.....!'' حمید نے اُسے آوازیں دیں لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

اتنے میں فریدی کمرے میں داخل ہوا۔حمید نے جلدی جلدی اُسے اس سے متعلق بتاتے ہوئے ریسیور تھما دیا۔فریدی نے ایئر پیس کان سے لگایا اور حمید سے بولا۔''رابطہ منقطع نہیں ہوا۔دوسری لائن پر ایکسچینج سے معلوم کرو کہ کال کہاں سے ہو رہی ہے۔''حمید لائبریری کی طرف دوڑ گیا اور فریدی ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔اُس فون کا رابطہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے ریسیور کسی اونچی جگہ سے گر کر جھول رہا ہو۔پھر اچانک رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ریسیور کریڈل پر رکھ دیا گیا تھا۔

فریدی کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔اس نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔اتنے میں حمید کمرے میں داخل ہوا۔اُس کے چہرے سے دبے دبے سے جوش کا اظہار ہو رہا تھا۔یہ شائد اسی کی علامت تھی کہ اُسے کامیابی ہوئی ہے۔

''کال ٹریس ہو گئی ہے۔'' اس نے اطلاع دی۔

''کہاں سے ہوئی تھی۔''

"فون نمبر تھری ایٹ سیون فائیو فور ہے۔"

کئی جھٹکے

"فون نمبر تھری ایٹ سیون فائیو فور.....!" فریدی نے آہستہ سے دہرایا۔ پھر قدر
توقف کے ساتھ بولا۔ "تھری ایٹ کا مطلب ہے شہر کا جنوبی علاقہ اور اپنے اپریشن روم کو کا
کر کے اس نمبر کا صحیح پتہ ٹریس کرو۔"

"اب دفتر تو چل ہی رہے ہیں۔"

"جلدی کرو۔ ابھی انہوں نے تلاش شروع کی تو شائد راستے ہی میں ہمیں علم ہو جائے
زیدی خطرے میں معلوم ہوتا ہے۔"

"مجھے تو زیدی ہی فراڈ لگ رہا ہے۔" حمید نے کہا اور فون پر اپنے محکمے کے آپریشن رو
سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

پھر جلد ہی وہ دفتر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ فریدی کے اندازے کے مطابق راستے
میں گاڑی کے وائرلیس ٹیلی فون کے ذریعے پتہ ٹریس ہو جانے کی اطلاع مل گئی۔

"ارجن پورے کا مکان نمبر تین سو اٹھائیس۔ کسی کریم بھائی کے نام پر فون الاٹ ہے۔"
فریدی نے حمید کو بتاتے ہوئے کہا۔ "اب ہم ادھر ہی چلیں گے۔"

"کیا خیال ہے آپ کا کہ انسپکٹر زیدی کسی کا قیدی ہو سکتا ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"لیکن وہ فون کس طرح استعمال کر سکا ہوگا۔"

"یہ ایک دلچسپ سوال ہے۔ ہاں قیدی کی طرف سے اس طرح لاپرواہی نہیں بر
جا سکتی کہ وہ فون تک پہنچ سکے اور پھر قیدی بھی کیسا..... ایک سرکاری ملازم.....!"

"تو پھر..... کیا ضرورت ہے اس دوڑ دھوپ کی۔"

"ضروری نہیں کہ جو کچھ ہم سوچ رہے ہیں وہی حقیقت بھی ہو۔"

"آپ کی مرضی۔" حمید نے طویل سانس لی۔

ارجن پورے تک پہنچنے میں خاصا وقت صرف ہوا تھا کیونکہ اس وقت سڑکوں پر ٹریفک کا
ہا اژدھام تھا۔ البتہ مکان نمبر تین سو اٹھائیس کو تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔
س مکان کے دروازے پر کسی کریم بھائی کے نام کی بجائے عبدالغفور کے نام کی تختی نظر آئی۔
حمید نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک معمر آدمی نے دروازہ کھولا اور
رت سے انہیں دیکھنے لگا پھر بولا۔ "خیریت ہے جناب۔"

"تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہیں۔" فریدی آگے بڑھ کر بولا۔ "کیا آپ ہمیں ایک
ن کال کی اجازت دے سکتے ہیں۔"

"فون کال۔" بوڑھے کی آنکھیں مزید حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی ہاں، اشد ضرورت پیش آ گئی ہے۔"

"لیکن جناب..... یہاں فون کہاں ہے۔"

"کیا یہ کریم بھائی کا گھر نہیں ہے۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی نہیں۔ یہاں کوئی کریم بھائی نہیں رہتا۔"

"کیا یہ مکان نمبر تین سو اٹھائیس نہیں ہے۔"

"جی ہاں مکان نمبر یہی ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ کیا آپ کرایہ دار ہیں۔"

"جی نہیں۔ میں مالک مکان ہوں۔"

"تو کیا فون کٹوا دیا۔"

"یہاں کبھی فون نہیں رہا۔ ہم غریبوں کو فون کون دے گا۔"

"آپ نے کبھی فون کے لئے درخواست دی تھی۔"

''جی نہیں۔ کبھی نہیں۔''

''کبھی کریم بھائی نام کا کوئی کرایہ دار رہا ہے آپ کے یہاں۔''

''جی نہیں۔ تعمیر کے بعد سے یہ مکان کبھی کرائے پر نہیں دیا گیا۔''

''تکلیف دہی معاف فرمائیے گا۔'' فریدی نے کہا اور وہ دونوں گاڑی کی طرف گئے۔ بوڑھا دروازے میں کھڑا اب بھی انہیں حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

فریدی نے مڑ کر مکان کی طرف دیکھا اور اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

''ادھر فون کی لائن ہی نہیں ہے۔'' حمید نے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

''چلو بیٹھو۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

گاڑی آگے بڑھ گئی۔ حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ط مسکراہٹ تھی۔

''ایسا ممکن ہے۔'' فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

''کیا ممکن ہے۔'' حمید نے پائپ کو سلگانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کسی کریم بھائی کے نام سے اس مکان کے پتے پر ٹیلی فون کنکشن حاصل کرنے کے لئے درخوا دی لیکن بعد میں عملے کو رشوت دے کر فون اور کہیں لگوا لیا۔ ڈائریکٹری میں اُسی مکان چھپ رہا ہے جس کے لئے درخواست دی گئی تھی۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم اس جگہ تک نہیں پہنچ سکیں گے جہاں سے کال ہوئی تھ'' حمید نے کہا۔

''بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے۔''

''کمال ہے۔ ہم بات بات پر چھیڑے جاتے ہیں۔ دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور پھ بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔''

''بڑی شاندار تکنیک اختیار کی ہے مجرم نے۔''

''یہ آپ کہہ رہے ہیں۔''

''ہاں..... میں کہہ رہا ہوں۔ بے حد ذہین اور چالاک ہے۔ ہمیں تھکا رہا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اس لئے تھکا رہا ہے کہ جو کچھ وہ ہمیں باور کرانا چاہتا ہے ہم آخر کار اپنے تھکے ہوئے وں کے ساتھ اسی نتیجے پر پہنچنے پر مجبور ہو جائیں۔''

''آپ کا یہ جملہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔''

''شروع ہی سے میرا خیال رہا ہے کہ ملزم اپنا جرم کسی اور کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا اور یہ آسان کام نہیں۔ لہٰذا اس کے لئے نفسیاتی طریقہ ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہم اتنے جائیں کہ بالآخر وہی راستہ اختیار کر لیں جس پر وہ ہمیں ڈالنا چاہتا ہے۔ زیدی کو اس نے ہی فون کرنے کا موقع دیا ہوگا اور پھر بات پوری نہ ہونے دی۔ اس کی بعد ہم یہی تو کرتے اس فون کا پتہ لگانے دوڑ جاتے۔ سو ہم نے یہی کیا۔ لیکن انجام تمہارے سامنے ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔ واقعی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ ہر معاملے میں ابھی تک ہماری دوڑ پ لاحاصل ہی ثابت ہوئی ہے۔''

''تو پھر کیا خیال ہے؟'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''ہم اس طرح دوڑ پڑنا ترک کر دیں۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''اُسے مایوسی ہوگی۔''

''اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ہوشیار ہو جائے گا۔'' فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''پھر آپ کیا کریں گے۔''

''اس کی توقعات پر پورا اُترتا رہوں گا۔''

''یعنی وہ دوڑاتا رہے گا اور آپ دوڑتے رہیں گے۔''

''یہی سمجھ لو۔ لیکن اس جرم سے متعلق جو نظریہ میں نے قائم کیا ہے اسی پر اڑا رہوں گا اور ی نہ کسی مرحلے پر میرے ہاتھ آ جائے گا۔''

حمید خاموش ہوکر بجھا ہوا پائپ سلگانے لگا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''میں آپ سے متفق...''

''کس بات پر۔''

''یہی کہ مجھے اس لڑکی کو ضرور تلاش کرنا چاہئے۔''

''اس وقت کسی لڑکی کا ذکر نہیں تھا۔''

''لیکن لاحاصل دوڑ دھوپ کی محرک وہ بھی تو رہی تھی۔''

''اب وہ اس سلسلے کی ایک گمشدہ کڑی ہے۔ فی الحال تمہیں اتنا ضرور کرنا چاہئے... لوگوں کو لگا کر صرف ارجن پورے ہی کے ٹیلی فون کنکشنز چیک کر ڈالو۔''

''یقین کرو کہ وہ فون کم از کم اس علاقے میں ہرگز نہ ہوگا۔''

''تو پھر کیا فائدہ۔''

''پھر وہی احمقانہ سوال۔ میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے فی الحال اُسے مطمئن کرنا ہے کہ... بیوقوف بنا لینے میں کامیاب ہوگیا ہے۔''

''کبھی مجھے بھی اسی طرح مطمئن کر دیا کیجئے۔''

''یہ کام فوری طور پر ہونا چاہئے۔''

''بہت بہتر۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے پانچ چھ آدمی کافی ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

گاڑی دفتر کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ ''لیکن سب... پہلے میں وہ تصویر دیکھوں گا جو آئیڈنٹی کاسٹ والوں نے تیار کی ہے۔''

''ضرور ضرور......!'' فریدی گاڑی پارک کر کے اُترتا ہوا بولا۔

دونوں آفس میں داخل ہوئے۔ بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ توقیر زمن اجازت... اندر داخل ہوا۔

''کوئی خاص بات۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔ وہ مجھے پھر دکھائی دیا تھا......؟''

''کون......؟'' فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''وہی، جس نے آپ کو دھمکی دی تھی۔''

''اچھا۔'' فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''تو تم نے تعاقب ضرور کیا ہوگا۔''

''جی ہاں۔ موٹر سائیکل تھی میرے ساتھ اس لئے کامیاب ہوگیا۔ وہ اُسی گاڑی میں تھا۔ میں نے آج اس کے رجسٹریشن نمبر بھی نوٹ کئے ہیں۔'' اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا فریدی کے سامنے رکھ دیا۔

''اپنی ڈائری میں بھی نوٹ کیا ہے یا نہیں۔''

''نہیں جناب۔''

''یہ غلطی ہے۔ اپنی ڈائری میں بھی نوٹ کیجئے۔ کاغذ کا ٹکڑا کہیں گم بھی ہوسکتا ہے اور میں ... بھول بھی سکتا ہوں۔''

''بہت بہتر جناب۔'' توقیر زمن نے کہہ کر جلدی سے اپنی نوٹ بک نکالی اور وہ نمبر تحریر... کرنے لگا۔

''تو اس گاڑی کا تعاقب کس حد تک کیا تھا۔'' فریدی نے پوچھا۔

''آخر تک جناب، وہ ایک عمارت میں داخل ہوئی تھی۔'' اس نے کہا اور عمارت کا پتہ ... نے لگا۔

حمید نے چونک کر فریدی کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ویسے انداز سے ایسا ہی لگتا ... جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔

آخر فریدی خود ہی اُس کی طرف متوجہ ہوکر بولا۔ ''تم نے کچھ مارک کیا۔ یہ دردانہ شاہد کا ... ہے۔''

''جی ہاں...... میں یہی اطلاع دینا چاہتا تھا آپ کو۔''

''اسے بھی دیکھنا ہی پڑے گا۔'' فریدی نے کہا اور توقیر زمن سے مخاطب ہوکر بولا۔ ''کیا ... آج بھی اُس گاڑی کو ڈرائیو کر رہا تھا۔''

"جی ہاں۔ جناب بالکل وہی تھا۔"

"بہت اچھا۔ میں دیکھوں گا۔"

توقیر زمن چلا گیا اور حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "سارے راستے روم کو جا

"چلو..... یہ تصویر دیکھو۔" فریدی میز کی دراز کھینچتا ہوا بولا۔ "اور کام پر نکل جا

تصویر نکال کر اس نے حمید کے سامنے رکھ دی۔ نہ جانے کیوں حمید کو بھی چہ
پہچانا سا لگا اور وہ اپنے حافظے پر زور دینے لگا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا ہے۔

"کیوں، کیا تمہیں بھی چہرہ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"بالکل..... لیکن یاد نہیں آ رہا کہ کہاں دیکھا تھا۔"

"کمال ہے۔ تم بھی یہی محسوس کر رہے ہو۔ خیر اب دھیان رکھنا شائد یا
آ جائے۔" فریدی نے کہا۔ لیکن حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے یہ جملہ خواہ مخواہ کہا گیا ہو۔

"اچھا تو کیا اب واقعی ارجن پورے کے گھروں میں ٹیلی فون کنکشنز کی چھان بین کرا

"فوراً۔ کچھ لوگوں کو ہدایت دے کر اُدھر روانہ کر دو۔"

"کیا میرا جانا بھی ضروری ہے۔"

"ایک آدھ جگہ تم بھی پوچھ کر اپنی راہ لینا۔"

"اور اس دوران میں زیدی کا خواہ کچھ حشر ہو۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے حمید صاحب۔"

"شاید کچھ بھی نہیں۔" حمید نے پر تفکر انداز میں سر کو منفی جنبش دی۔ تھوڑی
فریدی کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نکل کھڑا ہوا تھا۔

فریدی نے فون کا ریسیور اٹھایا اور کسی کے نمبر ڈائیل کرنے لگا اور دوسری ط
جواب ملنے پر بولا۔ "قاسم..... میں فریدی ہوں۔"

"سس..... سس..... سامالیقم.....!"

"وعلیکم السلام۔ تم سے ایک کام ہے۔"

"نف..... فرمائیے جناب۔"

"میں بیگم دردانہ شاہد کے سانپ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ارے باپ رے۔"

"کیوں..... کیا بات ہے۔"

"قق..... قچھ نہیں۔ پپ..... پوچھنا پڑے گا۔"

"پوچھ لو۔ تم جانتے ہی ہو کہ مجھے سانپوں سے دلچسپی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اور قیا قیا بتایا تھا آپ قو۔"

"کس نے کیا کیا بتایا تھا۔"

"جناب حمید شریف صاحب نے۔" قاسم نے انتہائی جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں بھئی۔ کچھ بھی نہیں۔ اُس نے تو مجھے چڑھانے کے لئے کہا تھا کہ آپ
سانپ پال کر خود کو اتنی اہمیت کیوں دیتے ہیں۔ یہاں تو عورتیں بھی سانپ پالنے لگی ہیں۔ اس
سلسلے میں اُس نے بیگم دردانہ شاہد کا نام لیا اور بتایا کہ تم انہیں جانتے ہو۔"

"اچھا..... اچھا..... جی ہاں میں انہیں جانتا ہوں۔ اُن قا بھی بزنس ہے نا یہاں۔ اچھی
بات ہے میں انہیں جانتا ہوں۔ میں مالوم کرتا ہوں.......!"

"اور مجھے ایک گھنٹے کے اندر اندر مطلع بھی کر دینا۔ میں آفس ہی میں ہوں۔ فون نمبر لکھ لو۔"

"مجھ قو مالوم ہے۔"

"اچھا شکریہ۔" کہہ کر فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن فوراً ہی گھنٹی بجی اور اُس
نے ریسیور اٹھا لیا۔

"بلیک سکس سر.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وہ دیوانہ آدمی۔ ایک موٹر بوٹ
پر بیٹھ کر کہیں گیا ہے۔"

"تمہارا کوئی آدمی اُس کا تعاقب تو نہیں کر رہا۔"

"نہیں جناب، ہم صرف نگرانی کر رہے ہیں۔"

"تعاقب کے لئے ان میں سے تمہیں خود منتخب کرنا ہے۔ جو اُس سے ملنے آتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ ہمیں ہدایات یاد ہیں۔ اب تک آٹھ افراد کا تعاقب کیا جا چکا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی خاص طور پر قابل توجہ ثابت نہیں ہو سکا۔"

"ایک بار پھر سن لو کہ تمہیں کسی حال میں بھی اُس دیوانے کا تعاقب نہیں کرنا ہے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"وہ خود موٹر بوٹ پر گیا تھا۔ یا کوئی کہیں سے اُسے ساتھ لے جانے کے لئے آیا؟"

"دو افراد تھے جناب۔ لیکن اسی کے قبیل کے معلوم ہوتے تھے۔"

"یعنی درویش.....!"

"جی ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ اب اُس پر نظر رکھنا کہ وہ کب واپس آتا ہے۔"

"بہت بہتر۔"

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور اردلی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ وہ... کمرے میں داخل ہوا تھا۔

فریدی نے ایک سلپ لکھ کر اُسے دیتے ہوئے کہا۔ "صمدانی صاحب کو دے آؤ۔"

اردلی چلا گیا اور فریدی سگار سلگانے لگا تھوڑی دیر بعد فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"آپ کی سلپ مل گئی کرنل۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "آپ دس منٹ بعد تشریف لا سکتے ہیں۔"

"شکریہ مسٹر صمدانی۔"

"وٹیس آل رائٹ۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔ بارہ بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ اتنے میں فون کی گھنٹی پھر

42

بار قاسم تھا۔

"ہیلو..... کیا خبر ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کیا ٹھیک ہے۔"

"آج پانچ بجے شام تو..... میں آجاؤں گا۔ ٹھیک ساڑھے چار بجے، تمہاں آؤں۔"

"گھر آنا..... میں تین بجے یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

"بہت خوش ہو رہی تھیں۔"

"اچھا..... اچھا.....!" کہہ کر فریدی نے رابطہ منقطع کر دیا۔

دس منٹ بعد اپنے آفس سے نکل کر لیبارٹری کی طرف چل پڑا تھا۔ کئی راہداریوں سے گزرنے کے بعد لیبارٹری کے اس حصے میں پہنچا جہاں آتش گیر مادوں کا ماہر بیٹھتا تھا۔

"ویل مسٹر صمدانی۔" فریدی نے اُس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا۔"

"جس حد تک ممکن ہو سکا ہے ویسے یہ محض اتفاق ہے کہ ملبے کے ڈھیر کے نیچے سے کچھ ایسی چیزیں مل گئیں جنہیں ایگزامن کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بم دیسی ساخت کا تھا۔"

"یعنی دیسی ساخت کا ٹائم بم۔"

"جی ہاں۔"

"آپ کو یقین ہے کہ وہ ٹائم بم ہی تھا۔ معمولی بم نہیں۔"

"جی ہاں۔ وہ ٹائم بم ہی تھا۔"

"تب تو.....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا اپنا بایاں گال کھجانے لگا۔ لیکن اُس نے جملہ پورا نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "بہت بہت شکریہ مسٹر صمدانی۔" اور اس سے مصافحہ کر کے لیبارٹری سے نکلا چلا آیا۔ اپنے آفس میں پہنچ کر اُس نے فون پر پرنسٹن تھانے کے نمبر ڈائیل کئے اور جواب ملنے پر انچارج سے رابطہ قائم کرانے کے لئے کہا۔

"آپ کون ہیں۔" دوسری طرف سے غالباً ڈیسک سارجنٹ نے پوچھا۔

"کرنل فریدی۔"

"سلام علیکم جناب۔ ہولڈ آن کیجئے جناب۔"

پھر تھوڑی دیر بعد اسٹیشن انچارج کی آواز آئی۔ "فرمایئے۔ جناب سراج بول رہا ہے۔"

"بھئی سراج صاحب ذرا یہ بتایئے گا کہ شیرازی آج کل اندر ہے یا باہر۔"

"شیرازی...... اچھا وہ...... جی ہاں۔ باہر ہی ہے۔ کوئی پندرہ دن قبل چھ ماہ کی
آیا ہے۔"

"کیا وہیں رہتا ہے۔"

"جی ہاں..... وہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت۔"

"نہیں شکریہ۔ بس یہی معلوم کرنا تھا۔" فریدی نے کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر
کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا تھا۔ اس کے بعد اٹھا اور باہر نکلا چلا آیا۔ پارکنگ لاٹ
گاڑی نکالی۔ ان سڑکوں پر زیادہ ٹریفک نہیں تھا جن سے اُس کی گاڑی گزر رہی تھی۔
ایک تیسرے درجے کے اقامتی ہوٹل کے قریب اُس نے گاڑی روکی۔ یہ ہوٹل پرنسٹن
کے علاقے میں تھا۔ گاڑی سے اُتر کر زینے طے کرتا ہوا تیسری منزل پر پہنچا اور ایک
کے دروازے پر رک کر دستک دی۔

فوری طور پر اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر دستک دی۔ اس بار اندر سے پیروں کی
سنائی دی تھی۔

دروازہ کھلا اور کھلا ہی رہ گیا۔ کیونکہ دروازہ کھولنے والا اضطراری طور پر پیچھے ہٹ
اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیا تم مجھ سے اندر آنے کو بھی نہ کہو گے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"لل..... لیکن کیوں.....؟" اس کے لہجے میں احتجاج تھا۔

"سوشل وزٹ.....!"

"سس..... سوشل وزٹ..... ناممکن۔"

"اس کا انحصار تم پر ہے شیرازی کہ تم اس ملاقات کو سوشل وزٹ سے آگے نہ بڑھنے دو۔"

فریدی کہتا ہوا دروازے سے گزر گیا۔ دوسرا آدمی پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔ پھر اس نے پوچھا۔ "کیا میں دروازہ بند کر دوں۔"

"ضرور..... ضرور.....!" فریدی نے کہا اور کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑانے لگا۔

شیرازی دروازہ بند کر کے اُس کی طرف مڑا۔ یہ ایک خوش شکل اور توانا آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہوگی۔ آنکھوں کی بناوٹ سے سفاک اور چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"بیٹھنے کو تو کہو۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میں باعزت طور پر زندگی بسر کر رہا ہوں۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"پندرہ دن سے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"ممکن ہے کسی نے میرے خلاف کچھ کہہ دیا ہو۔"

"خواہ مخواہ ڈر رہے ہو۔ میں تو صرف تھوڑی سی معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔" فریدی بولا۔

"تت..... تشریف رکھئے۔"

فریدی ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ لیکن شیرازی کھڑا رہا۔ آخر فریدی نے کہا۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ۔"

"آج کل میرے پاس خبریں نہیں ہوتیں۔" شیرازی نے دوسرے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جنرل نالج کا سوال ہے۔" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اگر مجھے علم ہوا تو ضرور عرض کروں گا۔ فرمایئے۔"

"یہاں تمہارے علاوہ اور کون کون ٹائم بم بنا سکتا ہے۔"

"اوہ.....!" شیرازی ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ "ارے کرنل اب تو سائنس کا ہر اچھا طالب علم ٹائم بم بنا سکتا ہے۔"

"مجھے علم ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں استادوں کی بات کر رہا ہوں۔"

"اپنے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا۔ لیکن بہت عرصہ ہوا میں یہ سب کچھ چھوڑ چکا ہوں۔ پچھلے چھ ماہ میں نے مار پیٹ کے ایک مقدمے میں ماخوذ ہو کر جیل میں گذارے تھے۔"

"اور پچھلے پندرہ دنوں میں تم نے کسی کے لئے بھی کوئی ٹائم بم نہیں بنایا۔"

"آخر مجھ پر ہی کیوں شبہ کیا ہے آپ نے۔"

"میں تم سے سوالات کرنے آیا ہوں اور ان کے جواب چاہتا ہوں۔"

"میرا جواب یہ ہے کہ اگر آپ مجھ سے کوئی ٹائم بم بنوانا چاہیں تو کیا میں انکار کر دوں گا۔"

"اپنے اس جملے کی وضاحت کرو۔"

"جی ہاں، میں نے ایک سرکاری آدمی کے لئے ایک ٹائم بم بنایا تھا۔"

"سرکاری آدمی کے لئے۔"

"جی ہاں..... اور اس نے کہا تھا کہ وہ ایک ایسے راستے کو مسدود کرنے کے لئے جا رہا ہے جس سے گزر کر سرحد پار کے اسمگلرز آتے ہیں۔"

"بہت خوب..... تو کیا وہ کوئی کسٹمز آفیسر تھا۔"

"جی ہاں۔ میں نے تصدیق کر لی تھی کہ وہ ایک کسٹمز آفیسر ہی ہے۔"

"کب کی بات ہے۔ یعنی تم نے اُسے ٹائم بم کب دیا تھا۔"

"پانچ دن پہلے کی بات ہے۔"

"اب اس آفیسر کا نام بھی بتا دو۔"

"پورا نام نہیں جانتا۔ زیدی زیدی کہلاتا ہے۔"

فریدی نے طویل سانس لی۔

"کیا اس کا غلط استعمال ہوا ہے۔" شیرازی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"انسپکٹر زیدی۔" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ہاں..... غالباً انسپکٹر ہی بتایا تھا۔"

"حلیہ بتاؤ۔"

شیرازی سوچ سوچ کر اُس کا حلیہ بتانے لگا۔ فریدی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار صاف پڑھے جا سکتے تھے۔

"یہ تم سچی بات بتا رہے ہو۔ یا کسی نے تمہیں کوچ کیا ہے کہ پوچھ گچھ کی صورت میں یہ جواب دینا۔" اس نے کہا۔

"کرنل صاحب! اگر میں اپنے اسی بیان پر جما رہتا کہ میں نے یہ پیشہ ترک کر دیا ہے تو اس میں بھی کیا قباحت تھی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"اب آپ براہِ کرم یہ بتائیے کہ ماجرا کیا ہے۔"

"تمہارا بنایا ہوا بم وعدہ کے مطابق استعمال نہیں کیا گیا۔"

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ میرا ہی بنایا ہوا بم تھا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کا ذہن تو انسپکٹر زیدی کے حوالے اور اس کے حلیئے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

"کتنا معاوضہ لیا تھا۔" فریدی نے بالآخر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ سرکاری کام کے لئے کیا معاوضہ لیتا۔ بس اس نے مٹیریل فراہم کر دیا اور کہا تھا کہ وہ بھی میرے کام آ جائے گا۔"

"کیا تم اتنا نہیں سوچ سکتے تھے کہ کسی سرکاری کام کے لئے وہ تمہارے پاس کیوں آتا۔ سرکاری اسلحہ خانے میں کس چیز کی کمی ہے۔"

"میں نے یہ سوال اٹھایا تھا جناب۔ لیکن یہ جواب ملا کہ انہیں جلدی ہے سرکاری طور پر حصولیابی میں کم از کم پندرہ دن لگ جائیں گے۔"

"اور تم نے یہ خدمت مفت انجام دی تھی۔"

"جی ہاں..... بالکل مفت.....!"

''بہر حال تم نے ایک غیر قانونی کام کیا تھا۔''

''میں نے نہایت شرافت سے اعتراف کرلیا ہے۔ اب آپ جو کچھ بھی کہیں۔
نے لاپرواہی سے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ اُسے بغور دیکھے جارہا تھا۔ شائد شیرازی اس کی نظروں کی
لاکر ہی گڑبڑا گیا اور جلدی سے بولا۔ ''باعزت طور پر زندگی گذارنے کا متمنی ہوں۔
مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کام کے عوض وہ مجھے ایک اچھی سی ملازمت دلا دے گا۔''

''تو پھر کب مل رہی ہے تمہیں وہ ملازمت.....!''

''خدا جانے۔ پھر وہ پلٹ کر آیا ہی نہیں۔''

''خود تم اس سے کہاں مل سکتے ہو۔''

''اس نے کہا تھا کہ وہ خود ہی مجھ سے ملے گا۔ اپنا پتہ نہیں بتایا تھا۔''

''پھر تم نے کس طرح تصدیق کی تھی کہ وہ سچ مچ کسٹمز انسپکٹر ہی ہے۔''

اس نے مجھے اپنا شناختی کارڈ دکھایا تھا۔

''تم سے ٹائم بم بنوا کر اس نے بھی قانون شکنی کی تھی۔ بہر حال تم نے اس کے
کارڈ پر اُس کا پتہ تو دیکھا ہی ہوگا۔''

''یقین کیجئے میں نے اس پر توجہ نہیں دی کیونکہ اس نے خود ہی مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا

''کیا تم ایسے ہی بھولے ہو۔'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میں کیسے یقین دلاؤں۔''

''ابھی وقت ہے۔'' فریدی طویل سانس لے کر اٹھ گیا اور شیرازی کا گریبان پکڑ
ہوا آہستہ سے بولا۔ ''سچی بات شیرازی؟''

گھنی ڈاڑھی والا

شیرازی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ لیکن آنکھوں میں ناگواری کے آثار تھے۔ دہانے کے گوشوں کا جھکاؤ خاموش احتجاج کر رہا تھا۔ اسکے گریبان پر فریدی کی گرفت اور مضبوط ہوگئی۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' اس نے گریبان کو جھٹکا دے کر کہا۔

''آپ زیادتی کر رہے ہیں۔''

''اس اعتراف کے بعد کہ تم نے حال ہی میں کوئی ٹائم بم تیار کیا ہے۔ اسے زیادتی نہیں کہہ سکتے اور اب میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم یہ الزام اپنے سر کیوں لے رہے ہو۔''

''ب..... بتاتا ہوں۔'' شیرازی ہانپتا ہوا بولا۔

فریدی اُسے اسٹول پر بٹھا کر پھر پیچھے ہٹ آیا۔ لیکن اُس کی عقابی آنکھیں اُسی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''رہائی کے بعد میں بالکل کنگال تھا۔ دو چار دن قرض سے کام چلایا لیکن قرض ہی کہاں تک ملتا۔'' شیرازی نے کہا اور خاموش ہو کر پھر ہانپنے لگا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ البتہ جواب طلب نظریں شیرازی کے چہرے ہی پر جمی رہیں۔

''ایسے میں اگر مفت کے ہزار روپے ہاتھ آجاتے تو انہیں کیسے چھوڑ دیتا۔'' شیرازی بولا۔

''مفت سے کیا مراد ہے۔''

''صرف زبان ہلا کر کچھ حاصل کرلینا مفت ہی تو کہلائے گا جناب۔''

''ہوں..... وضاحت کرو۔''

''مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر آپ یا آپ کا کوئی آدمی مجھ سے کسی ٹائم بم کے بارے میں پوچھ گچھ کرے تو میں یہی بیان دوں۔''

''یعنی کسی انسپکٹر زیدی نے تم سے وہ بم بنوایا تھا۔''

"جی ہاں۔"

"کس نے کہا تھا۔"

"میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ یقین کیجئے اس م
برابر بھی جھوٹ نہیں ہے۔ لیکن اس کی گھنی ڈاڑھی مجھے مصنوعی لگی تھی۔ مونچھیں بھی اتنی
تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔ لیکن مفت کے ایک ہزار جو مجھے بھوکوں مرنے سے بچا
تھے کسی طرح بھی نظر انداز نہ کئے جا سکے۔ پھر اس نے مجھے اطمینان دلایا تھا کہ آپ ا
زیدی کا نام سن کر بات آگے نہیں بڑھائیں گے۔"

"اس بار تم سچ بول رہے ہو شائد۔" فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
پھر جیب سے کچھ تصویریں نکالیں اور انہیں شیرازی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "کیا ا
میں سے کسی کو پہچانتے ہو۔"

وہ ایک ایک تصویر کو غور سے دیکھتا رہا پھر سر کو منفی جنبش دے کر بولا۔ "نہیں جناب! یہ تو
سب میرے لئے اجنبی ہیں۔"

فریدی نے تصاویر واپس لیتے ہوئے کہا۔ "اب اُس سخی داتا کے بارے میں کچھ اور
بتاؤ۔ جو محض زبان ہلانے کے لئے ایک ہزار تمہیں دے گیا تھا۔"

"آپ ہی جیسا قد آور تھا۔ ایسی ٹوپی لگا رکھی تھی کہ پیشانی بالکل چھپ گئی تھی۔ تاریک
شیشوں کی عینک کی وجہ سے آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔"

"آواز تو یاد ہی ہوگی۔"

"بہت بھاری اور بھرائی ہوئی۔"

"شائد اس میں بھی بناوٹ رہی ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "تم میرے ساتھ چلو گے۔"

"لل.....لیکن.....!"

"فکر مت کرو۔ اپنے محکمے کی حوالات میں رکھوں گا۔ وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔
ذاتی طور پر تمہاری دیکھ بھال کرتا رہوں گا۔ تمہارے خلاف کوئی مقدمہ نہیں بنے گا۔"

"تو پھر مجھے کیوں لے جا رہے ہیں۔"

"ضروری ہے..... بحث میں وقت نہ ضائع کرو کہ تمہارے خلاف مقدمہ بھی بن سکتا ہے اگر
یہ معاملہ علاقے کے تھانے کو ریفر کر دیا جائے۔"

"بنے گا تو.....!" وہ بے بسی سے بولا۔

"بس تو پھر چلو.....!"

"اس مردود نے مجھے یقین دلایا تھا کہ آپ انسپکٹر زیدی کا نام سن کر پیچھے ہٹ جائیں گے۔"

"فکر نہ کرو.....اٹھ جاؤ۔"

شیرازی اٹھتا ہوا کراہا اور بولا۔ "کس مصیبت میں پھنس گیا۔ پتا نہیں مردود کون تھا اور کیا

فریدی ہتھکڑی لگائے بغیر اُسے سڑک تک لایا اور گاڑی میں اپنے برابر ہی بٹھاتا ہوا
بولا۔ "چہرے پر ایسے ہی تاثرات پیدا کرو جیسے واقعی دھر لئے گئے ہو۔"

"میں پاگل ہو جاؤں گا شائد۔ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔" شیرازی بھرائی ہوئی آواز
ل بولا۔

"فکر نہ کرو۔ اُس نے بھی تمہیں مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا اور اب میں بھی یہی
لر رہا ہوں۔"

شیرازی ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔ فریدی نے عقب نما
شیشے کی پوزیشن تبدیل کی اور شیرازی سے بولا۔ "تو تم اس کی آنکھیں بھی نہیں دیکھ سکے تھے۔"

"جی نہیں جناب۔"

"میں تمہیں ہاتھ سے بنائی ہوئی ایک تصویر دکھاؤں گا۔ شائد کبھی وہ چہرہ تمہاری نظر سے
گزرا ہو۔"

"اگر دیکھا ہوگا تو ضرور بتادوں گا۔"

"اگر کسی سے تھوڑی بہت مشابہت بھی پاؤ تب بھی نشاندہی ضرور کرنا۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"وہ کوئی ایسا ہی آدمی ہوسکتا ہے جو تمہیں اچھی طرح جانتا ہو۔ یہی نہیں بلکہ اس
بھی اُسے بخوبی تھا کہ ٹائم بم کے نام پر میرا دھیان تمہاری ہی طرف ہوسکتا ہے۔"

"ظاہر ہے جناب۔ ہم ہی دو تو تھے اس شہر میں۔ رمضان مرزا اور میں۔ رمضان
اللہ کو پیارے ہوئے اور میں زندگی کے دکھ جھیلنے کو زندہ ہوں۔"

"مجرم جانتا تھا کہ ہمارے محکمے کے ایکسپرٹ پتا لگالیں گے کہ بم دیسی ساخت کا
دیسی ساخت کا ٹائم بم صرف تم ہی بنا سکتے ہو۔"

"لیکن جناب کوئی بے حد خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"ہوں.....اُوں.....!"

"بہرحال میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ اب باعزت زندگی گزاروں گا۔ لیکن ممکن نہ ہوا۔"

"میں دیکھوں گا کہ تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔"

آفس میں پہنچ کر فریدی نے اسے وہ تصویر دکھائی جو محکمے کی آئیڈنٹی کاسٹ والوں
بنائی تھی۔ وہ اُسے بغور دیکھتا رہا پھر بولا۔ "کرنل صاحب کہیں دیکھا تو ہے اس آدمی کو۔
یاد نہیں پڑتا کہ کہاں دیکھا تھا۔"

"حافظے پر زور دو۔ اگر کسی سے ہلکی سی مشابہت بھی رکھتا ہو تو اس کا نام بتاؤ۔"

"کیا بتاؤں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اچھی بات ہے غور کرتے رہو۔ جب بھی یاد آئے بتا دینا۔"

"میں ضرور کوشش کروں گا۔"

فریدی نے اردلی کے لئے گھنٹی بجائی اور اُس کے آنے پر بولا۔ "مسٹر زمن کو بھیج
وہ چلا گیا اور فریدی شیرازی کی طرف متوجہ ہوا جو اب بھی تصویر کو بغور دیکھے

"عجیب بات ہے جناب۔" وہ سر اٹھا کر بولا۔ "جب بھی یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس
چہرے کے بیک گراؤنڈ میں ذبح کئے ہوئے جانوروں کے ڈھیر کے ڈھیر محسوس ہونے لگتے ہیں۔"

"اوہ.....!" فریدی نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے۔ اتنے میں اس کا
اسسٹنٹ توقیر زمن آ گیا۔

"پولیٹیکل سیکشن والی حوالات میں۔" فریدی نے شیرازی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
کہا۔ "انچارج سے میرا حوالہ دے کر کہہ دینا کہ کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

"لیکن کب تک کرنل صاحب۔" شیرازی نے گھگھیا کر پوچھا۔

"فکر نہ کرو۔ آرام سے رہو گے۔ باہر بھی تمہارے لئے کیا ہے۔ تنہا آدمی ہو۔"

"جیسی آپکی مرضی۔" وہ طویل سانس لے کر بولا اور اٹھ کر توقیر زمن کے ساتھ چلا گیا۔

فریدی پھر آفس سے نکلا اور اب اس کی گاڑی کوٹھی کی طرف جارہی تھی۔ قاسم کو وقت
دے چکا تھا۔ گھڑی پر نظر ڈالی چار بجنے والے تھے۔ اُسے یقین تھا کہ قاسم آ گیا ہوگا۔ اندازہ
غلط نہ نکلا۔ قاسم نے بتایا کہ وہ چار بجے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔

"لیقن.....روز روز نہ جایئے غا۔" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"روز روز جا کر کیا کروں گا۔ تم چائے پی چکے یا نہیں۔"

"چائے تو وہاں پینی ہے۔ آپ بھی دو چار سانپ لیتے چلئے۔"

"ارے نہیں بھئی۔ وہ دیکھنا چاہیں گی تو یہاں آ کر دیکھ لیں گی۔"

"تو قیا وہ بھی یہاں آئیں غی۔" قاسم نے بہت زیادہ بدحواس ہوکر پوچھا۔

"اگر چاہیں گی تو۔"

"میں نہیں چاہنے دوں غا۔" قاسم بے ساختہ بولا۔

"کیوں بھئی۔"

"حمید صاحب بیہودہ ہیں۔"

"اتنا بھی نہیں کہ مہمانوں سے بیہودگی کرے۔"

"میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔"

فریدی بات اڑا کر بولا۔ "تو پھر چلو چلتے ہیں۔ تاکہ ٹھیک پانچ بجے وہاں پہنچ جائیں۔"

حمید ابھی تک نہیں پلٹا تھا۔ وہ اپنی اپنی گاڑیوں میں دردانہ شاہد کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ قاسم اپنی رولز کے علاوہ اور کسی گاڑی میں بیٹھنے سے ہمیشہ احتراز کرتا تھا۔ یہ رولز دوسرے ماڈل کی دوسری گاڑیوں سے مختلف تھی۔ کیونکہ اسے خاص طور پر اُسی کے لئے بنوایا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی اگر بے خیالی میں بیٹھتے وقت کسی طرح پوزیشن میں ذرا سی بھی تبدیلی ہو جاتی تھی تو وہ اپنی بے پناہ جسامت کی وجہ سے اس میں بھی پھنس کر رہ جاتا تھا۔

کچھ دیر بعد دونوں گاڑیاں منزل مقصود پر پہنچ گئیں۔ دردانہ شاہد اُن کی منتظر تھی۔ حمید نے فریدی کو اس سے متعلق جو کچھ بتایا تھا حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ قد و قامت میں آگر سے انیس نہیں تو اٹھارہ ضرور رہی ہوگی اور جب وہ دونوں مقابل ہوئے تو فریدی کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ دیوزادوں کی سرزمین پر آ نکلا ہو۔

"بہت بہت شکریہ کرنل کہ آپ تشریف لے آئے۔" وہ فریدی سے مصافحہ کرتی ہوئی بولی اور فریدی نے محسوس کیا کہ وہ خاصی طاقتور بھی ہے۔

"مسٹر قاسم نے آپ کے سانپوں کا ذکر کیا تھا۔ مجھے بھی دلچسپی ہے سانپوں سے۔" اس نے کہا۔

"مجھے علم ہے۔ ہمارے ایک مشترکہ دوست نے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔" دردانہ بولی۔

"کس کا ذکر ہے۔"

"کینیا کے جنرل مکنوٹا......!"

"اوہ اچھا.... جارج مکنوٹا.... بہت اچھا دوست ہے۔ لندن میں ہمارا بہت ساتھ رہا تھا۔"

"وہ تو آپ کے قصیدے پڑھتے نہیں تھکتا۔"

"مخلص دوست ہے۔"

"اندر تشریف لے چلئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو میں نے سارے انگیج منٹس کینسل کرا دیئے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔"

"واہ یہ کیسے ممکن تھا۔ آپ سے زیادہ کون ہو سکتا ہے۔ میں سوچا کرتی تھی کہ آپ سے کیسے ملاقات ہوگی اور آپ ملنا پسند بھی کریں گے یا نہیں۔ لیکن میں مسٹر قاسم کی شکر گزار ہوں کہ ان کی وجہ سے ہم مل سکے۔"

وہ انہیں سٹنگ روم میں لے آئی۔ قاسم بالکل ہونق لگ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی اس غلطی پر پشیمان ہو۔ بہر حال اسکی زبان سے اپنا نام بھی سن کر کسی قدر ڈھارس ہوئی تھی۔

"مجھے سانپوں سے دلچسپی ہے۔" دردانہ نے کہا۔ "یہاں بھی تھوڑے سے اکٹھا کر لئے ہیں لیکن میرے بعض دوستوں کو میرے اس شوق سے گھن آتی ہے۔"

"طبیعتوں کی بات ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

پھر دردانہ نے اُسے اپنے سانپ دکھائے تھے۔ اس کے بعد چائے پر بھی سانپوں ہی سے متعلق گفتگو ہوتی رہی تھی اور آخر میں دردانہ نے کہا تھا۔ "میں بھی آپ کا کلکشن دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"جب دل چاہے تشریف لے آیئے۔ بس ایک دن قبل اپنی آمد کے وقت سے مطلع کر دیجئے گا۔"

واپسی پر قاسم نے اپنے گھر کی راہ نہیں لی تھی۔ بلکہ پھر فریدی ہی کے ساتھ چلا آیا تھا۔ اس بار حمید سے بھی ملاقات ہوگئی اور جب حمید کو یہ معلوم ہوا کہ دونوں دردانہ شاہد کے یہاں سے آرہے ہیں تو اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور قاسم کو آنکھ مار کر بولا۔ "سب چوپٹ۔"

"کیا مطلب.....؟" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

"بعد میں بتاؤں گا۔"

قاسم نے عجیب سے انداز میں فریدی کی طرف دیکھا لیکن وہ دونوں کی جانب توجہ دیئے

بغیر اندر چلا گیا اور وہ سٹنگ روم ہی میں بیٹھے رہ گئے۔

''گئی ہاتھ سے۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''قیا بک رہے ہو۔''

''آخر انہیں وہاں لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''انہوں نے قہا تھا۔''

''بس تو اب جاؤ جہنم میں۔''

''قیا مطلب.....؟''

''انہیں بھی یہاں کی عورتیں مرگھلی لگتی ہیں۔ اسی لئے نہ خود شادی کرتے ہیں اور نہ
کرنے دیتے ہیں۔''

''اچھا تو پھر.....!'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''بس تمہاری ہی زبان میں گھپلا ہو گیا۔ اب وہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی۔''

''اَبے جاؤ..... بہت دیکھے ہیں۔''

''اچھا یہ بتاؤ ان کی موجودگی میں آدھی بات بھی کی تھی تم سے۔''

قاسم سوچ میں پڑ گیا پھر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا ''نہیں قی تھی۔''

''تمہاری طرف دیکھ کر مسکرائی تھی ایک بار بھی.....!''

''نہیں..... بلقل نہیں۔''

''بس تو پھر آج ہی پڑا ہو گیا تمہارا۔''

قاسم ہونقوں کی طرح اُس کی شکل تکتا رہا پھر اپنے سر پر دو ہتھڑ رسید کر کے بولا ''میں
ہی اُلو کا پٹھا ہوں۔''

''یقین نہیں آتا۔ لکھ کر دو۔''

''قیا مطلب.....!''

''تحریری ثبوت چاہتا ہوں تمہارے اُلو کا پٹھا ہونے کا۔''

''گردن مروڑ دوں غا۔ میرا مذاق مت اڑاؤ اور دیکھو اگر تمہارے قرنل صاحب نے قوئی
گھپلا کیا تو انہیں بھی دیخ لوں گا۔''

''کیسے دیکھ لو گے۔''

''بس قہہ دینا ان سے لاٹ صاحب ہوں غے اپنے گھر کے۔'' قاسم نے کہا اور زور زور
سے پیر پٹختا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اُس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر
بعد فریدی پھر سٹنگ روم میں واپس آیا۔

''بڑی جلدی رخصت ہو گیا۔'' اس نے کہا۔

''رخصت نہیں ہو گیا۔ بلکہ بھگایا گیا ہے۔ میں تفریح کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''خیریت.....!''

''اُس لڑکی کو دیکھا ہے جو افضل خان کو خط لکھا کرتی تھی۔''

''کہاں دیکھا ہے۔''

''ٹیلی فونوں سے نپٹ کر یونیورسٹی کی طرف جا نکلا تھا۔ ایم اے معاشیات کی طالبہ ہے۔''

''اس سے ملے تو نہیں تھے۔''

''جی نہیں۔ بس دیکھا تھا۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے
مہینوں سے بیمار ہو۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے شیرازی والا واقعہ دہرایا تھا۔

''تب تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ کوئی اپنا جرم کسی اور کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا
ہے۔'' حمید بولا۔

''پایہ ثبوت کو ابھی تک کوئی بھی بات نہیں پہنچی۔ ہو سکتا ہے شیرازی نے محض اپنی گردن
بچانے کے لئے یہ بیان دیا ہو۔ زیدی کی روپوشی اور افضل خان کی موت سے متعلق مواد سے
اخبارات بھرے پڑے ہیں۔ وہ زیدی کا پورا نام نہیں بتا سکا تھا۔ بہر حال پھر اُس پُراسرار آدمی

کا ذکر کر کے اپنے پہلے بیان کی تردید بھی کر دی تھی۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کچھ بھی نہیں۔"

"تب تو بیچارہ قاسم مارا ہی گیا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"آپ نے ابھی تک اپنے سفر کا ذکر نہیں کیا جو قاسم کے ساتھ ہوا تھا۔"

"ارے.....وہ.....بس دوستوں میں گھری رہنے والی عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"اور وہ سب کچھ محض فریب نظر تھا۔" حمید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں..... یہ بھی درست ہے کہ زیدی کا تعاقب کرنے والے اُسی کی کوٹھی میں اور وہ کار بھی وہاں جا سکتی ہے جس کا ذکر توقیر زمن نے کیا تھا۔"

"جب سبھی کچھ ہو سکتا ہے تو پھر دیر کس بات کی ہے۔"

"بساط بچھا دی ہے تمہارے سامنے۔ چال کے لئے مہرے منتخب کرو۔"

"مجھے تو اس بار پیدل ہی ہوتی نظر آ رہی ہے۔"

"ہمت ہار دی۔"

"میں بازی ہارنے کی بات کر رہا تھا۔"

"اور ہاں، یہ تو بتایا ہی نہیں کہ شیرازی نے اُس تصویر کو دیکھ کر کیا کہا تھا۔"

"کس تصویر کو دیکھ کر۔"

"وہی تصویر جو آئیڈنٹی کاسٹ والوں نے بنائی تھی۔"

"کیا کہا تھا۔"

"یہی کہ چہرہ جانا پہچانا سا لگ رہا ہے لیکن یاد نہیں آتا کہ کہاں دیکھا تھا اور یہی خیال ہے۔ لیکن اُس نے اس بیان میں تھوڑا سا اضافہ بھی کیا تھا۔"

"وہ کیا تھا.....؟"

"اس نے کہا تھا عجیب بات ہے جب بھی اس چہرے کے بارے میں کچھ یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اس کے بیک گراؤنڈ میں ذبح کئے ہوئے جانوروں کے ڈھیر محسوس ہونے لگتے ہیں۔"

"اب شائد آپ قصابوں کی دکانوں کے چکر کٹوائیں گے۔" حمید اچھل کر بولا۔

"اوہ.....!" دفعتاً فریدی کے ہونٹ سکڑ گئے اور اس کا ہاتھ اس طرح اٹھا ہوا تھا جیسے حمید کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کر رہا ہو۔ پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے حافظے پر زور دے کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"دکانوں کی بات کی تھی تم نے۔" وہ حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"قصابوں کی دکانوں کی۔" حمید نے کہا۔

"آؤ..... میرے ساتھ۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"رات کا وقت ہے جناب۔ کسی قصاب کی دکان کھلی ہوئی نہ ملے گی۔"

"قصاب کی نہیں۔ میں تمہیں دکھاؤں گا۔"

حمید طوعاً و کرہاً اٹھ گیا۔ حالانکہ اس وقت ہلنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اسی لئے تو قاسم کو بھی بھگا دیا تھا۔ سوچا تھا کہ کھانا کھا کر بستر پر ڈھیر ہو جائے گا۔ کاش اس نے قصابوں کی دکانوں کا حوالہ نہ دیا ہوتا۔ پتا نہیں اس پر فریدی کو کیا یاد آ گیا تھا۔ بہر حال اب تو گھسٹتے پھرنا ہی تھا اس کے ساتھ۔

گاڑی تیز رفتاری سے بازار کی طرف روانہ ہوئی تھی۔

"بہت دنوں سے رس ملائی نہیں کھائی۔" حمید بڑبڑایا۔ لیکن فریدی کچھ نہ بولا۔

"رس ملائی پر کچھ نہیں یاد آئے گا۔ عجیب ٹیسٹ ہے آپ کا۔"

"رس ملائی آپ کا ٹیسٹ ہے حمید صاحب۔ ممکن ہے اس پر آپ کو کوئی خاتون یاد آئی ہوں۔"

"حلوائی کی دوکان یاد آئی ہے۔ میری نفسیات میں پیچیدگی نہیں ہے۔ پتا نہیں اس مردود کو ذبح کئے ہوئے جانوروں کے ڈھیر کیوں یاد آئے تھے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے گاڑی ایک بوٹ ہاؤز کے سامنے رُک
"یہ حلوائی کی دوکان نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"میں نے سوچا شائد تمہیں رس ملائی کے نام پر زنانہ سینڈل یاد آئے ہوں"
مسکرا کر بولا۔ "چلو اُترو۔"

حمید گاڑی سے اتر گیا۔ فریدی بھی اُترا اور دونوں بوٹ ہاؤز میں داخل ہوئے
یک بیک چونک پڑا۔ سامنے ہی کاؤنٹر پر ایک سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا نظر آیا تھا۔
مشابہت تھی اُس تصویر سے۔ وہ متحیر رہ گیا۔ لیکن وہ شخص جس نے الاسٹرز والوں سے
سانپ بنوایا تھا وہ تو کاؤنٹر کلرک کے بیان کے مطابق ایک معمر اور بھاری بھرکم آدمی تھا۔

فریدی حمید کی طرف مڑ کر مسکرایا اور آہستہ سے بولا۔ "کیا خیال ہے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا خیال ظاہر کروں۔"

"کچھ بھی نہیں۔ اپنے لئے ایک چپل ہی خرید لو۔"

اتنے میں ایک سیلز مین نے قریب آ کر پوچھا۔ "فرمایئے جناب۔"

"ان کے سائز کا بڈ روم سلیپر چاہئے۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تشریف رکھئے جناب۔" اُس نے کرسیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

وہ بیٹھ گئے اور وہ ایک شیلف سے سلیپروں کے ڈبے نکالنے لگا۔

"آخر چکر کیا ہے۔ مشابہت ضرور ہے لیکن!" حمید نے آہستہ سے کہا اور جملہ پورا
بغیر خاموش ہو گیا۔ کیونکہ سیلز مین ڈبے اٹھائے ہوئے واپس آ گیا تھا۔

وہ ڈبے کھول کھول کر انہیں سلیپرز دکھانے لگا اور فریدی نے اس سے کہا۔ "تم لوگوں
اپنی ٹینری بھی ہے شائد۔"

"جی ہاں جناب! ہم اپنا ہی چمڑہ استعمال کرتے ہیں۔ یہاں کے سب سے
ایکسپورٹرز بھی ہیں۔"

"اسی لئے تو لوگ زیادہ تر ادھر ہی آتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "قابل اطمینا

مل جاتی ہیں۔"

"ہمارے یہاں کیمیکل لیدر اور سلیوشن استعمال نہیں ہوتا جناب سب ہاتھ کے کاریگر
ہیں۔ یورپ اور امریکہ تک ہمارا مال جاتا ہے۔"

"صرف چمڑہ یا جوتے بھی۔"

"جوتے جناب۔ ہمارا مال ہمارے ہی کارخانے میں کھپ جاتا ہے۔ چمڑہ ایکسپورٹ
کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔"

اتنی دیر میں حمید نے ایک سلیپر منتخب کر لیا اور قیمت ادا کر کے وہ دوکان سے نکل آئے۔
فریدی کسی گہری سوچ میں تھا۔

"رس ملائی کھانے کی چیز ہے۔" حمید بولا۔

"سلیپر بھی محاورۃً کھائے جا سکتے ہیں۔"

"لڑکے کا معمہ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"لڑکا شکل و شباہت میں باپ پر گیا ہے۔"

"اوہ.....تو باپ۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ کئی سال سے مفقود الخبر ہے۔"

"کیا نام ہے۔"

"شائد تاجور خان کہلاتا تھا اور تم نے بھی اسی لڑکے کو کہیں دیکھا ہوگا۔ اسی لئے تصویر کچھ
جانی پہچانی سی لگی تھی۔"

"لیکن اب اس لڑکے کا کیا بنے گا۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"بھلا اس کیس میں یہ لڑکا کہاں اور کس طرح فٹ ہوگا۔"

"کمال کرتے ہو۔ میں تو تمہیں صرف یہ دکھانے لایا تھا کہ وہ تصویر کس سے مشابہت
رکھتی ہے اور شیرازی کو تصویر دیکھ کر ذبح کئے ہوئے جانوروں کے ڈھیر کیوں یاد آئے تھے۔

تا جور خان کھالوں کا تاجر تھا۔ کچی کھالوں کو خرید کر اپنی ٹینری میں انہیں چمڑے کا روپ دے

"اُس کی مفقود الخبری کا بھی کوئی بیک گراؤنڈ ضرور ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ دوسری لاشوں میں اُس کی لاش نہیں مل سکی تھی۔"

"کیا کوئی حادثہ ہوا تھا۔"

"شائد پانچ سال پہلے کی بات ہے۔ ٹینری کے ایک حصے میں دھماکا ہوا تھا۔

وہاں کام کر رہے تھے۔ چھت گری تھی اور وہ دب کر مر گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت

خان بھی وہیں تھا لیکن نہ تو اُس کی لاش مل سکی تھی اور نہ پھر کسی نے اسے دیکھا تھا۔ خو

گھر والے بھی نہیں جانتے کہ اس کا کیا حشر ہوا تھا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ شیرازی نے اُس کا نام لئے بغیر دیدہ دانستہ نشاندہی کی ہو۔"

"خدا جانے۔ اسے پھر سے ٹٹولنا پڑے گا۔"

وہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔ حمید خاموشی سے کیس کے ا

رخ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گاڑی اچھل پڑی

اگر فریدی نے پھرتی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو وہ آگے والی گاڑی سے ضرور ٹکرائی ہوتی۔

بائیں جانب سڑک سے نیچے اتارتا لیتا چلا گیا۔

انگشتری

حمید تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس بھرے پُرے بازار میں کوئی فائر کر کے گاڑی

پہیہ ناکارہ بنا دے گا۔ اس نے گاڑی سے اُترنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فریدی آہستہ

"بیٹھے رہو۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ سب کچھ معمول کے مطابق نظر آیا۔ کہیں بھی افرا

آثار نہ دکھائی دیئے۔

"کیا چکر ہے۔" وہ فریدی کی طرف مڑا۔

"جو کچھ بھی ہوا تھا عقب والی گاڑی سے ہوا تھا۔ وہ آگے نکل گئی۔"

"لیکن میں نے فائر کی آواز نہیں سنی۔"

"فائر پھٹنے کے دھماکے میں دب گئی ہوگی۔ یا پھر سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے فائر کیا گیا ہوگا۔"

"اُف فوہ..... خواہ مخواہ۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ٹیوب یوں بھی تو برسٹ ہو سکتا ہے کیا ضرور ہے کہ فائر ہی کیا گیا ہو۔"

"فائر ہی تھا حمید صاحب۔"

"تو بحالت سکتہ کب تک بیٹھے رہئے گا۔" حمید نے کسی قدر طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے انتظار ہے۔"

"بمباری کا.....؟"

"نہیں اس اطلاع کا کہ وہ کامیابی سے اس گاڑی کا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"کن کی بات کر رہے ہیں۔"

"مائی بلیکیز.....!"

"آخر یہ آپ کے بلیکیز میری سمجھ میں کب آئیں گے۔"

ٹھیک اُسی وقت وائرلیس ٹیلی فون کا بزر بول اٹھا۔ فریدی نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ریسیور نکالا اور کسی کی گفتگو سن کر صرف "ہوں ہاں" کرتا رہا۔ پھر بولا۔ "اپنی پوزیشن بتاؤ..... اچھا..... اچھا..... ٹھیک ہے۔ اُسے اپنے ساتھ رکھو اور بی الیون کو میری پوزیشن بتا کر دوسری گاڑی بھجواؤ۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے میں اسی جگہ ہوں۔"

ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھتے ہوئے اُس نے طویل سانس لی اور حمید سے

بولا۔ ''ذرا دیر یہیں رکنا ہوگا۔''

''میں پہیہ تبدیل کرسکتا ہوں۔''

''اس کی ضرورت نہیں۔''

''اوہ..... بہت اچھا۔ ٹھیک ہے کم از کم دوسری گاڑی لانے والے ہی کو دیکھ سکوں
ایک ہی بلیکی کا دیدار ہوجائے۔''

''گاڑی ہمارا ڈرائیور لائے گا۔''

''ہونہہ..... خواہ مخواہ اتنی دیر یہاں رکے رہیں گے۔'' حمید بیزاری سے بولا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر اس میں کیا مصلحت ہے جبکہ میں خود ہی پہیہ تبدیل کرسکتا ہوں

''اس کے لئے تمہیں اکڑوں بیٹھنا پڑے گا۔ بہت تنگ پتلونیں پہنتے ہو۔''

''آپ میرے سلسلے میں اتنے محتاط کب سے ہوگئے ہیں۔''

''ہاں یہ تو بھول ہی گیا تھا۔'' فریدی نے بات اڑا کر کہا۔ ''کیا تم نے واقعی اُس لڑ
تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔''

''میرا خیال ہے کہ اس لڑکی سے بھی زیادہ اہم وہ ٹیلی فون نمبر ہے جس سے انسپکٹر
کی کال آئی تھی۔''

''اس پر کام ہورہا ہے۔ جلد ہی معلوم ہوجائے گا۔ اگر اس کا فائیل ہی غائب نہیں کرادیا گیا۔''

''اس کے باوجود اکاؤنٹس سیکشن سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اس نمبر کے بل کس
بھیجے جاتے ہیں۔''

''اگر فائل ہی نہیں ملتا تو یقین کرو کہ اس نمبر کا بل سرے سے کہیں جاتا ہی نہ ہوگا۔''

''یہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ایکسچینج سے اُس کا اکاؤنٹ ہی نہ بھیجا جاتا ہو۔''

''آج کل سب کچھ ممکن ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔''

''بہر حال ہم اس کیس میں بُری طرح چکر کھارہے ہیں۔''

''کس کیس میں نہیں کھاتے۔''

بازار کی دکانیں بند ہونے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد فریدی کی دوسری گاڑی پہنچ گئی۔ ذاتی
ڈرائیور ہی اسے لے آیا تھا۔ فریدی نے اُسے لنکن کی کنجی دی اور اس سے دوسری گاڑی کی کنجی
لے کر حمید سے بولا۔ ''آؤ..... یہ پہیہ بدل کر گاڑی لے جائے گا۔''

سفر دوبارہ شروع ہوگیا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید چونک کر بولا۔ ''آخر اس کا
مقصد کیا تھا۔''

''بہت دیر بعد خیال آیا۔''

''نہیں واقعی۔ آخر اس طرح ہمیں روکنے کی کوئی وجہ ہوگی۔''

''سوچتے رہو۔ شائد خود ہی کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ۔''

''کیا وہ ہمیں کہیں پہنچنے سے باز رکھنا چاہتے تھے۔''

''ٹھیک سمجھے۔ وہ مجھ سے پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ میں کسی واقعے کی بناء پر
لازماً کس نتیجے پر پہنچوں گا۔ تم شروع ہی سے دیکھتے آرہے ہو۔''

''تو کیا وہ خود ہی اُس گاڑی میں رہا ہوگا۔''

''قرائن سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔''

''اور آپ کے بلیکیز اس کا تعاقب کررہے ہیں۔''

''اگر اتنی دیر میں اُس نے انہیں بھی کسی طرح ڈوج نہ دے دیا ہوگا تو یقیناً کررہے ہوں گے۔''

''تو آپ اس لڑکے کو دیکھنے کے بعد سیدھے کہاں پہنچتے۔ جس سے باز رکھنے کے لئے
اُس نے گاڑی کا ٹائر بیکار کردیا۔''

''ظاہر ہے کہ اس لڑکے سے اس کی مشابہت کی بناء پر میں تاجور خان کے افراد خاندان
ہی سے اُس کے بارے میں گفت وشنید کرتا اور اس بار پھر اُس کیس کا فائل نکلواتا جو پانچ سال
پہلے ہوا تھا۔''

''تو اس کا پتہ ہی نہیں چل سکا تھا کہ وہ کہاں غائب ہوگیا۔''

''قطعی نہیں۔ اس کے بعد سے کاروبار، اس کی بیوی سلطانہ تاجور نے سنبھال لیا تھا اور

اُسے ترقی دیتی رہی تھی۔''

''خدا کی پناہ..... بیوی تک کا نام یاد ہے آپ کو۔''

''بلکہ یہ کہو کہ بیوی ہی کی وجہ سے اس کا نام بھی یاد رہ گیا۔ ورنہ یہاں بے شمار کارخانہ دار ہیں جن سے میں واقف نہیں۔''

''بیوی میں کیا خاص بات ہے۔''

''رائفل کلب کی ممبر اور بہترین نشانہ باز تھی۔ اُسی سال اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں مقابلہ میں حصہ نہ لوں تو وہ چیمپئن شپ جیت لے گی۔''

''تو پھر آپ نے کیا کیا تھا۔''

''میں نے مقابلے میں حصہ نہیں لیا تھا اور اس نے ٹرافی جیت لی تھی۔''

''بڑے دیالو ہوا کرتے تھے عورتوں کے معاملے میں۔''

''اب بھی ہوں۔ مردوں کی درخواست رَد کروں گا لیکن کسی عورت کی درخواست ہرگز نہیں حمید صاحب۔''

''اگر وہ شادی کی درخواست ہو تو۔''

''میں اس سے کہوں گا کہ اپنی درخواست پر نظر ثانی کرے ورنہ کہیں بعد میں اُسے پچھتانا نہ پڑے۔''

''اب تو کچھ کچھ میرا بھی یہی خیال ہو چلا ہے کہ آپ خود ہی کسی کو پچھتانے کا موقعہ نہیں دینا چاہتے۔''

''یہ کہاں کی چھیڑ دی تم نے۔''

''عورت نہ سہی تو اسکی بات ہی سہی۔ ہاں تو اب آپ سلطانہ تاجور کے پاس چل رہے ہیں۔''

''ہرگز نہیں۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''پہلے میں اس کا فائیل نکلواؤں گا۔''

''کیا اُس وقت سلطانہ نے آپ سے درخواست نہیں کی تھی۔''

''کس وقت.....!''

''جب اس کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تھا۔''

''اُن لوگوں نے بھی اس کی موت کا یقین کر لیا تھا۔ مفقود الخبری کا نظریہ تو پولیس کی رپورٹ میں قائم کیا گیا تھا۔''

''آخر انہوں نے اُسے مردہ کیوں تصور کر لیا تھا۔ جبکہ اس کی لاش نہیں ملی تھی۔''

''کچھ لاشیں نا قابل شناخت بھی تھیں۔''

''لیکن جس نے رپورٹ لکھی تھی اُس نے بھی کسی معقول وجہ ہی کی بناء پر تو مفقود الخبری والا نظریہ قائم کیا ہو گا۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

''اسی وقت۔''

''ہم سیدھے دفتر جا رہے ہیں۔''

''نو بج رہے ہیں۔'' حمید بولا۔

''ہاں، آں..... تو پھر.....؟''

''خوامخواہ دوسروں کو بھی پریشان کریں گے۔ جب کہ اس کے گھر ہی والوں نے اس کی عدم بازیابی کی عذر برسیاں کر ڈالی ہوں گی تو.....!''

''میرا خیال ہے کہ گھر ہی والوں کی وجہ سے پولیس نے بھی فائیل بند کر دیا ہو گا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اس کی ماتم پرسی کی تھی۔''

''یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ آپ بھی مطمئن ہو گئے تھے۔''

''ان دنوں کسی خاص کیس میں الجھا ہوا تھا اور پھر اگر اس کے گھر والے اس سلسلے میں کسی قسم کی تشویش ظاہر کرتے تو بات آگے بڑھتی بھی ہوتی۔ بس ادھر اُدھر تھوڑی سی چہ میگوئیاں ہو کر رہ گئی تھیں۔''

وہ آفس پہنچ گئے اور آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر اُس پولیس آفیسر کا نام معلوم ہو گیا جس نے تاجور خان کی فیکٹری میں ہونے والے حادثے سے متعلق تفتیش کی تھی۔

''اب وہ ڈی ایس پی ہے۔'' فریدی نے حمید کو اطلاع دی۔ ''اس وقت انسپکٹر تھا۔''

''کہیں باہر چلا گیا ہے کیا.....؟''

''نہیں یہیں ہے۔ ایسٹ ڈویژن میں۔ ابھی فون پر اُس سے بھی گفتگو ہوئی جاتی ہے
وہی فائیل بھی نکلوا کر مجھ تک پہنچائے گا۔''

''ارے اب اس وقت اُس بیچارے کو تو بخش ہی دیجئے۔''

''اگر تم بہت تھک گئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔'' فریدی نے کسی قدر ناگوار لہجے میں
حمید جلدی سے بولا۔ ''اپنے لئے نہیں کہہ رہا مجھے تو اب آپ کی بھی خیریت مطلوب رہنے لگی ہے۔''

فریدی مزید کچھ کہے بغیر فون کی طرف مڑا اور انکوائری کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔
قائم ہونے کے بعد اُسی ڈی ایس پی کے نمبر معلوم کئے تھے۔

کریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ڈائیل کئے۔

''ہیلو.....! ڈی ایس پی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔'' اس نے کہا اور ٹھیک اسی
دوسرے فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے حمید کو اُسے اٹنڈ کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے سلسلہ
جاری رکھا۔

''ہیلو.....!'' حمید ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔

''ٹرانسمیٹر پر کرنل صاحب کی کال ہو رہی ہے۔'' محکمے کے ایکسچینج سے کسی نے اطلاع

''اس سے کہو کہ پانچ منٹ بعد پھر کال کرے۔ کرنل صاحب دوسری لائن پر مصروف ہیں

''او کے سر.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

فریدی کی گفتگو دو منٹ تک جاری رہی تھی۔ لیکن حمید نے اپنی توجہ اُس کی طرف
ہٹالی تھی اور میز کی دراز سے تاجور خان کی قلمی تصویر نکال کر دیکھنے لگا تھا۔ فریدی ریسیور
پر رکھ کر اُس کی طرف متوجہ ہوا۔

''ٹرانسمیٹر پر آپ کی کال ہو رہی تھی۔ میں نے آپریٹر سے کہہ دیا ہے کہ کال کر
پانچ منٹ انتظار کر کے پھر کال کرے۔'' حمید تصویر سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

فریدی نے دوسرے فون کا ریسیور اٹھا کر آپریٹر کو ہدایت کی کہ جیسے ہی کال ہو اسے انٹر
کوم سے منسلک کر دیا جائے۔ اس کے بعد اس نے انٹرکوم کا سوئچ آن کر دیا تھا۔

''ڈی ایس پی جواد سے تفصیلی بات چیت ہوئی ہے۔'' اس نے حمید سے کہا اور حمید تصویر
کو دراز میں رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فریدی سگار سلگانے لگا تھا۔ حمید مضطربانہ انداز میں
اس کی طرف دیکھتا رہا۔

فریدی اب سگار کے جلتے ہوئے سرے پر نظریں جمائے ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

حمید کے کھنکارنے پر اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''حادثے کے دو گھنٹے بعد پولیس وہاں
پہنچ سکی تھی۔ ملبے سے لاشیں نکالی جا رہی تھیں۔ ایک لاش ایسی بھی تھی جس کا سر غائب تھا۔ محض
لباس کی بناء پر کہہ دیا گیا تھا کہ وہ تاجور کی لاش تھی اور اس کے گھر والوں نے بھی اس کی
تصدیق کر دی تھی لیکن جواد اس سے مطمئن نہ ہوا تھا۔''

''بے اطمینانی کی وجہ۔'' حمید نے سوال کیا۔

''انتہائی تلاش کے باوجود بھی سر نہیں مل سکا تھا۔'' فریدی نے پر تفکر لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت انٹر کام سے فریدی کی کال ہونے لگی۔ ''ہیلو..... ہیلو..... کرنل ایچ ایس
بی نائین کالنگ.....!''

''ایکنالجڈ..... کونٹیکٹ آن فون تھری۔'' فریدی نے اونچی آواز میں جواب دیا اور انٹرکوم
کا سوئچ آف کر کے سبز رنگ والے انسٹرومنٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ جلد ہی اس کی گھنٹی بجی تھی۔
فریدی نے ریسیور اٹھایا۔

''ہیلو..... ہوں..... اچھا..... ٹھیک ہے۔ وہیں ٹھہر کر نگرانی جاری رکھو۔ ہم پہنچ رہے ہیں۔''
ریسیور رکھ کر وہ حمید کی طرف مڑا ہی تھا کہ حمید نے آنکھیں بند کر کے جھومنا شروع
کر دیا۔ خفیف سی مسکراہٹ فریدی کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی تھی اور وہ ''اچھا تو میں جا رہا ہوں''
کہتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ پھر گاڑی کے قریب پہنچنے بھی نہیں پایا تھا کہ حمید نے آ لیا۔

''راستے میں کہیں مجھے بھی گاڑی سے دھکا دے دیجئے گا۔'' اس نے کہا اور اس سے پہلے

ہی گاڑی میں جا بیٹھا۔

فریدی نے خاموشی سے انجن اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔ کچھ

حمید کو اس کی خاموشی کی بناء پر گھٹن سی محسوس ہونے لگی اور اس نے کھنکار کر پوچھا۔ ''اب

کا عزم ہے۔''

''وہیں جہاں بلیکیز نے اُسے نرغے میں لے رکھا ہے۔''

''کیا وہ اُس جگہ تک پہنچ گیا ہے جہاں آپ کے جا پہنچنے کے خدشے کے تحت گا

کو ناکارہ کر گیا تھا۔''

''یہ وہاں پہنچنے پر ہی معلوم ہو سکے گا۔''

''یعنی وہ تاجور خان کی کوٹھی تک نہیں پہنچا۔''

''بی نائن کا بتایا ہوا پتہ اس سے مختلف ہے۔ ہاں تو لاش والی بات کہاں تک پہنچی تھی۔''

''غالباً آپ بتا رہے تھے کہ تلاش کے باوجود بھی لاش کا سر نہیں مل سکا تھا۔''

''ہاں اور اسی بناء پر جواد نے اُسے تاجور کی لاش سمجھنے میں تامل کیا تھا۔''

''اس تامل کی اور کوئی وجہ؟''

''اُس کا خیال ہے کہ وہ بے سر کی لاش کارخانے میں دھماکہ ہونے سے قبل ہی وہاں

موجود تھی۔''

''گویا وہ لاش دوسری لاشوں سے قبل کی تھی۔''

''اُس صورت میں یہی کہا جائے گا۔''

''تو اس کا پوسٹ مارٹم کیوں نہیں کرایا گیا تھا کہ موت کے وقت کا تعین ہو جاتا۔''

''تاجور کی بیوی نے اُس کی مخالفت کی تھی اور اس وقت کے انسپکٹر جواد کے ڈی ایس

نے اُس کی بات مان لی تھی۔ ظاہر ہے کہ جواد کو بھی خاموش ہو جانا پڑا ہو گا۔ لاش تاجور کے

سے دفن کر دی گئی تھی اور آج اس پر سنگ مرمر کا ایک خوبصورت مقبرہ بھی موجود ہے۔''

''کمال ہے۔ اس قسم کا کوئی واقعہ ہو گیا تھا اور آپ کی توجہ اس کی طرف نہیں گئی تھی۔''

''پھر کہوں گا کہ اس کی بیوی نے اسے اُسی کی لاش تسلیم کر لیا تھا۔ پھر بات آگے کس طرح بڑھتی۔ یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ اُس کارخانے سے تعلق رکھنے والے کسی دوسرے فرد کی گمشدگی کی بھی اطلاع ملتی۔ اس صورت میں یہ سوچا جاتا کہ کہیں تاجور نے کوئی ڈرامہ تو نہیں کیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ بہرحال اب آپ اس مردے کو پھر سے اکھاڑیں گے۔''

''اسے بھی دیکھنا ہی پڑے گا۔ لیکن بہت راز داری کے ساتھ۔ براہِ راست اس کے ورثاء سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں ہونی چاہئے۔ اُدھر کا تو رخ ہی نہیں کرنا۔''

''پھر کیسے بات بنے گی۔''

''بہتیرے طریقے دریافت ہو جائیں گے۔''

''مثال کے طور پر۔''

''فوری طور پر اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا اور پھر اچانک اُسے احساس ہوا کہ وہ شہری آبادی سے نکل آئے ہیں۔

''اوہ تو کیا شہر کے باہر کہیں۔''

''وہ اس وقت ایگل بیچ کے ایک ہٹ میں موجود ہے۔''

''کیا اس نے ایگل بیچ کے کسی ہٹ تک پہنچنے کیلئے آپ کی گاڑی کا ٹائر فلیٹ کیا تھا؟''

''یہی تو سوال ہے۔''

''جناب کرنل صاحب۔'' حمید طویل سانس لے کر بولا۔ ''وہ ہمیں مسلسل بیوقوف بنائے چلا جا رہا ہے۔''

''اور یہ بھی تو دیکھو کہ ہم کتنی سعادت مندی سے بن رہے ہیں۔''

''اب تو آپ بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہے۔''

''کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم زیادہ تر یہی کہتے رہے ہو۔''

حمید نے شانے اچکائے اور پائپ سلگانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب خا
رہے گا۔ لیکن دو تین کش لینے کے بعد بولا۔ ”کیا اُس نامعقول بوٹ ہاؤز کو بھی آج ہی یاد آ
”یہ کہو کہ اُس نامعقول سے ہماری گاڑی بیکار کر دینے کی حماقت کیوں سرزد ہوئی۔“

”میں اُسے حماقت سمجھنے پر تیار نہیں ہوں۔ سوچی سمجھی حرکت تھی۔“

”حماقتوں میں تو بہت زیادہ سوچ اور سمجھ کو دخل ہوتا ہے۔ ہر احمق یہ سمجھتا ہے کہ ا
افلاطون کی قبر پر لات ماردی ہے۔ لیکن اپنے افعال کی پرکھ اس کے ذمے نہیں ہوتی۔
اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ فعل دانشمندانہ تھا یا احمقانہ۔“

”مجھے تاؤ نہ دلایئے ورنہ احمقوں کی طرف داری پر اُتر آؤں گا۔“

”تب تم ایک دانشور کہلاؤ گے۔“

”ختم بھی کیجئے۔ شاید ہم ایگل بیچ پہنچ گئے ہیں۔“

”جس ہٹ کی نشاندہی کی گئی ہے وہ یہاں سے دور ہے۔“

گاڑی سڑک سے اُتر کر ایک کچے راستے پر ہولی اور حمید نے کہا۔ ”اس گاڑی کے
پتھر کے نہیں ہیں۔“

”فکر نہ کرو۔ اللہ مالک ہے۔“

گاڑی کی رفتار کم ہوگئی تھی اور حمید اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا جا رہا
کتنے ہٹوں کی کھڑکیاں روشن ہیں اور کتنے ویران پڑے ہیں۔ اچانک ایک جگہ فریدی نے
روک دی اور حمید سے بولا۔ ”اُترو۔“

پھر گاڑی لاک کر کے وہ پیدل ہی ایک طرف چل پڑے۔

”اور اب تم یہیں رکو۔ میں ابھی آیا۔“ فریدی نے ایک جگہ رکتے ہوئے کہا۔

”ضرور ضرور..... ورنہ کہیں کسی بلیکی پر میری نظر بھی نہ پڑ جائے۔“

”پتا نہیں کتنی بار کتنوں کو دیکھ چکے ہو۔“ فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ حمید
دیکھنا گوارا نہ کیا کہ گیا کدھر ہے۔ نظر دوسری جانب کئے کھڑا رہا۔ بحری ہوا کے

اس کا جسم سہلاتے رہے۔ شہر کی گھٹن سے نکل آنے کے بعد سے ذہنی کسلمندی بڑی حد تک دور
ہوگئی تھی۔ قریب ہی کے کسی ہٹ میں جاز کا ریکارڈ بج رہا تھا۔ وہ بیٹس پر پیر سے تال دیتا رہا۔

فریدی ریکارڈ کے ختم ہونے سے قبل ہی واپس آ گیا تھا۔

”وہ ہٹ میں موجود ہے۔ گاڑی باہر کھڑی ہے۔“ اس نے کہا۔

”اور اسے علم ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے گھیرے میں لے رکھا ہے؟“ حمید نے سوال کیا۔

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”گویا آپ کے بلیکیز صرف اُس کی نگرانی کرتے رہے ہیں جس میں وہ داخل ہوا تھا۔“

”ہاں..... یہی بات ہے۔“

”لیکن آپ نے تو کہا تھا کہ انہوں نے اُسے نرغے میں لے رکھا ہے۔“

”میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ للکار کر گھیرے میں لیا ہے۔ بس ہٹ کی اس طرح نگرانی
رہی ہے کہ وہ نکل کر نہیں جا سکتا۔“

”اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کس بناء پر اُسے للکاریں گے؟“

”چلو دیکھتے ہیں۔“ فریدی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ حمید نے بجھا ہوا پائپ خالی کر کے
ب میں ڈال لیا اور اُس کے ساتھ چلنے لگا۔

”کیا پتا آپ کے بلیکیز غلط فہمی میں مبتلا ہو کر یہاں تک دوڑے آئے ہوں۔“ اس نے کہا۔

”کیسی غلط فہمی۔“

”فائر کسی اور گاڑی سے ہوا ہو۔“

”اس کا بھی امکان ہے۔“

”کہیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔“

”میں اُس کا گریبان تو پکڑوں گا نہیں۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔

کچھ دور چلنے کے بعد فریدی ایک ہٹ کے سامنے رک گیا جس کی کھڑکیوں کے
[illegible] شیشے روشن تھے۔ آس پاس کے کئی ہٹ ویران اور تاریک بھی تھے۔ حمید نے اس ہٹ

کے دروازے کے قریب ہی ایک گاڑی بھی کھڑی دیکھی لیکن یہاں اتنی روشنی نہیں تھی
میک اور موڈل بھی معلوم ہو سکتے۔

فریدی نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ لیکن اندر سے جواب نہ ملا
اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

فریدی نے پھر دستک دی۔ پھر وہ تیزی سے بائیں جانب بڑھتا چلا گیا۔ حمید
ساتھ دینا چاہا لیکن اُس نے ہاتھ اٹھا کر اُسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا۔

حمید نے دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا
آواز کے منتظر تھے اور آنکھیں دروازے سے لگی ہوئی تھیں۔ ذرا دیر بعد اندر سے
چاپ سنائی دی اور پھر دروازہ کھلا۔ ریوالور کی نال دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ لیکن وہ
تھا جس نے دروازہ کھولا تھا۔ ساتھ ہی ہلکی سی ہنسی کی آواز بھی سنائی دی۔

''خیریت.....؟'' حمید نے سامنے آکر پوچھا۔

''نکل گیا.....تمہارا خیال درست تھا۔ الفاظ کا استعمال غلط ہوا تھا۔''

''الفاظ کا استعمال.....!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں یہی کہ انہوں نے اُسے اپنے نرغے میں لے رکھا ہے۔'' فریدی نے طو
لے کر کہا۔ ''آؤ.....اندر آجاؤ۔''

حمید ہٹ میں داخل ہوا۔ اندر سناٹا تھا۔ فریدی نے آہستہ سے کہا۔ ''کسی چیز کو
لگانا اور یہیں ٹھہرو۔ میں اُن لوگوں کو مطلع تو کر دوں کہ ان سے کیا غلطی ہوئی ہے۔''

وہ مڑ کر باہر چلا گیا اور حمید متجسسانہ نظریں چاروں طرف ڈالتا رہا۔ پھر اُس
والے کمرے میں جھانکا۔ اس میں بھی روشنی تھی۔ فرش پر ایک جگہ بالوں کا ڈھیر سا نظر
کے قریب ہی تاریک اور بڑے شیشوں والی عینک بھی پڑی ہوئی تھی۔ حمید نے طویل
پھر اس کی نظر ایک ننھی سی چمکدار شے پر پڑی جو دیوار کی جڑ سے لگی کئی رنگوں
شعاعیں منتشر کر رہی تھی۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا اور حمید نے اُن اشیاء کی طرف اسے توجہ دلائی۔

''میں دیکھ چکا ہوں۔'' کہتا ہوا فریدی اُس کمرے میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے اس
وہ چمکدار شے اٹھائی تھی۔ یہ ایک انگشتری تھی جس میں بڑا سا ہیرا جگمگا رہا تھا اور اس کی
قدیم مصری انگشتریوں کی سی تھی۔ اُسے حمید کے ہاتھ میں دیتا ہوا وہ بالوں کے اُس ڈھیر
بڑا۔ جو فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے جیب سے فاؤنٹین پن نکالا اور اس سے بالوں کے
کو کریدنے لگا۔

یہ پلاسٹک کا ایک فیس ماسک ثابت ہوا جس میں سر اور داڑھی مونچھوں کے بال بھی لگے
ے تھے۔ بڑی احتیاط سے اس نے عینک اور اس فیس ماسک کو رومال میں باندھتے ہوئے
ے کہا۔ ''انگشتری کو جیب میں رکھ لو۔''

''مال غنیمت۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''نہیں.....شائد میں جانتا ہوں کہ اس انگشتری کا مالک کون ہے۔''

''اور شائد اس ماسک اور عینک کی بناء پر آپ کو وہ شخص بھی یاد آ گیا ہوگا جس کا ذکر
لڑکی نے کیا تھا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ حمید کو اُس عقبی دروازے کی طرف لے گیا تھا جس
وہ نامعلوم آدمی فرار ہوا تھا اور نگرانی کرنے والوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکی تھی۔

''لی نائین جن لوگوں سے کام لے رہا ہے وہ ابھی زیرِ تربیت ہیں۔ شائد عقبی دروازہ
ہے، میں انہیں نظر ہی نہیں آیا تھا۔'' فریدی نے کہا۔ ''ادھر کتنی گہری تاریکی ہے۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا
رہ گئے۔ پھر انہوں نے عقبی دروازے سے باہر چھلانگیں لگائی تھیں۔

اشارے

بی چھلانگیں تھیں اور وہ ہٹ سے خاصے فاصلے پر جا گرے تھے۔ پھر سنبھلنے بھی نہیں پائے

تھے کہ دوسرا دھماکہ ہوا اور زمین لرز کر رہ گئی۔ فضا میں آنچ سی محسوس ہوئی تھی۔

''آپ کدھر ہیں۔'' حمید نے فریدی کو آواز دی۔

''تم سے قریب ہی ہوں۔''

''یہ کیا تھا.....؟''

''اب اٹھو اور اس ہٹ سے دور نکل جانے کی کوشش کرو۔'' فریدی نے کہا اور
حمید نے اپنے بازو پر اس کی گرفت بھی محسوس کی۔ خود اس کے اعصاب ان دونوں دھماکوں کی
بناء پر بکھر سے گئے تھے اور اس کو تیز چلنے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔

''اوہ..... تو یہ بات ہے۔'' حمید آہستہ سے بولا۔ نامعلوم آدمی کی گاڑی جل
رہی تھی اور ہٹ کا کچھ حصہ بھی منہدم ہو گیا تھا۔

''بس اب یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ نکل چلو۔'' فریدی اُس کا بازو دبا کر آہستہ
پھر وہ اس جگہ پہنچے جہاں اپنی گاڑی کھڑی کی تھی۔

''آخر یہ ہوا کیا۔'' حمید گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

فریدی نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ وہ گاڑی کو کسی قدر بیک کر کے دوسری طرف موڑنے کی
کوشش کر رہا تھا۔

''کہیں آپ کا کوئی بلیکی بھی دھماکے کی زد میں نہ آ گیا ہو۔'' حمید نے کہا۔

''اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہاں اس کے آثار نظر آتے۔ لوگ صرف ہٹوں کو آگ
رکھنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''لیکن دھماکے۔''

''اوہ حواس بجا کرو۔ کیا تم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ گاڑی میں ٹائم بم تھا اور دوسرا
پھٹنے سے ہوا تھا۔''

''اچھا ہوا تھا کہ ہم نے گاڑی کی بھی تلاشی لینے کی کوشش نہیں کی تھی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ گاڑی ابھی کچے ہی راستے پر چل رہی تھی اور پھر فریدی

سڑک کی طرف لے جانے کی بجائے بیچ ہوٹل کی طرف موڑ دیا تھا۔

''ادھر کہاں۔'' حمید نے پوچھا۔

''کچھ کھائیں پئیں گے۔''

حمید نے طویل سانس لی۔ اُس کے جسم کی جھنجھلاہٹ ابھی تک نہیں مٹی تھی۔ بیچ ہوٹل کے
سامنے گاڑی روک دی گئی اور فریدی نے اپنی گود سے ماسک والی پوٹلی اٹھا کر ڈیش بورڈ کے
خانے میں رکھ دی۔

پھر وہ گاڑی سے اُتر کر ہوٹل کے صدر دروازے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ ڈائننگ ہال
میں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ فریدی نے ایک میز منتخب کی اور دونوں اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ایک ویٹر
فوراً ہی انکے پاس پہنچا۔ فریدی نے مینو اٹھا کر کچھ نمبر بتائے جنہیں وہ نوٹ کر کے واپس چلا گیا۔

''وہ پوٹلی آپ کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی تھی۔'' حمید نے کہا۔

''کام کی چیزیں ہر حال میں مجھے یاد رہتی ہیں۔''

''تو وہ گاڑی میں ٹائم بم چھوڑ گیا تھا۔'' حمید بولا۔

''اب تم مجھ سے پوچھو گے کہ کیوں چھوڑ گیا تھا۔'' فریدی نے طنز آمیز مسکراہٹ کے
ساتھ جواب دیا۔

''کیا نہ پوچھنا چاہئے۔''

''ضرور ضرور۔ جب کوئی ننھا سا بچہ ہو تو ہر قسم کے سوالات کے لئے تیار رہنا چاہئے۔''

''اچھا تو پھر بتایئے۔''

''ڈرامہ..... حمید صاحب۔ یہ بھی ڈرامہ ہی تھا۔''

''کیا مطلب.....؟'' حمید چونک پڑا۔

''اگر ہم اس بوٹ ہاؤز کی بجائے کہیں اور جاتے تب بھی وہ ایسی ہی کوئی سچویشن پیدا
کر کے ہمیں اپنے تعاقب پر ضرور مجبور کرتا۔''

''بات بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔''

"تمہارا خیال تھا کہ ہمیں بوٹ ہاؤز میں دیکھ لینے کے بعد اُس نے ہمیں فوری طو
کہیں جانے سے روکنے کے لئے گاڑی کا ٹائر ناکارہ کیا تھا۔"

"پھر اور کیا خیال ہوتا۔"

"پہلے میرا بھی یہی خیال تھا۔لیکن گاڑی میں بلاسٹ ہونے والے ٹائم بم کی وجہ
نظریہ بدل دینا پڑا۔ ورنہ وہیں کے وہیں ٹائم بم کہاں سے فراہم کرلیا ہوگا۔ اس لئے ٹائم
پہلے ہی سے گاڑی میں موجود تھا۔بس ایگل بیچ کی طرف جاتے وقت اس نے اس کا ٹائم سیٹ
کیا ہوگا۔ وہ پوری تیاری کے ساتھ ہماری گھات میں تھا اور اب تو کل ہی بتا سکوں گا کہ اس
ڈرامے کا مقصد کیا تھا۔"

"جہنم میں جائے۔سوچتے سوچتے ذہن شل ہوگیا ہے۔"

ذہن کو تھکانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میرے اور اُس کے درمیان صرف چوہے اور بلی
والا کھیل ہو رہا ہے۔

"اور چوہا کون ہے؟" حمید نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"وہ خود.....!"

"خوشی ہوئی یہ سن کر۔ ورنہ میں تو مایوس ہو چلا تھا۔"

اتنے میں ویٹر طلب کردہ چیزیں لے آیا اور وہ خاموشی سے کھاتے رہے۔ کم از کم فریدی
کے چہرے سے اندازہ کرنا مشکل تھا کہ وہ ابھی ابھی کسی بڑے الجھیڑے سے گزر کر یہاں تک
پہنچا ہے۔ بڑے انہماک سے کھانا کھا رہا تھا۔

"اب آپ کے بلیکیز کیا کر رہے ہوں گے۔" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"فی الحال وہیں ہوں گے تاکہ مجھے مکمل رپورٹ دے سکیں۔"

"انہوں نے اس گاڑی کا رجسٹریشن نمبر تو اطمینان سے نوٹ کیا ہوگا۔"

"ہونا تو یہی چاہے۔"

"تب تو بہ آسانی اس کے مالک کا پتا چل جائے گا۔"

"اس طرح مشکل ہے حمید صاحب۔ وہ زیادہ تر مکمل قسم کے پلاٹ بناتا ہے۔"

دفعتاً حمید چونک کر بولا۔"اوہ....." وہ انگشتری اور پھر اپنے کوٹ کی اندرونی جیب ٹٹول
کر طویل سانس لی۔

"کیا بات ہے۔کیا گر گئی کہیں۔"

"موجود ہے۔ میں سمجھا تھا کہ اس بھاگ دوڑ کے دوران میں کہیں سلپ کر گئی۔"

"لاؤ مجھے دو۔" فریدی نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

حمید نے انگشتری جیب سے نکال کر اس کے حوالے کر دی اور آہستہ سے بولا۔"آپ
نے کہا تھا کہ آپ غالباً اس انگشتری کو پہچانتے ہیں۔"

"اپنی مخصوص بناوٹ کی بناء پر یہ انگشتری ایسی ہی ہے کہ یاد رکھی جا سکتی ہے۔"

"کس کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔"

"ابھی یہ نہ پوچھو۔ پہلے میں دیکھوں گا کہ اب بھی اُس کے ہاتھ میں موجود ہے یا نہیں۔
پھر بتاؤں گا۔"

"کیا اسی وقت دیکھیں گے.....؟"

"نہیں صبح کو.....اس وقت سیدھے گھر چلیں گے۔"

"الحمدللہ.....!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔"بے شک مجرموں کو بھی آرام کرنے کا
حق حاصل ہے۔ اتنی رات گئے اسے بے آرام کرنا قطعی درست نہ ہوگا اور پھر ابھی تک یہ کیس
باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہیں پہنچ سکا۔"

"بہت پہلے کی بات ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"اب یہ باضابطہ طور پر بھی میرے ہی ذمے ہے۔"

"اُف فوہ.....آپ نے اس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔"

"کیا کیا بتایا کروں تمہیں۔"

"آپ نے ایک آدھ شادی بھی کر رکھی ہوگی۔ پبلک کو نہیں بتاتے۔"

"شادی کے لئے اعلان ضروری ہے۔ ورنہ وہ شادی نہیں رہتی۔ کم از کم دو گواہ ضر
ہوتے ہیں ان میں سے ایک تم یقیناً ہوگے۔" فریدی نے کہا اور ویٹر کو کافی لانے کا اشارہ کیا
وہ کھانا ختم کر چکے تھے۔

حمید نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔ "اگر تاجور خاں زندہ ہوا تو۔"

"اُسے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ وہ لاش کس کی تھی جسے اُس کے نام سے دفن کر دیا گیا تھا۔"

میز صاف کر کے ویٹر کافی لے آیا اور حمید نے دونوں پیالیوں میں کافی انڈیلنے کے بع
کہا۔ "شائد آپ بھولے نہ ہوں کہ ہمیں سیدھے گھر جانا ہے اور اس فیصلے پر کافی بھی اثر انداز
نہیں ہوگی۔"

"کس بات سے بے اطمینان ہو رہے ہو۔"

"ماضی کے تجربات یاد آ رہے ہیں۔ کافی کے گھونٹ لیتے وقت آپ کوئی نئی سوجھتی ہیں۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس اب گھر ہی چلیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد اُن کی گاڑی شہر کی طرف واپس جا رہی تھی۔ اس بار حمید ڈرائیو کر رہا تھا۔
گھر پہنچ کر انہوں نے اپنی اپنی خواب گاہوں کی راہ لی تھی۔ حمید لباس تبدیل کر کے ل
ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ ظاہر تھا کہ فریدی کے علاوہ اور کون ہوتا۔

"ہیلو....." اُس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں جماہی لی۔

"اس گاڑی کی نمبر پلیٹ کا معاملہ بھی کچھ یونہی سا رہا۔" فریدی کی آواز آئی۔

"یعنی.....!" حمید نے بھنویں سکوڑیں۔

"کچھ مشتبہ سی نمبرنگ تھی اور پلیٹ بھی گندی تھی۔ وہ لوگ نمبر نہیں پڑھ سکے تھے۔"

"پھر گاڑی کو تباہ کر دینے کا مقصد.....!"

"سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس طرح گاڑی سے اس کی انگلیوں کے نشانا
نہ حاصل کئے جا سکیں۔"

"اور کیا خبر ہے۔"

"دوسری دلچسپ اطلاع یہ ہے کہ وہ ہٹ ایک مقامی تاجر کا ہے۔"

"مجھے تو اس میں دلچسپی کی کوئی بات نہیں دکھائی دیتی۔"

"اور وہ مقامی تاجر ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کا بھائی ہے۔"

"اب ہوئی دلچسپی کی بات۔" حمید طویل سانس لے کر بولا۔

"اچھا اب سو جاؤ۔" فریدی نے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر معلوم ہوا کہ فریدی گھر پر موجود نہیں ہے۔ صبح ہی صبح صرف
یک کافی پی کر کہیں چلا گیا تھا۔

حمید نے اطمینان کی سانس لی اور بڑی دلجمعی سے ناشتہ کرنے لگا۔ لیکن سکون کے یہ
ت دیرپا ثابت نہ ہو سکے۔ کیونکہ ایک ملازم نے قاسم کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

قاسم دیر سے سو کر اٹھنے کا عادی تھا۔ لہٰذا سویرے ہی سویرے گھر سے نکل پڑنا یقیناً کسی
عمولی حالت کے تحت ہوا ہوگا۔ لہٰذا حمید نے اسے ڈائننگ روم ہی میں بلوا لیا۔

"ہاں ہاں..... بیٹا تم نہیں کھاؤ پیو غے تو قیا میں کھاؤں پیوں غا.....!" وہ دروازے ہی
رک کر دھاڑا۔

"کیا بیوی نے گھر سے نکال دیا ہے۔" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"بس کھاموش..... تم دونوں قاقہیں اور تبادلہ قیوں نہیں ہو جاتا۔ یہی شہر رہ گیا ہے مرنے
۔"

"کچھ بتاؤ گے بھی یا یونہی بکواس کئے جاؤ گے۔ کیا بگاڑا ہے ہم دونوں نے تمہارا۔" حمید
نے پوچھا۔

"مجھ فورات بھر نیند نہیں آئی۔"

"بستر میں کھٹمل ہوں گے۔ جن کا محکمہ سراغ رسانی سے کوئی تعلق نہیں۔"

"ابے کسی کباڑی قا بستر نہیں ہے کہ کھٹمل ہوں غے۔"

"تو پھر کیا بیوی نے بکریاں پال لی ہیں۔"

"میں قچھ نہیں جانتا۔ اگر وہ یہاں آئی تو اچھا نہیں ہوغا۔"

"کون تمہاری بیوی۔"

"نہیں تمہاری ایسی تی تیسی۔"

"یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ ویسے اگر ناشتہ نہ کیا ہو تو آ جاؤ۔ بہت کچھ ہے۔"

"سیدھا یہاں چلا آیا ہوں۔ ناشتہ قیئے بغیر۔"

"تو پھر وہاں کیوں کھڑے ہو جھپٹ پڑو۔"

قاسم نے اب میز پر تفصیلی نظر ڈالی اور کسی ندیدے بچے کے سے انداز میں منہ چلانے لگا اور پھر جو اس نے دو عدد کرسیوں پر جم کر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا ہے تو پھر یہ بھی بھول گیا کہ یہاں آیا کیوں تھا۔

حمید خاموشی سے اس کا انہماک دیکھتا رہا۔ عجیب سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر اٹکھیلیاں کر رہی تھی۔

ذرا سی دیر میں سارے برتن خالی ہو گئے اور قاسم نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "اور قیا ہے؟"

"اب صرف خاکسار حاضر ہے۔" حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"قافی.....!"

"آ رہی ہے مٹکے میں۔"

"اے تم جلتے ہو میرا خانا پینا دیکھ کر۔"

"جلتا نہیں ہوں۔ بلکہ میرے پیٹ میں درد ہونے لگتا ہے تمہیں کھاتے پیتے دیکھ کر۔"

"میں تمہاری طرح مچھر نہیں ہوں کہ سونگھ کر رہ جاؤں۔"

"اب اگر تشریف آوری کا مقصد بھی بتا دو تو مجھے بھی شائد سکون نصیب ہو جائے۔"

"دردانہ یہاں نہ آنے پائے۔" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"میں بالکل نہیں سمجھا۔"

"اس نے پوچھا ہے کہ وہ یہاں کب آ سکتی ہے۔"

"جب دل چاہے۔"

"چپ رہو۔" قاسم اتنے زور سے چیخا کہ دیواریں جھنجھنا اٹھیں اور حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اگر وہ آنا چاہتی ہے تو ہم کس طرح روک سکتے ہیں۔"

"تمہیں روکنا پڑے غا۔"

"آخر کیوں؟"

"میں قچھ نہیں جانتا۔ بس روک دو۔ مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔"

"تم کرنل صاحب کو وہاں کیوں لے گئے تھے۔"

"اس نے کہا تھا۔ نہیں غلط۔ تمہارے قرنل صاحب نے کہا تھا۔"

"تم نے ان کا کہنا کیوں مانا تھا۔"

"اُسی نے مانا تھا۔ میں نے نہیں مانا تھا۔"

"تو تم خود ہی اُسے یہاں آنے سے منع کر دو۔"

"اے تم گھامڑ ہی ہو قیا۔ میں عورت ذات کو قیسے منع کر سکتا ہوں۔"

"کیوں بھئی کیا قصہ ہے۔" دفعتاً عقب سے فریدی کی آواز آئی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہو رہا تھا۔

"ارے باپ رے۔" کہہ کر قاسم نے اچھل پڑنے کی کوشش کی اور صرف تھلتھلا کر رہ گیا۔

"کک.....کچھ نہیں۔" وہ بالآخر تھوک نگل کر بولا۔

"بس ہوا نکل گئی۔ ابھی فٹ بال ہو رہے تھے۔" حمید نے کہا۔

"آخر بات کیا ہے؟"

"محترمہ دردانہ شاہد صاحبہ نے معلوم کرایا ہے کہ وہ کب یہاں آ سکتی ہیں۔" حمید بولا اور قاسم نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا۔

"جب دل چاہے تشریف لائیں۔"

"لیکن قاسم چاہتا ہے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔"

"کیوں بھئی قاسم.....!"

"جج.....جی.....وہ دراصل.....میں یہ کہہ رہا تھا کہ ابھی کافی نہیں آئی۔"

"کافی نہیں آئی۔" فریدی حیرت سے بولا۔ "لیکن بات تو دردانہ صاحبہ کے آنے کی ہو رہی تھی۔"

"جی ہاں.....جی ہاں۔"

"آپ سمجھے نہیں شائد۔" حمید نے کہا۔

"کیا نہیں سمجھا۔"

"قاسم صاحب چاہتے ہیں کہ ہم انہیں یہاں آنے سے روک دیں۔"

"کیوں بھئی قاسم.....!"

"جی ہاں.....یعنی کہ بالکل جی ہاں۔"

"آخر کیوں؟"

"آپ کے سانپوں کو اس کی نظر لگ جائے گی۔ بہت ندیدی ہے۔"

"کیا بات ہوئی؟"

"اصل بات کچھ اور ہے۔" حمید بولا۔

"تم ہی بتا دو کیا بات ہے اور ہاں قاسم کے لئے کافی جلد منگواؤ بلکہ خود جا کر دیکھو کیوں دیر ہو رہی ہے۔"

حمید قاسم کو آنکھ مار کر اٹھ گیا اور قاسم گڑبڑا کر بولا۔ "میں بھی چل رہا ہوں۔"

"نہیں.....تم بیٹھو۔" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"مم.....مجھے متلی ہو رہی ہے۔ میں قافی نہیں پیوں غا۔" وہ کہتا ہوا اٹھا اور حمید کے پیچھے ہی ڈائننگ روم سے نکل آیا اور اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ "یاد رکھنا بیٹا جیسا برتاؤ تم

گیا ہے۔"

"یعنی ناشتہ کرایا ہے۔" حمید نے سر ہلا کر کہا۔

"یعنی اپنی ایسی تی تیسی قرائی ہے۔"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"جب مرونغے تب آئے غی۔"

"لیکن تم چلے کہاں۔ کافی تو پیتے جاؤ۔"

"بس خون پیوں غا کسی دن۔" کہتا ہوا قاسم نکلا چلا گیا اور حمید پھر ڈائننگ ہال میں آ گیا۔

"کیا چلا گیا۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں مستقل طور پر اس چکر میں ہے کہ اب آپ کی ملاقات دردانہ شاہد سے نہ ہونے پائے۔"

"عجیب خبطی آدمی ہے.....خیر.....ہاں تو.....تمہیں یہ معلوم کر کے خوشی ہو گی کہ اس بار ے جلدی میں ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے۔"

"کیسی غلطی۔"

"اس ماسک سے جسے وہ اپنے چہرے پر چڑھائے پھرتا تھا انگلیوں کے کچھ نشانات ل کر لئے گئے ہیں۔"

"یہ تو واقعی بڑی اچھی خبر ہے۔"

"اور اب ہم ذرا ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی طرف چلیں گے۔"

"اس لئے کہ ہٹ اُس کے بھائی کا ہے؟"

"ہاں اور بھائی آج کل یورپ کے دورے پر ہے۔ بزنس ٹور کر رہا ہے۔"

"تو کیا ابھی چلیں گے۔"

"ہاں.....یہی مناسب ہے کہ گھر پر اُس سے ملوں۔"

"دس منٹ میں لباس تبدیل کر لوں گا۔" حمید نے کہا اور بیڈ روم کی طرف چل پڑا۔

لباس تبدیل کرنے میں دس منٹ سے زیادہ عرصہ نہیں لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُن کی گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل رہی تھی۔ حمید نے کہا۔ ''یاد آیا آ
انگشتری کس کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔''

''یاد آ گیا ہے۔ لیکن ذرا صبر سے کام لو۔''

''کیا مطلب..... ارے یہ کون سی ایسی خاص بات ہے جس میں غلطی ہو جانے
کسی کی عزت خطرے میں پڑ جائے گی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ قریباً پندرہ منٹ بعد اس نے گاڑی ایک بنگلے کے سامنے رو
ہارن دینے لگا تھا۔ ایک ملازم پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھول کر باہر آیا اور سلام کر کے کھڑا

''کیا ڈپٹی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''جی صاحب۔''

''میرا کارڈ.....!'' فریدی نے وزیٹنگ کارڈ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
لے کر اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ڈپٹی ڈائریکٹر خود پھاٹک پر نظر آیا۔

''اوہ..... کرنل صاحب آیئے آیئے۔ نہیں گاڑی اندر ہی لے لیجئے۔ نادر پھاٹک ک
اور اس طرح نہایت خوش اخلاقی سے استقبال کرنے کے بعد وہ انہیں ڈرائنگ ر
لے آیا۔

''کیسے تکلیف فرمائی۔'' بالآخر اُس نے سوال کیا۔

''مرحوم افضل خاں سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں۔
نے کہا اور حمید نے محسوس کیا جیسے بھٹی کے چہرے پر ایک بادل سا آ کر گزر گیا ہو۔

''میں اُس کا مکمل فائیل آپ کو بھجوا دوں گا۔'' بھٹی نے کہا۔ ''اُس کا ریکارڈ
صاف ستھرا تھا۔''

''کردار کی تعریف تو میں نے بھی سنی ہے۔'' فریدی بولا۔ ''دراصل میں اس کے

ات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''جو کچھ اس کے فائیل میں ہے اس سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا۔''

''میرا خیال ہے کہ جس علاقے سے اس کا تعلق تھا وہاں ذاتی اور قبائلی دشمنیاں بھی قتل
پر منتج ہوتی ہیں۔'' فریدی نے کہا۔

''ہاں یہ بات تو ہے۔'' بھٹی نے کہا۔

''آپ کے بھائی مسٹر شکیل بھٹی آج کل کہاں ہیں؟''
اس ضمن میں میرے بھائی کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔

''ابھی عرض کرتا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ حمید کی نظر بھٹی کے چہرے پر
اسے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار دکھائی دیئے۔

فریدی نے تھوڑی دیر بعد سلسلہ کلام پھر شروع کیا۔ ''پچھلی رات ایک گاڑی سے میری
گاڑی پر فائر کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں ایک ٹائر فلیٹ ہو گیا۔ لیکن میرے آدمی اس گاڑی کا
تعاقب کرتے رہے۔ وہ ایگل پنچ گئی تھی اور ایک ہٹ کے سامنے رک گئی تھی۔ گاڑی ڈرائیو
کرنے والا اُس ہٹ میں داخل ہوا۔ میرے آدمیوں نے ہٹ کو نرغے میں لے کر مجھے اطلاع
لیکن جب میں اس ہٹ میں پہنچا تو وہ عقبی دروازے سے فرار ہو چکا تھا۔''

فریدی خاموش ہو گیا اور حمید بھٹی کے چہرے پر اس گفتگو کا ردعمل تلاش کرنے کی کوشش
کرنے لگا۔

پھر فریدی نے گاڑی کے تباہ ہونے کا واقعہ سنا کر کہا۔ ''وہ ہٹ آپ کے بھائی مسٹر شکیل
کا ہے۔''

''نہیں۔'' ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی چونک پڑا۔

''جی ہاں۔ میں تصدیق کر چکا ہوں وہ انہی کی ملکیت ہے۔''

''تو پھر آپ مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔''

''ہٹ کی کنجی کس کے پاس رہتی ہے۔''

"مجھے علم نہیں۔ وہ میرے بڑے بھائی ضرور ہیں لیکن ہمارے تعلقات زیا
ہیں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کا کوئی ہٹ بھی ہے ایگل بیچ پر۔"

"بہر حال یہ واقعہ اسی ہٹ میں پیش آیا ہے۔ تو پھر مجھے اس سلسلے میں معلو
کرنے کے لئے کس سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

"وہ خود تو آج کل یورپ کے بزنس ٹور پر ہیں۔ انکی عدم موجودگی میں کاروبار
ان کے برادرانِ نسبتی کرتے ہیں۔ کوٹھی گلستان کالونی میں ہے۔ کوٹھی نمبر ستائیس بلاک

حمید نے نوٹ بک نکال کر پتہ تحریر کیا اور برادران نسبتی کے نام پوچھنے لگا۔

"صرف ایک کا نام جانتا ہوں۔ اجمل ہے اور وہ سب اسی کوٹھی میں رہتے ہ
نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

"تو پھر اُس ہٹ کی کنجی بھی اُنہی میں سے کسی کے پاس ہوگی۔" فریدی نے کہا

"ظاہر ہے۔"

"اور آپ دونوں میں خرابی تعلقات کا باعث بھی شائد وہ برادران نسبتی ہی ہوں

"نجی معاملات ہیں کرنل صاحب۔"

"اوہ..... آئی ایم سوری۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ کا یہ سوال فطری تھا۔ دکھ ہوتا ہے مجھے بھی۔ مگر کیا کیا
سب بعض اصولوں کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ بعض معاملات ایسے ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں کہ ان کا ذکر کر
نہیں چاہتا۔ ہاں تو وہ نامعلوم آدمی جس میک اپ میں تھا اُس سے پیچھا چھڑا کر اس
فرار ہوا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو میرے آدمی جو ہٹ کی نگرانی کر رہے تھے اُسے نکل نہ جا
وہ پلاسٹک کا فیس ماسک استعمال کر کے اپنی شکل تبدیل کرتا ہے جسے اتار کر ہٹ
تھا اور یہ۔" فریدی نے جملہ پورا کئے بغیر جرسی کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ا
اور اُسے ہتھیلی پر رکھ کر بھٹی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "شائد میں نے یہ آپ سے

تھی بھٹی صاحب۔"

بھٹی کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور وہ کبھی انگشتری کو دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کو۔

قریب المرگ

اُس کے چہرے پر سراسیمگی اور الجھن کے ملے جلے آثار تھے۔ اس نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ انگشتری فریدی کی ہتھیلی پر سے اٹھالی اور اُسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "میں اس سلسلے میں تنہائی میں گفتگو کر سکوں گا۔"

"تم گاڑی میں بیٹھو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"حمید کو اس پر سخت تاؤ آیا تھا۔ لیکن کرتا بھی کیا۔ چپ چاپ اٹھا اور باہر نکل کر گاڑی میں آ بیٹھا۔ سوچ رہا تھا کہ انگشتری اسی کی معلوم ہوتی ہے لیکن اس طرح شائد کوئی داستان گھڑنے کے لئے وقت حاصل کیا ہے۔ ورنہ جب بیان ہی دینا ٹھہرا تو اسے وہاں سے ہٹا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ حمید نے ایک بار پھر پورا کیس ذہن میں دہرا کر رکھ دیا اور اس طرح ساری کڑیاں ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی ہی کے خلاف ایک دوسری سے ملتی چلی گئیں۔ ہوسکتا ہے افضل خاں کی نامعلوم اسمگلر کے پیچھے رہا ہو۔ لیکن اس کی موت میں اسمگلر کا ہاتھ نہیں معلوم ہوتا۔ اصل قصہ مسٹر بھٹی کی بھانجی کا تھا جو افضل خان کو خطوط لکھتی رہتی تھی۔ بھٹی نے موقعے سے فائدہ اٹھا کر افضل خان کا خاتمہ کرا دیا۔ وہ لڑکی اس کے بیٹے کی منگیتر بھی تو تھی۔ تو یہ بھٹی ہی انہیں اب غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مختلف قسم کے فیس ماسک بنوا رکھے ہیں۔ جنہیں چہرے پر منڈھ کر اس طرح کی وارداتیں کرتا پھر رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کسی فیس ماسک نے تاجور خان سے بھی مشابہت پیدا کر دی ہو۔

وہ کیس کا تجزیہ کرنے میں اس طرح محو تھا کہ فریدی کی آمد کی بھی خبر نہ ہوسکی۔ اسٹیئرنگ

سائیڈ کا دروازہ کھلنے پر چونکا تھا۔ فریدی نے خاموشی سے بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور انجن اسٹا
کرنے لگا۔ حمید نے برآمدے کی طرف نظر اٹھائی۔ بھٹی شائد فریدی کو رخصت کرنے کے
بھی باہر نہیں نکلا تھا۔

"کیا اس سلسلے میں کسی پردہ نشین کا نام بھی آیا ہے کہ تخلیہ کرالیا گیا تھا۔" حمید نے
لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

گاڑی کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے نکل رہی تھی۔ فریدی نے اسے سڑک پر موڑتے ہو
کہا۔ "اس نے اعتراف کرلیا ہے کہ انگشتری اُسی کی ہے لیکن پرسوں رات کو چوری ہوگئی تھی۔"

"یعنی انگلی سے اُتار لی گئی تھی اور یہ حضرت اتنے غافل تھے کہ انہیں پتہ ہی نہ چل
میں سمجھ گیا۔ کیوں تخلیہ کرایا تھا۔"

"ذاتیات میں الجھنے سے کیا فائدہ۔"

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"لیکن یہ واقعہ دردانہ شاہد کی کوٹھی میں پیش آیا تھا۔"

"اوہو تو وہاں اس قسم کی محفلیں بھی جمتی ہیں جن میں لوگ غافل ہوجائیں۔"

"تمہیں اس پر حیرت کیوں ہے۔"

"ہاں..... مجھے حیرت نہ ہونی چاہئے۔ جہاں دولت ہو وہاں سبھی کچھ ہوسکتا ہے۔"

"بہرحال ہوش میں آنے کے بعد مسٹر بھٹی نے انگشتری انگلی میں نہیں پائی تھی۔ تکلف
کے مارے کسی سے کچھ کہہ بھی نہ پائے۔ وہاں صرف چور ہی کو اس کا علم ہوگا اور کسی کو بھی
نہیں۔"

"اچھی کہانی ہے۔"

"ابھی تو کہانی ہی ہے لیکن اگر فیس ماسک پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشا
سے مل گئے تو حقیقت بن جائے گی۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ نشانات مختلف ہوں گے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"اگر یہ سٹ اپ ہی ہے تو اسے مکمل ترین سٹ اپ ہونا چاہئے۔"

"ہاں آں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اصل مجرم کی انگلیوں کے نشانات نہ ہوں۔ بہرحال
ہیں گے۔"

"پتا نہیں بیچارے زیدی کا کیا حشر ہوا ہو۔"

"میں بھی اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔ پوری مستعدی سے اس کی تلاش جاری
ہے اور ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ان نمبروں والا فون کہاں ہے۔"

"اور اس کا پتا چلے بغیر زیدی کی بازیافت بھی ناممکن ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں لیکن
سلسلے میں محکمہ ٹیلی فون کو ادھیڑا جاسکتا ہے۔"

"حمید صاحب پوری موجودہ مشینری اس قابل ہے کہ اس کا ایک ایک پرزہ الگ کردیا
ئے لیکن کیا یہ ممکن ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ پائپ سلگا رہا تھا لیکن اس کے بعد بھی اُس نے چپ سادھے رکھی۔
ڑی دیر بعد فریدی نے کہا۔ "کیا خیال ہے اس سلسلے میں موجی بابا کی روحانی قوت سے
نہ فائدہ اٹھایا جائے۔"

"بہت خوب۔ واقعی نوبت بہ ایں جا رسید۔" حمید نے طنزیہ سا قہقہہ لگایا۔

"اس میں اس طرح ہنسنے کی کیا بات ہے۔ آخر ہم ایک معاملے میں اس کی روحانی قوت
فائدہ اٹھا ہی چکے ہیں۔ ارے ہمیں اس کا شکریہ بھی تو ادا کرنا ہے۔"

"آپ اسے اُس کی کرامت سمجھتے ہیں۔"

"جب تک کچھ اور نہ ثابت ہوجائے سمجھنے میں کیا قباحت ہے۔"

"میں آپ کو اتنا ضعیف الاعتقاد نہیں سمجھتا تھا۔"

"ہم سب کسی نہ کسی طرح اور کہیں نہ کہیں ضعیف الاعتقاد ضرور ثابت ہوتے ہیں۔
سوال اعتقاد کا نہیں ہے۔ اب میں صرف ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔"

''چھوڑیئے۔ ہاں تو کیا آپ نے بھٹی صاحب کے فنگر پرنٹس بھی لئے ہیں۔''

''باقاعدہ طور پر۔''

''یعنی براہِ راست طلب کئے ہیں۔'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''قطعی..... یہی صورت ہے۔ میں نے کھل کر کہہ دیا تھا کہ آپ شبہے سے با
رہے۔ لہٰذا آپ کے فنگر پرنٹس درکار ہیں۔''

''کمال کر دیا آپ نے۔'' حمید بولا۔ ''سانپ کی طرح پھپھکارے ہوں گے بھٹی صاحب''

''ہرگز نہیں۔ بڑی متانت سے اُس نے کہا تھا کہ واقعی میں شبہے سے بالاتر نہیں ہو

''پتا نہیں آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں۔''

''وہی جو مجرم چاہتا ہے۔''

حمید کے ذہن پر کسی قدر کاہلی مسلط ہونے لگی تھی اس لئے اس نے پھر کوئی سوال نہ
تھا۔ وہ آفس پہنچے اور فریدی حمید کو وہیں چھوڑ کر فنگر پرنٹ سیکشن کی طرف چلا گیا۔ حمید
اردلی کو بلا کر کافی طلب کی تھی اور دس پندرہ منٹ اس طرح گذار دیئے تھے۔ پھر فریدی
آ گیا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

''تمہارا خیال درست نکلا'' اس نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''کس سلسلے میں۔''

''فیس ماسک پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات مسٹر بھٹی کی انگلیوں کے
سے مماثلت نہیں رکھتے۔''

''مجھے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا ورنہ وہ اتنی خوش دلی کے ساتھ اپنی انگلیوں کے
آپ کے حوالے نہ کرتا۔''

''تو تم اسے سٹ اپ ہی سمجھتے ہو۔''

''پھر کیا سمجھوں۔'' حمید نے پر تفکر لہجے میں کہا۔ ''یا تو یہ سٹ اپ ہے یا پھر نہیں

''کیا بات ہوئی۔''

دفعتاً حمید اچھل پڑا۔ چند لمحے خالی خالی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔
''زیدی..... کیا زیدی کے فنگر پرنٹ کہیں سے مل سکیں گے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''زیدی کے معاملے میں ازسرِنو غور کیجئے۔''

''کر چکا ہوں، ہاں کچھ عجیب معاملہ ہے۔ کچھ لوگ جیپ میں بھر کر آئے اور اس کے
مکان کے سامنے کئی گھنٹے رک کے رہ کر ایسی حرکتیں کرتے رہے کہ اس کے گھر والے خوفزدہ ہو گئے
اور وہ خود شاٹ گن لے کر چھت پر چلا گیا۔''

''اور پھر غائب!'' حمید بولا۔ ''اس کے بعد ایک ایسے فون سے اُس کی کال آئی جس کا
سراغ ملنا مشکل ہے۔''

''میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اگر ماسک پر پائے جانے
والے نشانات زیدی کی انگلیوں کے نشانات سے مل گئے تو اصل مجرم وہی قرار پائے گا۔''

''اور پھر کسی دن زخمی اور شکستہ حال ہمارے سامنے آ کر کہہ دے گا کہ وہ کسی کا قیدی تھا۔
فیس ماسک پر اُس کی انگلیوں کے نشانات زبردستی لئے گئے تھے۔ اُس مکان کی بھی نشاندہی
کرے گا جس میں قید رہنے کی داستان سنائی ہوگی۔ وہیں وہ فون بھی آپ کو مل جائے گا جس
کی تلاش ناممکن بن گئی ہے۔''

اس طرح فیس ماسک لگا کر ہمیں دوڑاتے پھرنے والا آدمی مسٹر بھٹی ثابت ہو جائے
''فریدی مسکرا کر بولا۔

''نہ ثابت ہوا تب بھی ہم کسی اور کی تلاش میں رہیں گے اور اصل مجرم نہایت اطمینان
سے دوبارہ اپنی انسپکٹری سنبھال لے گا۔''

''تمہاری کوششوں کی داد دینی پڑے گی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں
دیکھتا ہوں۔''

''کیا دیکھیں گے۔ کچھ دیکھنے سے پہلے ہمیں یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ یا تو بھٹی انسپکٹر

زیدی کے سر اپنا جرم تھوپنا چاہتا ہے یا زیدی بھٹی کو اس میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔"

"تم ایک قدم آگے بڑھ گئے ہو۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اس سے پہلے کا...
ہوگا کہ فیس ماسک پر پائے جانے والے نشانات زیدی کی انگلیوں کے نشانات...
ہو جائیں۔"

"چلئے یونہی سہی۔"

"میں اُس کے محکمے سے اس کا پرسنل فائیل منگوائے لیتا ہوں۔ اُس کی انگلیوں کے
نشانات بھی اس میں ہوں گے۔"

"یہ ٹھیک ہے۔"

"اور پھر سہ پہر تک حمید کا قول کرسی نشین ہوا تھا۔ یعنی زیدی کی انگلیوں کے نشانات...
فیس ماسک پر پائے جانے والے نشانات میں سرمو فرق ثابت نہیں ہو سکا تھا۔"

"اب کیا خیال ہے۔" حمید چہک کر بولا۔

"واقعی بہت تیز ہو گئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن ابھی مجھے اس واقعے کا انتظار
کرنا پڑے گا جس کی پیشین گوئی تم نے کی تھی۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تم نے کہا تھا نا کہ زیدی بے حد خراب و خستہ حالت میں نمودار ہو کر کسی نامعلوم
قید میں رہنے کی داستان سنائے گا۔"

"آپ کا لہجہ کسی قدر طنزیہ ہے۔" حمید نے کہا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید پائپ میں تمباکو بھرتے وقت اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے
اُس نے کوئی بڑا تیر مارا ہو۔

"اچھی بات ہے حمید صاحب۔" فریدی طویل سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ "اب
مسٹر بھٹی کے بیان کی تصدیق کرنے تنہا جاؤں گا۔"

"یعنی ان لوگوں سے ملیں گے جو پرسوں رات کی محفل میں شریک رہے تھے"

"ہاں.....!"

حمید نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پائپ سلگانے لگا۔ فریدی کے چلے جانے
کے بعد بھی وہ آفس ہی میں بیٹھا رہا تھا۔ پھر اچانک اس کے سر پر وہی چھپکلی سوار ہو گئی جو اپنے
طور پر کوئی کارنامہ انجام دے بیٹھنے پر اکساتی رہتی تھی۔ اس نے سوچا کیوں نہ تنہا موجی بابا کو
ٹرائی کرے۔ ذاتی طور پر وہ اس کے ساتھ مضحکہ خیز بھی ہو سکتا۔ اپنی ذہنی سطح سے بھی گر سکتا اور
پھر وہ یہ بھی تو دیکھنا چاہتا تھا کہ موجی بابا ہے کیا بلا۔ فریدی کے ساتھ رہ کر اُسی کی سی شائستگی
برقرار رکھنی پڑتی تھی۔ اس دن بھی کئی بار دل مچلا تھا جب فریدی کے ساتھ پہلی بار موجی بابا سے
دوچار ہوا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کتنے جملوں کا گلا گھونٹنا پڑا تھا۔

بہر حال اُس نے تہیہ کر لیا کہ موجی بابا سے تنہا ملے گا اور اپنے طور پر گفتگو کر کے کسی نتیجے
پر پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ ویسے اسے شبہ تھا کہ موجی بابا بھی کسی نہ کسی طرح اس معاملے میں
ضرور ملوث ہے۔

اپنی گاڑی فریدی لے گیا تھا لہٰذا اس نے محکمے کی جیپ سنبھالی اور ایگل بیچ کی طرف
روانہ ہو گیا۔

افضل خان اور بھٹی کی بھانجی کے درمیان خطوط بازی کے بارے میں اُسے افضل خان
ہی سے معلوم ہوا ہوگا۔ افضل خان سپاہی اکبر علی کے بیان کے مطابق اس کے عقیدت مندوں
میں سے تھا لہٰذا ممکن ہے کہ وہ خود ہی اپنی اس پریشانی کا ذکر اس سے کر کے اس کے حل کا
طلب گار ہوا ہو۔ اس کے باوجود بھی حمید کا ارادہ تھا کہ اس کی نشاندہی کو موجی بابا کی روحانی
قوت پر محمول کر کے اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دے گا اور پھر اپنی
ایک مشکل کے حل کے لئے درخواست پیش کرے گا۔

عجیب اتفاق تھا کہ موجی بابا اپنے ٹھکانے ہی پر ملا اور اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے اُسے
گھورتا ہوا مسکرایا۔

"کیوں کپتان صاحب..... کیسے تکلیف فرمائی۔"

''شکریہ ادا کرنے۔'' حمید نے بڑے ادب سے کہا۔

''کس بات کا۔''

''افضل خان مرحوم کے سلسلے میں آپ نے جو رہنمائی فرمائی تھی۔''

''کرنل مجھ پر ظلم کر گیا تھا اُس دن..... کارخانہ قدرت میں دخل اندازی کا حق مجھے نہیں ہے۔ میں کون ہوتا ہوں دوسروں کے رازوں سے پردہ اٹھانے والا۔''

''لیکن ہم نے اس لڑکی سے کچھ نہیں پوچھا۔''

''یہ بہت اچھا کیا۔ دل کے ہاتھوں بہتیرے مجبور ہیں۔ وہ ایک پاکباز لڑکی ہے۔ اس کا کبھی کسی مرد سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ لیکن وہ افضل کو چاہتی تھی اور اس چاہت میں بھی پاکیزگی تھی۔''

''لیکن راز کھل جانے پر بھٹی صاحب کی پگڑی ضرور اچھلتی۔'' حمید نے کہا۔

''یہاں کسی کا نام نہ لو کپتان صاحب۔''

''بہت بہتر جناب عالی۔ لیکن آج میں اپنی ایک ذاتی دشواری لے کر خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔''

''مجھے بیوقوف بنانے آئے ہو کپتان صاحب۔''

''یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔''

''تم مجھے فراڈ سمجھتے ہو۔''

''ارے توبہ توبہ۔'' حمید دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹنے لگا۔

موجی بابا اسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''خیر کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔''

حمید نے اس لڑکی کی کہانی شروع کر دی جو اُسے بیوقوف بنا کر اس کی جیب سے ربڑ کا سانپ نکال لے گئی تھی اور پھر آخیر میں بولا۔ ''اگر اس کا سراغ نہ ملا تو میں اپنے آفیسر کی نظروں میں حقیر ہو کر رہ جاؤں گا۔ لہٰذا اس کے سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔''

''میں کیا مدد کروں کپتان صاحب۔''

''مجھے اس کا پتہ بتا دیجئے۔''

''واقعی.....!'' موجی بابا نے زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ ''نوبت بہ ایں جارسید کہ پولیس بھی تعویذ گنڈوں کے چکر میں پڑ گئے۔''

''دیکھئے۔ مجھ پر رحم کیجئے۔ میں اپنی اس دن کی گفتگو پر نادم ہوں۔ کئی بار دل چاہا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر معافی مانگ لوں اور یہ حقیقت ہے کہ اُس دن میں آپ کا مذاق ہی اڑانا چاہتا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں نے بُرا نہیں مانا تھا۔''

''خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔''

''لیکن کپتان صاحب میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔''

''میں تو بڑی توقعات لے کر حاضر ہوا تھا۔''

موجی بابا نے آنکھیں بند کر کے جھومنا شروع کر دیا۔ لیکن حمید نے تہیہ کر لیا تھا کہ اٹھے گا نہیں خواہ کچھ ہو جائے۔

تھوڑی دیر بعد موجی بابا نے آنکھیں کھول دیں اور حمید کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

''کپتان صاحب! وہ میری روحانی قوت نہیں تھی جس کی بناء پر میں نے بھٹی صاحب کی لڑکی کی نشاندہی کی تھی۔ افضل خان نے مجھ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں بے حد پریشان تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اس سے کسی قسم کا تعلق رکھے لیکن میں تمہیں اس لڑکی کے بارے میں ضرور بتاؤں گا جو تمہیں جل دے کر گئی تھی۔ لیکن تم اس کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکو گے۔ کیونکہ میرے علم کے مطابق وہ ایک وزیر کی بیٹی ہے۔''

حمید حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا اور موجی بابا نے کہا۔ ''لیکن کرنل فریدی بے جگر آدمی ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم مجھ سے اس وزیر کا نام نہ پوچھو۔ کیا تم اپنے آفیسر کو دشواری میں ڈالنا پسند کرو گے۔''

''ہرگز نہیں۔ آپ مجھے اس وزیر کا نام بتا دیجئے میں کرنل صاحب سے اس کا ذکر نہیں

کروں گا۔"

"پھر کیا ضرورت ہے نام معلوم کرنے کی۔"

"صرف لڑکی سے دو دو باتیں کروں گا۔"

"مت پڑو اس چکر میں ورنہ پچھتاؤ گے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

"تو کیا وہ وزیر ہی افضل خان کی موت کا ذمہ دار ہے۔"

"نہیں، اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے کہ اس کی بیٹی کیا کرتی پھرتی ہے۔"

"تو گویا وہ اس مجرم کے لئے کام کرتی ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"آخر کیوں۔ اسے کیا مجبوری ہے۔"

"نشہ.....وہ مجبوراً سب کچھ کرتی ہے۔ وزیر بیچارہ تو بے حد شریف آدمی ہے۔ بری صحبتوں میں پڑ کر نشے کی عادی ہوگئی ہے اور نشہ بھی بہت مہنگا ہے۔"

"کیا آپ اس مجرم کی بھی نشاندہی کر کے ملک وقوم پر بہت بڑا احسان نہیں کریں گے"

"بس جاؤ کپتان صاحب اپنی دنیا اور میری عاقبت خراب نہ کرو۔ میں کسی کا نام بھی لوں گا۔ وزیروں کی کوٹھیوں کے چکر لگاتے رہو۔ کہیں نہ کہیں وہ لڑکی ضرور نظر آجائے گی۔"

"چلئے اتنا ہی کافی ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ بالکل مطمئن رہئے صرف اس لڑکی کی اصلاح کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"عورت تمہارا نشہ ہے کپتان صاحب۔ خواہ تم کسی گناہ کے مرتکب کبھی نہ ہو۔ لیکن آن تمہارے دماغ میں کوئی نہ کوئی عورت بسی رہتی ہے۔"

"بجا ارشاد ہوا۔" حمید جھک کر اس کے ہاتھ چومنے لگا اور وہ ہنس کر بولا۔ "تمہاری حرکت میں صداقت اور خلوص بھی نہیں ہے۔ بس چلتے پھرتے نظر آؤ۔ اب بھی مجھے فراڈ رہے ہو بلکہ اس حد تک چلے گئے ہو کہ کہیں میں بھی تو اس کیس میں کسی نہ کسی طرح ملوث ہوں اور اس بدگمانی کی ابتداء میرے افضل خان کے انفارمر ہونے کے شبہے سے شروع ہوئی تھی۔

حمید کو ایسا لگا جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ موجی بابا سو فیصد سچ کہہ رہا تھا۔ اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور موجی بابا جھوم جھوم کر گانے لگا۔

خاصانِ خدا خدا نہ باشد
لیکن زخدا جدا نہ باشد

عجیب سی ہیبت حمید پر طاری ہوتی جارہی تھی۔ اس نے موجی بابا کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بدستور جھوم جھوم کر گائے جارہا تھا۔

حمید چپ چاپ اٹھا اور بے آواز چلتا ہوا اس کے حجرے سے نکل آیا۔ سچ مچ اُس پر بدحواسی سی طاری ہوگئی تھی۔ بے حد مرعوب ہوگیا تھا سائیں بابا سے۔

جیپ میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا تھا اور آندھی اور طوفان کی طرح وہاں سے روانہ ہوا تھا اور کئی میل نکل آنے کے بعد حواس ٹھکانے آئے تھے۔

پھر وہ سوچنے لگا آخر اس طرح بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو کیا وہ محض اضطراری فعل تھا۔ عجیب سی شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی اپنی اس کمزوری پر۔

لیکن موجی بابا.....کیا وہ سچ مچ غیر معمولی روحانی قوت کا مالک تھا۔ غیب دان تھا۔ یا وہ محض ذہانت اور معاملہ فہمی کی صلاحیت تھی۔ جس نے اس کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ وہ سوچتا اور بڑبڑاتا رہا۔ گاڑی کا رخ شہر کی جانب تھا۔

دفتر کا وقت ختم ہو چکا تھا اس لئے اس نے سوچا کہ گھر ہی کی طرف چلنا چاہئے۔ جلد از جلد فریدی کو اس ملاقات کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔ آخر یہ موجی بابا ہے کیا چیز۔

گھر پہنچا تو اطلاع ملی کہ فریدی پولیس ہسپتال میں ہے۔ کچھ ہی دیر پہلے اس کی کال آئی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ اگر حمید ایک گھنٹے کے اندر اندر گھر پہنچے تو اسے پرائیویٹ وارڈ کے کمرہ نمبر تین میں بھیج دیا جائے۔

"اور کچھ کہا تھا۔" حمید نے کال ریسیور کرنے والے ملازم سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ پولیس ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ کے کمرہ نمبر تین میں بلایا ہے۔" ملازم نے جواب دیا۔

''ذرا جلدی سے مجھے ایک کپ چائے دو۔'' حمید نے اس سے کہا اور کمرے کی
چلا آیا۔ لباس گرد آلود ہو گیا تھا۔ اُسے تبدیل کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی لیکن ریسیور
کان سے لگاتے ہی کھوپڑی ناچ گئی۔ قاسم کی ''قون ہے'' سنائی دی تھی۔

''وہی جس کا مغز چاٹنے کے لئے تم نے کال کی ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''اُمے تم لوغ نہیں مانو غے۔''

''کیا ہوا....؟''

''بزرگوار تشریف لائے تھے آج۔''

''کس کے بزرگوار۔''

''تمہارے اور قس کے۔ اور اس طرح پوچھ گچھ کر رہے تھے جیسے دردانہ بیگم نے کی
جیب کاٹ لی ہو۔''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔ شائد یہ فریدی کا ذکر تھا۔ جو غالباً ڈپٹی ڈائریکٹر بھی
سلسلے میں مزید معلومات کرنے کے لئے دردانہ شاہد کی قیام گاہ پر اُس وقت پہنچا جب قاسم
وہاں موجود رہا ہو۔

''قیوں بیٹا چپ کیوں ہو غئے۔'' قاسم دوسری طرف سے دہاڑا۔

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''منع قرو ورنہ اچھا نہیں ہوغا۔''

''کیا اچھا نہیں ہوگا۔''

''بس دیکھ لینا۔''

''کیا تم اس وقت وہاں موجود تھے۔''

''موجود تھا....!''

''کیوں موجود تھے۔''

''تم سے مطلب....؟''

''تو پھر وہ بھی گئے تھے تم سے مطلب؟ کیا تم دردانہ شاہد کے والد صاحب ہو۔''

''ابے چوپ۔'' قاسم حلق پھاڑ کر چیخا تھا۔

''والد نہیں تو بھائی ضرور لگتے ہو۔''

''میں تمہیں جان سے مار دوں غا۔''

''ریسیور اپنے حلق میں ٹھونس کر۔'' حمید نے پوچھا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ملازم
لئے کھڑا تھا۔ جلدی جلدی حلق میں انڈیلی اور پولیس ہسپتال کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

''جیپ ہی استعمال کی تھی۔ دس منٹ کے اندر ہی اندر پولیس ہسپتال پہنچ گیا۔ مسلسل
ان میں پڑا ہوا تھا کہ آخر کمرہ نمبر تین میں کون ہے۔''

اور پھر یہ الجھن بھی رفع ہوگئی۔ بستر پر پڑے ہوئے آدمی کو دیکھ کر چونک پڑا۔ یہ گمشدہ
زیدی تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور بستر کے قریب ہی فریدی کرسی پر بیٹھا اُسے پر تشویش
ان سے دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ کہاں ملا....!'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''سڑک پر۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''بیہوش ہے۔''

''سڑک پر....!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں آج صبح ایک سڑک کے کنارے بیہوش پڑا ملا تھا۔ اس کے جسم پر متعدد زخم ہیں
نئے ہیں اور کچھ پرانے۔''

''کیا حالت زیادہ خراب ہے۔''

''ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''میری واپسی تک تم اس کمرے میں
رہو گے۔''

''کیا میرا خیال غلط تھا کہ جلد ہی زیدی صاحب سے ملاقات ہوگی۔'' حمید نے کہا لیکن
کوئی جواب دیئے بغیر کمرے سے نکل گیا۔

حملہ آور

حمید بیٹھا زیدی کو کینہ توز نظروں سے دیکھتا رہا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور
گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اگر بے ہوشی کی اداکاری تھی تو شاندار تھی۔ حمید سوچ رہا تھا
بناوٹ کتنی دیر تک قائم رہ سکے گی۔

ٹھیک اُسی وقت ایک ڈاکٹر اور نرس کمرے میں داخل ہوئے ان کے ساتھ
ٹرانسفیوزن کے آلات بھی تھے۔

''تو کیا واقعی معاملہ سیریس ہے۔'' حمید نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''جی ہاں..... پتا نہیں کتنے عرصہ سے یہ صاحب نارکوٹکس کے زیرِ اثر رہے ہیں۔
تھوڑی دیر اور ہوتی تو شائد۔''

ڈاکٹر جملہ پورا کئے بغیر زیدی کے جسم میں خون پہنچانے کے انتظامات میں مصروف
تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زیدی کی حالت واقعی تشویش ناک تھی۔ لیکن اس کی انگلیوں
نشانات فیس ماسک پر ملے تھے۔ تو گویا زیدی کو فریم کیا گیا تھا۔ پھر وہ انگشتری؟ ایسی صورت
میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا تھا کہ مجرم بہت جلدی میں تھا۔ فیس ماسک اتارتے
اس کی انگلی سے انگشتری بھی نکل گئی۔ لیکن اسے اس کا احساس نہیں ہو سکا۔

حمید سوچتا اور الجھتا رہا۔ فریدی بیٹھے رہنے کی تاکید نہ کر گیا ہوتا تو کبھی کا وہاں سے
بھاگ گیا۔ ہسپتالوں کا ماحول اُسے گھٹن میں مبتلا کرتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آ گیا۔

''اب کیا خیال ہے؟'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''کچھ دیر اور یہیں ٹھہرو۔''

''آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''فی الحال یہیں ٹھہریں گے۔'' فریدی نے کہا اور ڈاکٹر سے زیدی کے

پوچھنے لگا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ خون پہنچانے کے بعد ہی کوئی یقینی بات کہی جا سکے گی۔

''کیا آپ کو کسی خدشے نے گھیر رکھا ہے۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''پولیس ہسپتال میں کوئی خدشہ نہیں ہے۔'' فریدی نے جواب دیا۔ ''میں اس کے ہوش
میں آنے کا منتظر ہوں۔''

''بے ہوشی کی مدت طویل بھی ہو سکتی ہے۔'' حمید بولا۔

''کوئی خاص بات ہے۔'' فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''بے حد خاص۔''

فریدی اٹھ گیا اور دونوں باہر آئے اور برآمدے کے اس گوشے کی طرف بڑھتے چلے
گئے جہاں اور کوئی نہیں تھا۔

''ہاں اب کہو کیا بات ہے؟'' فریدی نے رک کر پوچھا۔

''پہلے تو یہ بتائیے کہ دردانہ شاہد سے کیا معلوم ہوا۔''

''وہی جو مسٹر بھٹی نے بتایا تھا۔''

''مجھے نہیں۔ صرف آپ کو بتایا تھا۔ مجھے باہر بھیج دیا گیا تھا۔'' حمید نے کسی قدر ناگواری
سے کہا۔

''ارے ہاں۔ یہ تو یاد ہی نہیں رہا تھا۔ بہر حال دردانہ نے بھٹی کے بیان کی تائید کر دی
ہے۔ وہ بہت زیادہ پی کر آؤٹ ہو گیا تھا لیکن ہوش میں آنے کے بعد اُس نے اپنی کسی چیز کے
چوری ہو جانے کی اطلاع نہیں دی تھی۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا لیکن کچھ بولا نہیں۔

''اب تم بتاؤ کیا بات ہے۔''

''میں موجی بابا سے مل کر آ رہا ہوں۔''

''میں نے تمہیں منع کیا تھا تنہا جانے سے۔'' فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

''سوائے اپنے ایک ذاتی مسئلے کے میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔''

”تمہارا ذاتی مسئلہ۔“

”جی ہاں۔ وہی لڑکی جو میری جیب سے ربڑ کا سانپ اڑا لے گئی تھی۔“

”کہیں تم بھی تو نشے میں نہیں ہو۔“

”اسی لڑکی کا نشہ ہے۔“

”اس کے بارے میں اس سے کیا بات کرنی تھی۔“

”موجی بابا نے اپنی روحانی قوت کو بروئے کار لا کر ہی تو اس لڑکی کی طرف رہنمائی کی تھی جو افضل خان کو خط لکھا کرتی تھی۔“

”اچھا تو پھر.....!“

”میں نے موجی بابا سے درخواست کی تھی کہ وہ ذرا اس لڑکی کا بھی تو پتہ بتا دے۔“

”اڈیٹ.....!“

”میں یا موجی بابا۔“

”تم..... یہ کیا حماقت تھی۔“

”میں اسے حماقت سمجھنے پر تیار نہیں ہوں جبکہ موجی بابا نے کسی قدر رہنمائی کر دی ہے“

”کیوں بکواس کر رہے ہو۔“

”یقین کیجئے۔ اس کے بیان کے مطابق وہ ایک وزیر کی بیٹی ہے لیکن ہم اُس کی طرف انگلی بھی نہ اٹھا سکیں گے۔“

”یہ بھی اُسی نے کہا تھا۔“

”جی ہاں۔“

”کیا وزیر کا نام بھی لیا تھا۔“

”جی نہیں۔“ حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”صرف اتنا کہا تھا کہ وزیروں کی کوٹھیوں کے چکر لگاؤ۔ کہیں نہ کہیں ضرور نظر آ جائے گی۔“

”تمہیں اپنی اور اس کی گفتگو شروع سے لفظ بہ لفظ دہرانی پڑے گی۔“ فریدی اُسے

ہوا بولا۔

حمید نے یادداشت کے سہارے حتی الامکان اپنی اور موجی بابا کی گفتگو من و عن دہرانے کی کوشش کی تھی۔

”تم نے اُس سے تنہا مل کر اچھا نہیں کیا۔“ فریدی طویل سانس لے کر بولا۔

”کیا بُرائی ہو گئی۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

”میرا خیال ہے کہ کیس اب آخری مرحلے میں ہے۔“ حمید نے کہا۔

”جی نہیں۔ ہنوز روز اول ہے۔“ فریدی تلخ لہجے میں بولا۔

”زیدی یا بھٹی۔“

”بکواس.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”کوئی تیسرا۔ یہ دونوں فریم کیے گئے ہیں۔“

”کمال کرتے ہیں آپ بھی۔“

”اگر بھٹی نے زیدی کو فریم کیا ہوتا تو اس حال کو پہنچا کر نہ چھوڑتا۔ اُسے تندرست رکھتا۔“

”زیدی کا کوئی پارٹنر بھی ہو سکتا ہے۔“

”یعنی تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ زیدی اور اس کے کسی پارٹنر نے بھی بھٹی کو فریم کرنے کی کوشش کی ہے۔“

”جی ہاں۔“

”اس صورت میں فیس ماسک پر زیدی کی انگلیوں کے نشانات نہ ملنے چاہئے تھے۔“

”اوہ.....!“ حمید سر ہلا کر رہ گیا پھر بولا۔ ”تو اس طرح پھر آپ اُسی بوٹ ہاؤز کی طرف واپس آ رہے ہیں۔“

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ بات پھر الجھ گئی۔ اگر بھٹی کو مجرم گردانا جائے تو

اس سے ایسی حماقت نہ ہوتی کہ زیدی کو اس حالت میں آزاد کرتا اور خود زیدی مجرم ہو
صورت میں کسی اور کی اعانت کے بغیر اس حال میں نہ پایا جاسکتا۔ اگر دوسری صورت
کرلیا جائے تو بہرحال کسی تیسرے آدمی کے وجود کو خارج از بحث قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تیسرا آدمی؟ حمید سوچتے سوچتے پھر فریدی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ بھٹی اور زیدی کی ملی بھگت ہو۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اسطرح ان دونوں نے مل کر ہمیں کسی تیسرے آدمی کی راہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہو۔''

''میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔

''اور اگر واقعی کسی تیسرے آدمی کا وجود ہے تو اُسے غیر معمولی طور پر ذہین سمجھنا چاہیے۔''
حمید نے کہا۔

''تم نے موجی بابا کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔''

''کیا ہوگا..... اس سے۔''

''ہوسکتا ہے کہ.....!'' فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔

''اُف فوہ..... اس قدر سراسیمگی کہ پوری بات بھی نہیں کرسکتے۔''

''یہ بات نہیں ہے جو کچھ کہنا ہے ابھی نہیں کہنا چاہتا۔''

''اچھا تو پھر گھر چلئے۔ آرام کریں۔'' حمید نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں میں آج تمہیں رات بھر دوڑاؤں گا۔''

''اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

حمید ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا اور فریدی نے کہا۔ ''دردانہ شاہد نے رات کے کھانے پر
مدعو کیا تھا۔ خاصی دیر ہوگئی ہے لیکن ہم چلیں گے۔''

''کیا میں بھی۔''

42

''ظاہر ہے۔''

''پہلے تو آپ تنہا گئے تھے۔''

''فضول بکواس کیوں کرنے لگتے ہو چلو۔'' وہ اس کا بازو پکڑ کر زینوں کی طرف کھینچتا ہوا
حمید نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے نو بج رہے تھے۔ اس نے کہا ''کمال کرتے ہیں آپ
کوئی شریف آدمی ساڑھے نو بجے تک کھانا لئے نہیں بیٹھا رہتا۔''

''میں نے وعدہ کرلیا تھا اس لئے جانا ضروری ہے۔''

''مجھ سمیت وعدہ کیا تھا۔''

''ہاں اُس نے خود ہی تمہارے لئے کہا تھا۔ اُسے اطلاع مل گئی ہے کہ تم بہت دلچسپ
ہو۔'' فریدی نے کہا اس نے لفظ ''بہت'' کو اس قدر کھینچا تھا کہ حمید کو شرمندگی محسوس
ہونے لگی تھی۔

''مردوں کو قطعی غیر دلچسپ نظر آتا ہوں۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

وہ کمپاؤنڈ میں پہنچ چکے تھے اور گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ قاسم دکھائی دیا جو
ہاتھ اٹھا اٹھا کر انہیں روکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن شاید آواز دینے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ
آرہی تھی۔

وہ رک گئے اور قاسم قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔ ''بہت بڑی گڑ بڑ ہوگئی ہے۔ بے حد
غضب والی گڑبڑ۔''

''کیا ہوا.....؟'' فریدی نے پوچھا۔

''دھمکی..... قتل قر دینے کی دھمکی۔''

''تمہیں کسی نے دھمکی دی ہے۔''

''نن..... نہیں..... ان تو.....!''

''وہ کون ہیں.....؟''

''جنہوں نے دعوت کی تھی۔''

''بیگم دردانہ.....!''

''جی غاں.....امیں آپ کو ڈھونڈھ رہا تھا۔نوکروں نے بتایا۔آپ یہاں ہیں۔''

''ہم وہیں جارہے تھے۔ذرا دیر ہوگئی۔مجھے یاد ہے کہ بیگم دردانہ نے کھانے پر بلایا۔''

''جایئے.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''اس نے فون پر یہی تو قہا تھا کہ اگر آپ نے وہاں آنا جانا نہ چھوڑا تو وہ قتل قر دے گا۔''

''اوہ.....تو بیگم دردانہ نے تمہیں منع کرنے کو بھیجا ہے۔''

''جی نہیں.....میں کھد آیا ہوں۔''

''کیا انہوں نے خاص طور سے تم سے اُس کال کا ذکر کیا تھا۔''

''جی ہاں.....انہوں نے مجھے بتایا تھا۔''

''کیا وہ خائف تھیں۔''

''جی نہیں.....ہنس رہی تھیں۔''

''تو انہوں نے دعوت ملتوی نہیں کی۔''

''میں قیا جانوں۔''

''تو گویا تم اپنے طور پر کہہ رہے ہو کہ ہم وہاں نہ جائیں۔''

''جی ہاں یہی بات ہے۔''

''غالباً تم بھی مدعو ہو۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں ہاں میں بھی ہوں۔''

''اور تم جاؤ گے۔''

''جرور جرور.....!''

''تب تو قتل کا منظر بے حد حسین ہوگا۔'' حمید سر ہلا کر بولا۔

''دیخیے.....دیخیے۔'' قاسم شکایت آمیز لہجے میں فریدی سے بولا۔

فریدی نے حمید کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے دروازہ کھولا اور حمید گھوم کر دوسری جانب والے دروازے سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

''آپ نے مم.....میری بات قا جواب نہیں دیا۔'' قاسم بہت بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

فریدی انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔اس نے قاسم کو ایک طرف ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

پھر قاسم ہاتھ ہی ہلاتا رہ گیا تھا اور گاڑی پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آ نکلی تھی۔

''دردانہ کو قتل کی دھمکی سمجھ میں نہیں آئی۔'' حمید نے کہا۔

''مجرم پتا نہیں کس بناء پر بہت زیادہ بوکھلا گیا ہے۔''

''میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''میرے پاس فی الحال اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔لیکن میں محسوس یہی کر رہا ہوں۔تابڑ توڑ حماقتیں کرتا چلا جا رہا ہے۔''

''لیکن دردانہ شاہد کو قتل کی دھمکی کون دے سکتا ہے۔''

''یہی تو دیکھنا ہے ویسے تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ابتداء مین کسی نامعلوم آدمی نے توقیر زمن کے توسط سے مجھے دھمکی دی تھی اور توقیر زمن ہی کے بیان کے مطابق ویسی ہی ایک ڈاج ڈارٹ دردانہ شاہد کی کوٹھی میں دیکھی گئی تھی، جیسی اس نامعلوم آدمی کے استعمال میں تھی۔''

''گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجرم کا دردانہ شاہد کے یہاں آنا جانا ہے۔''

''دیکھیں گے۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔''بہرحال اُس رات جب بھٹی کی انگشتری غائب ہوئی تھی وہاں اس کی موجودگی خارج از امکان قرار نہیں دی جاسکتی۔''

''کیا آپ نے اُن تمام لوگوں کو چیک کیا تھا جو وہاں موجود تھے۔''

''صرف ایک سے ملاقات نہیں ہوسکی۔طاہر ملک کہلاتا ہے۔ایک لق و دق کوٹھی میں چند ملازموں کے ساتھ رہتا ہے۔ایکسپورٹ امپورٹ کا بزنس ہے اُس کا۔''

پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر وہ دردانہ شاہد کی کوٹھی میں پہنچ گئے تھے اور اس نے خود پورچ

تک آ کر ان کا استقبال کیا تھا۔

''میں تو ناامید ہو گئی تھی جناب.....!'' اس نے کہا۔

فریدی جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک اور گاڑی پورچ میں آ رکی اور حمید نے
سامنہ بنایا۔ یہ قاسم کی رولس تھی۔

وہ بھی گاڑی سے اُترا لیکن اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔ فریدی نے دردانہ سے کہا۔ ''مجھے
تاخیر پر افسوس ہے لیکن ایک ضروری کام میں بُری طرح الجھ گیا تھا۔''

''کوئی بات نہیں۔ میں عموماً دیر سے کھانا کھاتی ہوں۔ البتہ مسٹر قاسم پر حیرت ہے
انہوں نے اتنی دیر کر دی۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''یہ مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔''

''اوہ.....!'' وہ عجیب انداز میں قاسم کو دیکھ کر رہ گئی۔

''وہ..... دد..... دیکھئے..... مم..... میں۔'' قاسم نے ہکلانا شروع کر دیا تھا کہ وہ جلد
سے بولی۔ ''تو اندر چلئے نا۔''

''جی ہاں۔'' فریدی آگے بڑھا۔ اس کے پیچھے دردانہ تھی۔ قاسم نے حمید کا ہاتھ پکڑ
کی کوشش کی لیکن وہ جلدی سے آگے بڑھ گیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں آئے اور دردانہ نے ا
ملازم کو بلا کر کھانا لگانے کو کہا۔ پھر فریدی سے بولی۔ ''صبح آپ مسٹر بھٹی کے بارے میں پ
کچھ کر رہے تھے۔ میں سمجھ نہیں سکی تھی۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔''

''جی ہاں..... بہت ہی خاص۔'' فریدی نے یونہی رواروی میں کہا۔ ''دراصل ان
انگشتری ایک ایسی جگہ پائی گئی تھی جو اس کے لئے مناسب نہ تھی۔ ان سے اس کے بارے
استفسار کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ چوری ہو گئی تھی۔''

''کیا یہاں.....!''

''جی ہاں..... اس محفل میں جہاں وہ آؤٹ ہو گئے تھے۔''

''بلانوش قسم کا آدمی ہے۔ پیتا ہے تو پیتا ہی چلا جاتا ہے۔ مجھے ایسے لوگ ذرا اچھے نہیں

لگتے۔ تقریباً ایک آدھ پگ لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید قاسم کو گھورنے لگا تھا اور قاسم اس طرح نظریں چرا رہا تھا جیسے
اس محفل میں خود بھی موجود رہا ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

''ہاں تو اس نے یہ کہا تھا کہ انگوٹھی یہاں چوری ہوئی تھی۔'' دردانہ نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ اُن کا یہی بیان ہے۔''

''تو وہ انگشتری کہاں ملی تھی۔''

''فی الحال یہ ایک سرکاری راز ہے۔''

''اوہ..... سوری۔''

اتنے میں ملازم نے میز پر کھانا لگ جانے کی اطلاع دی۔

''قاسم صاحب کے لئے تو آپ کو الگ سے انتظام کرنا پڑا ہوگا۔'' حمید نے پوچھا۔
''کیونکہ یہ صرف بھینس کے پائے کھاتے ہیں۔''

''قیھی قیھی۔'' قاسم غرایا۔

کھانے کی میز پر فریدی نے اُس دھمکی کا ذکر چھیڑ دیا جو دردانہ شاہد کو فون پر ملی تھی۔
دردانہ نے بہت بُرا سا منہ بنا کر قاسم کی طرف دیکھا اور قاسم بغلیں جھانکنے لگا۔

''یہ اچھی بات نہیں ہے مسٹر قاسم۔'' اس نے بالآخر کہا۔ ''میں نے آپ کے علاوہ اس کا
تذکرہ اور کسی سے نہیں کیا تھا۔''

''مجھ سے اس کا ذکر کیا جانا ضروری تھا۔'' فریدی بولا۔

''میں تو اسے محض مذاق سمجھی تھی۔ کسی دوست ہی نے یہ مذاق کیا ہوگا۔ ورنہ بھلا آپ
کے یہاں آنے میں کیا قباحت ہے۔''

''میں بھی اُسے مذاق ہی سمجھتا اگر بھٹی صاحب کے سلسلے میں پوچھ گچھ کرنے سے قبل اس
قسم کی کوئی کال آئی ہوتی۔''

''اس کال کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ آپ ہر معاملے میں اپنی زبان بند رکھیں۔''

''مگر مجھے تو اس کا بھی علم نہیں تھا کہ مسٹر بھٹی کی انگشتری میرے گھر پر غائب ہوئی تھی''

''بہر حال اب آپ کو اس کا علم ہوگیا ہے۔''

''تو کیا آپ کے یہاں آنے جانے کی بناء پر چور پکڑا جاسکتا ہے۔''

''یہ سوچنے کی بات ہے۔'' فریدی نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''تو کیا وہ کال اُسی چور کی ہوسکتی ہے۔'' دردانہ نے سوال کیا۔

''حالات کے تحت اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔''

''خدا کی پناہ میرے حلقہ احباب میں ایسے گھٹیا لوگ بھی شامل ہیں۔''

''لوگوں کو سمجھنے کے لئے ایک عمر درکار ہوتی ہے۔ آپ تو ابھی حال ہی میں یہاں آ ہیں۔'' حمید بولا۔

''جی غاں.....اور قیا۔'' قاسم نے بولنا ضروری سمجھا۔

''میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔''

''مسٹر قاسم بھی اس قسم کی کوئی کال کرسکتے ہیں۔'' حمید نے آہستہ سے کہا۔ لیکن آوا اتنی دھیمی بھی نہیں تھی کہ قاسم نہ سن سکتا۔

''یہ قیا بقواس ہے۔'' قاسم بوکھلا کر بولا۔

''آپ گھبرائیے نہیں۔ وہ آپ کی آواز نہیں تھی۔'' دردانہ ہنس کر بولی۔

''اپنے کسی دوست کو بھی کال کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا
قاسم اس پر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ فریدی بول پڑا۔

''ہمیں اس کو مذاق میں نہ ٹالنا چاہئے۔ سنجیدگی سے غور کرنا پڑے گا۔''

کھانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں آئے اور دردانہ نے کہا۔ ''میں آپ کو بہت عمد کافی پلواؤں گی۔ خصوصیت سے اپنے لئے بلنڈ کراتی ہوں۔''

''کیپٹن حمید کافی کے معاملے میں بہت حساس ہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''البتہ قاسم کو کافی بالکل پسند نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔

''تم قیا جانو۔'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔ ''میری طرف سے قیوں بول رہے ہو۔ میں ے اپنا سر دھویا کرتا ہوں۔''

''اوہو.....کیا یہ بال بڑھانے کا کوئی نسخہ ہے۔'' دردانہ نے ہنس کر پوچھا۔

''جی نہیں۔ یہ گنجے ہونے کا نسخہ ہے۔'' حمید بولا۔ ''ان کی بیگم صاحبہ کو بال پسند نہیں ہیں۔''

''تم باپ دادا تک قیوں پہنچنے لگتے ہو۔'' قاسم جھلا کر بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی قاسم صاحب۔ کپتان صاحب نے تو صرف آپ کی بیگم کا حوالہ دیا تھا۔''

''آپ نہیں سمجھ سکتیں۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''بعض خواتین میں باپ دادا کا جلوہ بیک نظر آتا ہے۔''

''اب میں قچھ بولوں غا تو قرنل صاحب ناراض ہوں گے۔'' قاسم کسی کھٹکھنے کتے کی ایا۔

''حمید پلیز.....!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا اور دردانہ سے پوچھا۔ ''مسٹر بھٹی اور طاہر ملک لقات کیسے ہیں۔''

''خدا جانے۔ یہاں تو سبھی آپس میں ہنستے بولتے رہتے ہیں۔ دیکھئے کرنل صاحب میں یک بات کیوں نہ بتادوں۔ میں دراصل اپنا سارا سرمایہ کینیا سے یہاں منتقل کرنا چاہتی ۔ جو قانونی طور پر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا میں کوئی دوسری صورت پیدا کرنے کے لئے یہاں ی حیثیت تاجروں سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کررہی ہوں۔''

''میں سمجھتا ہوں آپ کی دشواریوں کو۔ لیکن یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ آنکھیں بند کرکے پر بھی اعتماد نہ کرلیجئے گا۔ میں بہتوں کو جانتا ہوں جو اس چکر میں بڑی بڑی رقومات گنوا ہیں۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ تو پھر آپ ہی اس سلسلے میں میری رہنمائی کیجئے۔''

''میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''کیا میں آپ کے فون پر ایک کال کر سکتا ہوں۔''

''ضرور.....ضرور.....!''

فریدی نے اٹھ کر فون پر پولیس ہسپتال کے نمبر ڈائیل کئے اور زیدی کی حالت کے بارے میں استفسار کیا۔

''خون دیا جارہا ہے جناب۔'' دوسری طرف سے ڈیوٹی ڈاکٹر کی آواز آئی۔

''ہوش آیا.....؟''

''نہیں جناب.....میرا خیال ہے کہ اس میں ابھی دیر لگے گی۔ لیکن وہ اب خطرے سے باہر ہے۔''

''شکریہ'' کہہ کر فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس دوران میں کافی کی ٹرالی آ گئی تھی اور دردانہ اُن کے لئے کافی بنا رہی تھی۔ حمید اس سے کہہ رہا تھا ''ہمارے یہاں اب جرائم کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں جرائم کے معاملے میں ہم امریکہ پر سبقت نہ لے جائیں۔''

''تمہارا خیال غلط ہے۔ یہاں کبھی ایسا نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ہم ہزار سال سے قوانین کی حدود میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔'' فریدی بولا۔ ''امریکہ کی بیک گراؤنڈ دوسری ہے۔ وہاں پہنچنے والے سفید فام اقوام کے افراد کی زندگیوں کی ابتداء ہی آزادانہ ہوئی تھی اور وہ خود قانون تھے۔''

''میں آپ سے متفق ہوں۔'' دردانہ نے کہا۔

''اور میں بھی۔'' قاسم بچکانہ انداز میں بولا۔

اچانک اسی وقت کمپاؤنڈ سے شور سنائی دیا پھر دو فائر ہوئے تھے اور کسی کی چیخ بھی سنائی دی۔ فریدی اور حمید اٹھ کر کمپاؤنڈ کی طرف جھپٹے۔ اتنے میں کسی نے چیخ کر کہا۔ ''وہ ہے.....چھت پر ہے۔''

''تم واپس جاؤ۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''دردانہ کے پاس ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔''

حمید واپس آ گیا۔ ایک فائر پھر ہوا تھا۔ دردانہ خائف نظر آ رہی تھی اور قاسم قہر آلود نظروں سے حمید کو گھورے جا رہا تھا۔

دوسرا سانپ

حمید کو دیکھ کر دردانہ اپنے چہرے سے خوف کے تاثرات مٹا دینے کی کوشش کرنے لگی تھی اور قاسم مٹھیاں بھینچ کر دھاڑا تھا۔ ''دیخا تم نے۔ دیخ لیا۔ قیا ہو رہا ہے۔''

دردانہ اُسے گھورتی ہوئی سخت لہجے میں بولی۔ ''قاسم صاحب آپ خاموش کیوں نہیں رہتے۔ میں قطعی خائف نہیں ہوں۔''

''لیقن.....لیقن.....!''

''کچھ نہیں۔ بس خاموش رہیئے۔'' اس نے کہا اور حمید کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''ابھی تک واقعی میں اس کال کو مذاق سمجھتی رہی تھی۔''

''بے فکر رہیئے۔ کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔'' حمید نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''قیا تم لوگ ہر وقت یہاں بیٹھے رہو گے۔'' قاسم نے کسی لڑاکی عورت کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر کہا۔

''تمہیں تو فرصت ہی فرصت ہے۔ ہماری طرف سے تم یہ فرض انجام دے سکتے ہو۔'' حمید آنکھیں نکال کر بولا۔ اسے سچ مچ قاسم پر غصہ آنے لگا تھا۔

''اوہ.....ختم بھی کیجئے۔'' دردانہ جھنجھلا کر بولی۔ ''میں نے فائروں کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ میرے کسی ملازم کو تو گولی نہیں لگی۔''

''نہیں.....سب بخیریت ہیں۔ کرنل صاحب نے انہیں پورچ سے آگے جانے سے منع کیا ہے۔ فائر کرنے والا چھت پر ہے۔ بے فکر رہیئے۔ کرنل اسے سنبھال لیں گے۔''

ملازموں کا شور اب بھی سنائی دے رہا تھا لیکن فائر کی آواز پھر نہیں آئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی بھی واپس آ گیا اور وہ سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''جو کوئی بھی تھا نہایت صفائی سے نکل گیا۔'' اس نے اطلاع دی۔ ''ملازموں کے بیان کے مطابق وہ کمپاؤنڈ وال پھلانگ کر اندر آیا تھا اور ملازموں کے للکارنے پر عقبی پارک کی طرف بھاگا۔ لیکن چھت پر کیسے پہنچا تھا یہ کوئی بھی نہیں بتا سکا۔''

''عقب میں زینے نہیں ہیں۔''

''فائر اس نے چھت ہی پر سے کئے تھے۔''

''تو پھر..... تو پھر۔ وہ درخت پر چڑھ کر چھت پر اترا ہوگا۔'' دردانہ نے کہا۔

''ہاں..... یہ ممکن ہے۔ درخت دیوار کے قریب ہی ہے اور شاخیں چھت پر جھکی ہوئی ہیں۔''

''مجھے ایک ٹارچ چاہیے۔'' فریدی نے کہا۔

''ابھی لائی۔'' کہتی ہوئی دردانہ کمرے سے چلی گئی۔

فریدی نے قاسم کی طرف دیکھا جو بہت بُرا سا منہ بنائے بیٹھا تھا۔ نظریں چار ہوتے ہی بولا۔ ''مرغی بیچاری۔''

''کیا مطلب..... ؟''

''ٹارچ قیوں منگوائی ہے آپ نے۔''

''تم اپنی زبان بند کیوں نہیں رکھتے۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''میں تو بولوں غا۔'' قاسم نے بھی آنکھیں نکالیں۔

''بولنے پر کوئی پابندی نہیں۔ لیکن بے تکی مت بولو۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ لیجئے۔ وہاں ٹھائیں ٹھوئیں ہو رہی ہے اور میں بے تکی بھی نہ بولوں۔''

''تم چپ رہتے ہو یا۔'' حمید جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا کیونکہ فریدی نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

اتنے میں دردانہ ٹارچ لے کر واپس آ گئی اور فریدی نے اٹھتے ہوئے قاسم سے کہا۔

''ہماری واپسی تک تم یہیں ٹھہرنا۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ بدستور منہ پھلائے بیٹھا رہا۔ وہ دونوں کمرے سے چلے گئے۔

دردانہ کچھ دیر خاموش رہی پھر قاسم سے بولی۔ ''بسا اوقات آپ شرمندہ ہی کرا دیتے ہیں۔''

''میں..... شش شرمندہ۔'' قاسم ہکلا کر رہ گیا۔

''جی ہاں..... آخر اتنی باتیں کرنے کی ضرورت کیا تھی۔''

''قیا میں اُن لوگوں سے ڈرتا ہوں۔ اب دیکھئے ٹارچ لے قر گئے ہیں بندر کا بچہ پکڑیں غے۔''

''کیا مطلب..... بندر کا بچہ۔''

''جی ہاں..... اور وہ بندر کا بچہ فارسی بول رہا ہوغا۔''

''کیا آپ بہت خوفزدہ ہیں۔'' وہ اپنی ہنسی روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

''میں کھوفزدہ نہیں ہوں۔ یہ لوغ ایسے ہی ہیں۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔''

''قاسم صاحب! خدا کے لئے مبہم باتیں نہ کیا کیجئے۔''

''قاتل کی تلاش میں نکلتے ہیں اور گوبھی کا پھول لے کر واپس آ جاتے ہیں۔''

''کیا آپ نے کھانے کے بعد پانی نہیں پیا تھا۔''

''آپ میری بات سمجھتی قیوں نہیں۔''

''کیا سمجھوں! آپ کچھ سمجھنے بھی دیتے ہیں۔''

''کیا نہیں سمجھیں۔''

''یہی گوبھی کا پھول اور بندر کا بچہ۔''

''اب آپ ہی دیکھئے۔ بھلا کیا بات ہوئی۔ یہ قیسی جاسوسی ہے۔''

''میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔''

''میری سمجھ میں آتا ہوتا تو میں جاسوس ہو جاتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ یہ لوغ اپنا اور کا وقت برباد کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا ابا قتل ہوغیا اس سے قرنل صاحب پوچھتے ہیں کیا کے ابا کو بکریاں بہت اچھی لگتی تھیں۔''

''بس اب چپ رہئے۔'' وہ اکتا کر بولی۔

''اسی طرح میں بھی پاگل ہو جاتا ہوں اُن دونوں کی باتیں سن سن کر۔''

اتنے میں دو ملازم کمرے میں آئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ''بیگم صاحب اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ پھاٹک بند تھا وہ دیوار پر چڑھ کر کودا تھا۔''

''میں نے تمہیں الزام تو نہیں دیا۔''

''اگر ہمارے ہاتھ لگ جاتا تو زندہ نہ چھوڑتے۔''

''کوئی زخمی تو نہیں ہوا۔''

''نہیں بیگم صاحبہ.....شائد وہ ڈرانے کے لئے ہوائی فائر کر رہا تھا۔ گھر گیا تھا۔ نکل جانا چاہتا تھا۔''

''نکل جانا ہوتا تو چھت پر نہ چڑھتا۔''

''جی ہاں..... یہ بات تو ہے۔ پچھواڑے نکل جانے کے لئے بہت راستے ہیں۔''

''پتہ نہیں کون تھا اور کیا چاہتا تھا۔ اچھا جاؤ تم لوگ اپنے کام دیکھو۔''

وہ دونوں چلے گئے اور قاسم نے ہنس کر کہا۔ ''آپ بھی تو قرلیتی ہیں جاسوسی۔''

''میں..... میں نے کیا کیا ہے۔''

''یہی کہ نکل جانا ہوتا تو چھت پر کیوں چڑھ جاتا۔''

''سامنے کی بات ہے۔''

''بس اسی سے میری جان جلتی ہے۔ ارے پکڑ لو قاتل کو فجول بک بک کرنے کی جرورت ہے۔ ایسا نہیں تو ویسا ہے۔ ویسا نہیں تو بھیسا ہے۔''

''ارے ارے قاسم صاحب۔'' دردانہ بیساختہ ہنس پڑی۔

''ارے ہاں نہیں تو۔ جاسوسی کی دم بنے پھرتے ہیں۔ اب دیکھئے غا..... واپس آ قر پھر سراغ چاٹیں گے۔''

''سراغ رسانی اسی طرح ہوتی ہے۔''

''افریقہ میں بھی۔''

''ساری دنیا میں یہی طریقہ رائج ہے۔ آپس میں بحث ہی کر کے جاسوس کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں۔''

''جی ہاں..... وہ بحث ہی کرتے رہ جاتے ہیں اور قاتل ٹھائیں ٹھوئیں کر کے نکل جاتا ہے۔''

''آپ بہت تھک گئے ہوں گے آپ ذرا دیر چپ بھی رہئے۔''

''ان کی واپسی جلدی نہیں ہوگی۔ اب تو قرنل صاحب نے سگار سلگایا ہوگا اور وہ برادر لالا پائپ میں تمباکو بھر رہے ہوں گے۔''

''کون برادر ان لا.....!''

''ہی ہی ہی..... وہ میں انگریزی میں کہتا ہوں..... اردو میں بدتمیزی ہو جاتی ہے۔''

''قاسم صاحب آپ کچھ بھی تو نہیں سمجھنے دیتے۔''

''لیجئے شائد وہ آ رہے ہیں۔'' قاسم چونک کر بولا۔

قدموں کی آہٹیں قریب ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ فریدی کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس دیکھ کر قاسم اچھل پڑا اور دردانہ سے بولا۔ ''دیکھا آپ نے خالی ہاتھ نہیں آئے۔''

فریدی اور حمید اُسے گھور کر رہ گئے اور دردانہ ہنس کر بولی۔ ''لیکن اس میں بندر کا بچہ نہیں نکلا۔''

''کیا مطلب.....!'' حمید نے قاسم کو گھورتے ہوئے سوال کیا اور وہ بوکھلا کر نظریں چرانے لگا۔

''کیا یہ سوٹ کیس آپ کا نہیں ہے۔'' فریدی نے دردانہ سے پوچھا۔

''جی نہیں۔ میرا نہیں ہے۔''

''دیکھا..... دیکھا.....!'' قاسم پھر بول پڑا۔

''کیا تم خاموش نہیں رہ سکتے۔'' حمید نے اُسے للکارا۔

''تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' اس بار فریدی نے اس سے سوال کیا۔

''مم..... میں کچھ نہیں۔''

''تو پھر خاموش رہو۔''

قاسم بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور فریدی نے دردانہ سے کہا۔ ''یہ اوپر چھت پر ملا ہے۔ مقفل ہے اور غالباً خالی بھی نہیں ہے۔''

''میرا تو نہیں ہے۔'' دردانہ بولی۔

''ملازموں کو بلوائیے۔ ممکن ہے ان میں سے کسی کا ہو۔''

''بہتر ہے میں دیکھتی ہوں۔'' دردانہ نے کہا اور کمرے سے چلی گئی۔ حمید قاسم کو ایسی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا جیسے کچا ہی چبا جائے گا۔ قاسم نے اُس کی طرف دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور بولا۔ ''اس طرح قیوں دیکھ رہے ہو۔''

''تم ہماری عدم موجودگی میں کیا بکواس کرتے رہے تھے۔''

''تم سے مطلب میری زبان ہے۔ جو دل چاہے غا کہوں غا۔''

''اُوہ ختم کرو یہ باتیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''قاسم کو دراصل نیند آ رہی ہے۔ لیکن تکلف کے مارے ایسے حالات میں جانے کی اجازت بھی نہیں طلب کر سکتے۔''

''جی غاں..... جی غاں.....!'' قاسم جلدی سے سر ہلا کر بولا۔

''تو تم جاؤ۔ میں تمہاری طرف سے بہت کچھ کہہ سن دوں گا۔'' فریدی نے کہا۔

''جی اچھا۔'' قاسم نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''کمال کر دیا آپ نے۔'' حمید اس کے چلے جانے کے بعد بولا۔ ''میں کہتا تو جنبش

نہ کرتا اپنی جگہ سے۔''

''میں جانتا ہوں کہ کب کون سا حربہ کارآمد ہو سکتا ہے۔''

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دردانہ واپس آ گئی۔ اس کے پیچھے ملازمین بھی تھے۔ انہوں نے باری باری سے سوٹ کیس کو دیکھا اور سروں کو منفی جنبش دیتے چلے گئے۔ پھر دردانہ نے انہیں واپس کر دیا تھا۔

''آخر اس سوٹ کیس میں ہے کیا۔'' دردانہ نے پوچھا۔

''کوئی ایسی چیز جو خود بخود حرکت کر سکتی ہے۔''

''مم میں نہیں سمجھی۔''

''کوئی جاندار شے۔''

''یعنی کہ..... یعنی کہ.....!''

''سانپ بھی ہو سکتا ہے۔''

''لیکن یہ سوٹ کیس میرا نہیں ہے۔ میں اپنے سانپوں کو اس طرح سوٹ کیسوں میں نہیں رکھتی۔''

''مجھے یقین ہے۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔

''تو پھر کیا وہ نامعلوم آدمی اسے چھت پر چھوڑ گیا ہوگا۔''

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔''

''اور میری سمجھ میں یہ آ رہا ہے کہ اسے سوٹ کیس سے کہیں اور منتقل کر دیا جاتا۔ اگر اس نامعلوم آدمی کو اس کا موقع مل جاتا۔''

''واقعی میں کسی دشواری میں پڑ گئی ہوں۔ مگر کیوں؟ میں نے کس کا کیا بگاڑا ہے۔ ابھی تو یہاں میں نے کوئی کام بھی نہیں شروع کیا ہے کہ کاروباری حریفوں ہی کا سامنا کرنا پڑے۔''

''یہی تو سوچنے کی بات ہے کہ وہ محض دھمکی ہی نہیں تھی۔''

"لیکن ابھی تو شائد آپ نے سوٹ کیس کو کھولا بھی نہیں۔" دردانہ بولی۔

"یقین کے ساتھ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس میں سانپ ہی ہوگا۔"

"مجھے سانپوں کا تجربہ ہے محترمہ۔" فریدی نے کہا۔ "میں اسے دیکھے بغیر یہ بھی بتا
ہوں کہ انڈوں پر سے ہٹائی جانے والی ایک جھلائی ہوئی مادہ ہے۔"

"یعنی کہ سوٹ کیس کھلتے ہی نکل بھاگنے کی بجائے حملہ آور ہوگی۔"

"جی ہاں.....افعی کی مادہ معلوم ہوتی ہے۔"

"واقعی آپ سانپوں کے معاملے میں بہت تجربہ کار ہیں۔"

"لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے آخر کیوں؟ کیا آپ بھی افضل خان کے قاتل کی نشاند
کرسکتی ہیں۔"

"میں کیا جانوں افضل خان کو۔ میں نے تو کبھی اس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ میں ک
طرح اس کے قاتل کی نشاندہی کرسکتی ہوں۔"

"اگر میں یہاں نہ آتا تو آپ واقعی سکون سے رہتیں۔ میرے آنے سے قبل کسی نے
آپ کو اس طرح کی دھمکی نہیں دی تھی۔"

"اور یہ کہہ کر دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے آپ سے کوئی تعلق رکھا تو مجھے قتل کردیا جائے گا۔"

"سوچنے کی بات ہے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔"

"فکر نہ کیجئے۔ یہ ہماری دردسری ہے۔"

"کک.....کیا اسے دیکھیں گے نہیں آپ۔"

"تنہائی میں جہاں میرے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔"

"کیوں.....؟"

"بے حد خطرناک ہوتی ہے۔ بسا اوقات جست بھی لگاتی ہے اگر زیادہ جسامت وا
ہوئی.....خیر تو اب آپ یہ بتایئے کہ آپ کو کس پر شبہ ہے۔"

"کرنل صاحب.....یقین کیجئے میں کسی پر بھی شبہ نہیں کرسکتی کیونکہ میری دانست میں
ں آنے والے سبھی شریف ہیں۔"

"آپ کے مرحوم شوہر کا کوئی اور وارث جو اس واقعے سے فائدہ اٹھا سکتا ہو۔"

"نہیں کوئی بھی نہیں ہے اگر ہوتا تو میں خود ہی اس سے رجوع کرتی۔"

"تو پھر یہ کہانی اُسی چرائی جانے والی انگوٹھی کے گرد گھومتی ہے۔"

"اب میں کیا عرض کروں میری تو عقل ہی خبط ہوکر رہ گئی ہے۔"

"ذرا میری بھی سنئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا اور فریدی اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"قاتل اتنا جیالا تھا کہ چہار دیواری پھلانگ کر اندر آیا۔ تین فائر بھی کئے اور صاف نکل
گیا۔ چاہتا تو ملازموں کی بے خبری میں کوٹھی میں داخل ہوجاتا اور کسی کھڑکی سے محترمہ پر
رتا۔ آخر یہ چوروں والا طریقہ کیوں اختیار کیا۔ یعنی سوٹ کیس میں سانپ لایا اور چھوڑ کر
لا گیا۔ مجھے تو یہ بھی سیٹ اپ ہی لگتا ہے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" دردانہ نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"آپ غلط سمجھیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ سٹ اپ آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔
ل صاحب میرا مطلب سمجھتے ہیں۔"

"جی ہاں.....آپ کو اس کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "حمید کچھ
کہنا چاہتے ہیں۔"

"میرے تو سر میں درد ہوگیا ہے۔"

"آج سے ایک مسلح گارڈ چوبیس گھنٹے یہاں موجود رہے گا۔" فریدی نے کہا۔

"خواہ مخواہ میری وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"جی نہیں۔ میری وجہ سے آپ کو خواہ مخواہ پریشان ہونا پڑ رہا ہے اور اب ہم اس وقت
ہاں سے جائیں گے جب مسلح گارڈ پہنچ جائے گا۔ ذرا آپ کا فون پھر استعمال کروں گا۔"

"ضرور.....ضرور.....لیکن مسلح گارڈ والی تکلیف نہ کیجئے۔"

"نہیں محترمہ۔ یہ میرا فرض ہے۔" فریدی نے کہا اور فون کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا آپ لوگ اور کافی پینا پسند کریں گے۔" دردانہ نے حمید سے پوچھا۔

"بہت بہت شکریہ۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اتنی ذہنی اچھل کود کے بعد کچھ نہ کچھ تو چاہئے۔"

"میں ابھی آئی۔" کہتی ہوئی وہ کمرے سے چلی گئی اور حمید فریدی کی طرف متوجہ ہوا جو فون پر کسی کو ہدایات دے رہا تھا۔ پھر رابطہ منقطع کر کے دوبارہ کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ گفتگو شروع کی تو حمید نے اندازہ لگالیا کہ پولیس ہسپتال کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔

اس نے زیدی کی خیریت پوچھی تھی اور شائد جواب سن کر اُسے مایوسی ہوئی تھی۔ چہرے کے تاثرات سے یہی ظاہر ہو رہا تھا۔

وہ ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا۔

"کیا بات ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"زیدی ختم ہو گیا۔"

"اوہ.....!" حمید منہ کھول کر رہ گیا۔

"تیسری موت.....!" فریدی پر تفکر انداز میں بولا۔ "بات بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ مجرم نے اُسے تھوڑی ہی دیر کا مہمان سمجھ کر بالآخر سڑک پر ڈالا ورنہ لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں دشواری پیش آتی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ زیدی کی موت کی خبر سے اُس کے ذہن کو جھٹکا لگا تھا۔ شرمندگی تھی اپنی بدگمانی پر جو اس کی طرف سے ہوئی تھی۔ فریدی کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "مرنے سے قبل بحالت بیہوشی وہ کچھ بڑبڑاتا بھی رہا تھا جسے ڈاکٹر فیضی نے ریکارڈ کرلیا تھا اور ٹیپ سیل کر کے میرے لئے رکھ دیا ہے۔"

"تو پھر اب چلیئے۔"

"نہیں میں نے بیگم شاہد سے وعدہ کیا ہے کہ مسلح گارڈ کے پہنچنے سے قبل نہیں جاؤں گا۔"

اتنے میں دردانہ واپس آ گئی۔ کافی کی ٹرالی بھی ساتھ ہی تھی۔

"خواہ مخواہ تکلیف کی۔" فریدی بولا۔

"تکلیف کی کیا بات ہے۔ ویسے تکلیف تو آپ لوگ اٹھا رہے ہیں۔"

"اگر اجازت ہو تو میں سگار سلگا لوں۔"

"شوق سے، مجھے تمباکو کی بو بُری نہیں لگتی۔ خود بھی کبھی کبھی ایک آدھ سگریٹ سلگا لیتی ہوں۔"

وہ ان کے لئے کافی بنانے لگی۔

"قاسم ہمارے متعلق کیا کہہ رہا تھا۔" حمید نے پوچھا اور وہ ہنس پڑی پھر بولی۔ "خواہ مخواہ دماغ چاٹتے رہتے ہیں۔ میں ابھی تک سمجھ ہی نہیں سکی کہ کس قسم کے آدمی ہیں۔ ان کے والد تو بہت شائستہ آدمی ہیں ایک بار ملنے کا اتفاق ہوا تھا۔"

"بہت ہی مضحکہ خیز باتیں کی ہوں گی قاسم نے۔"

"جی کہہ رہے تھے کہ اب خیر نہیں۔ واپسی پر اُن کے ساتھ ایک بندر کا بچہ ہوگا اور وہ انگریزی بول رہا ہوگا۔"

حمید ہنس پڑا اور فریدی کے ہونٹوں پر بھی خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"شائد ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آپ لوگوں سے انہونی ہی سرزد ہوا کرتی ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کے اور اپنے درجنوں کارنامے سنا چکے ہیں۔ سب سے زیادہ دلچسپ کہانی کسی کے بھوت کی تھی۔"

"جی ہاں.....اتفاق سے وہ ہمارے ساتھ ہی تھا۔"

کافی ختم ہونے سے پہلے ہی مسلح گارڈ وہاں پہنچ گیا۔

روانگی کے وقت دردانہ نے فریدی سے پوچھا۔ "آپ اس سانپ کا کیا کریں گے۔"

"اگر کسی وجہ سے مارنہ دینا پڑا تو میرے کلکشن میں ایک کا اور اضافہ ہو جائے گا۔"

"مجھے بھی دکھائیے گا۔"

"ضرور.....!" فریدی نے کہا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سوٹ کیس پہلے ہی ڈگی میں رکھ دیا گیا
"شائد اب ہم سیدھے ہسپتال ہی کی طرف جائیں گے۔" حمید نے پوچھا۔
"ظاہر ہے۔" فریدی کا مختصر سا جواب تھا۔
"پتا نہیں زیدی کی بڑبڑاہٹ سے آپ کیا نتیجہ اخذ کریں۔"
"دیکھو کیا سامنے آتا ہے۔" فریدی نے پر تفکر لہجے میں کہا۔
ہسپتال پہنچ کر فریدی نے زیدی کے ورثا اور آفیسروں کو کالیں کی تھیں۔
لیکن وہاں ان کے پہنچنے کا منتظر نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹر فیضی کا رکھوایا ہوا کیسٹ وصول کر
گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ڈیوٹی ڈاکٹر کو ہدایت کر دی تھی کہ زیدی کے ورثا اور آفیسر
بتا دے گا کہ وہ کیسے ملا تھا اور کون اسے ہسپتال میں لایا تھا۔
"ہوسکتا ہے کہ اس کیسٹ سے اصل مجرم کی نشاندہی ہو جائے۔" حمید نے کہا۔
"دیکھو کیا ہوتا ہے۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "ہوسکتا ہے وہ محض بے
باتیں ہوں جن کا اس واقعے سے کوئی تعلق نہ ہو۔"
گھر پہنچ کر اس نے ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اس میں کیسٹ لگا کر پلے انگ سوئچ
تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہلکی ہلکی کھانسیاں سنی گئیں پھر کچھ کہا بھی گیا تھا لیکن ادائیگی اتنی واضح نہیں
کہ اُس سے کوئی مطلب اخذ کیا جاسکتا۔ پھر خاموشی۔ اس کے بعد کچھ کہا گیا۔ اس بار بھی الفاظ
واضح نہیں تھے۔ ٹیپ چلتا رہا۔ ذرا دیر بعد واضح طور پر کہا گیا۔ "میں نہیں جانتا..... افضل
کے باپ کو کیا جانوں..... خدا کے لئے رحم کرو مجھ پر۔ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ افضل خان
باپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"
اس کے بعد پھر ٹیپ چلنے کی ہلکی سی آواز سنائی دیتی رہی۔ اچانک زیدی
"انجکشن..... خدا کے لئے..... انجکشن..... بڑی تکلیف ہے۔ مجھے مار ڈالو..... مار ڈالو
کچھ نہیں جانتا۔ افضل خان کا باپ..... یا اللہ، مجھے اب موت دے دے۔" یہ افضل
باپ..... وہ باپ باپ.....!"

اس کے بعد پھر کوئی آواز بھی آئی تھی۔ ٹیپ کے اختتام تک دونوں خاموش بیٹھے رہے
مید بولا۔ "یہ افضل خان کا باپ۔"
"بیہوشی کی حالت کی بڑبڑاہٹ تھی۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور اٹھ کر فون پر
کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ذرا ڈاکٹر فیضی کی قیام گاہ کے نمبر تو دیجئے۔
فریدی بول رہا ہوں۔ شکریہ۔" وہ تھوڑی دیر تک ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا پھر رابطہ
ع کر کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ڈاکٹر صاحب سے کہئے فریدی ہے۔"
تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر بولا۔ "ہیلو ڈاکٹر کیسٹ مجھے مل گیا۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ
بڑا کام کیا ہے۔ کیا اُسے بالکل ہوش نہیں آیا تھا۔ اوہ..... آپ کو یقین ہے..... بہت بہت
یہ۔"
ریسیور کریڈل پر رکھ کر اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ حمید سوالیہ نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا۔
"وہ قطعی بے ہوش تھا۔ اس وقت جب اس کی آواز ریکارڈ کی گئی۔" فریدی نے حمید کی
وں میں دیکھتے ہوئے کہا۔
"تو یہ افضل خان کے باپ کا کیا قصہ ہوسکتا ہے۔ انداز ایسا تھا جیسے محض اسی سوال پر
شدد کا نشانہ بنایا گیا ہو۔" حمید نے کہا۔
"اور یہ تو مجرم کو معلوم ہی ہو گیا تھا کہ افضل خان نے زیدی کو مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی
ت دی تھی۔ لہٰذا اس سلسلے میں کچھ معلوم کرنے کیلئے تشدد کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"
"تو کیا یہ افضل خان کے باپ کا کوئی قصہ تھا۔"
"دیکھنا پڑے گا اور اب تو یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اُس نے زیدی کو قریب
یہ سمجھ کر سڑک پر ڈلوا دیا ہوگا۔"
"اوہ..... ہاں..... وہ سانپ.....!" حمید چونک کر بولا۔
"بکواس..... اب وہ اصل معاملے کی طرف سے ہماری توجہ ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔
ہے۔ اصل کلیو تو اب ہاتھ لگا ہے۔ اچھا حمید صاحب میں تو چلا۔"

"کہاں.....؟"

"فکر نہ کرو۔ کوئی پوچھے تو کہہ دینا کہ میں شہر میں موجود نہیں ہوں۔"

"میں بالکل تنہا رہ جاؤں گا۔ اگر کہیے تو اس وزیرزادی کو تلاش کرنے کی کوشش کرں

"محض یہ سمجھ کر کہ وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"کیا مطلب.....؟"

"دکھاوے کے لئے۔ ورنہ یقین کرو کہ سب بکواس ہے اور ہاں اب موجی بابا کی ط

رخ بھی نہ کرنا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اس سے دور رہنے کو کیوں کہہ رہے ہیں۔"

"وہ اس سلسلے میں کوئی خاص رول ادا کر رہا ہے۔"

"تو آپ کتنے دنوں کے لئے باہر جا رہے ہیں۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کب تک واپسی ہوگی۔"

"تو کیا اسی وقت.....!"

فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ "ایک گھنٹے بعد مجھے فلائٹ مل جائے گی۔"

"مگر جائیں گے کہاں۔"

"ابھی کچھ نہ پوچھو۔"

"آپ کی مرضی۔ لیکن وہ سوٹ کیس جوڑ گی میں بند ہے۔"

"اچھی بات ہے اُسے بھی دیکھے لیتے ہیں۔ میں اُسے لے کر تجربہ گاہ میں جارہا

جب فون کروں تو تم بھی چلے آنا۔"

"کیا واقعی وہ سانپ اتنا ہی خطرناک ہوسکتا ہے۔"

"میرا اندازہ یہی ہے۔" فریدی نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ اس کا ذہن افضل خان کے باپ میں الجھا ہوا

کیس کی یہ نئی کروٹ کیا معنی رکھتی ہے۔ وہ سوچتا رہا۔ پائپ کے دھوئیں کے مرغو

چڑاتے رہے۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ "آجاؤ۔"

بھاگم بھاگ تجربہ گاہ میں پہنچا۔ فریدی ایک طرف خاموش کھڑا نظر آیا۔ تھوڑے ہی فاصلے سانپ بے حس و حرکت پڑا تھا۔

"کیا مار دیا۔" حمید نے پوچھا۔

"بیحد خطرناک تھا۔ تم اسے دیکھو۔" فریدی نے اُس سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا جس سانپ برآمد ہوا تھا۔ حمید نے کھلے ہوئے سوٹ کیس کی تہہ میں جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا۔

"اگر تم بچ بھی گئے ہو تو اسے آخری وارننگ سمجھ لو۔ ضروری نہیں ہے کہ تم ہر معمہ حل کرسکو۔"

پھر وہی لڑکی

دوسرے دن حمید واقعی تنہا رہ گیا تھا۔ لیکن اُسے نہیں معلوم تھا کہ فریدی کہاں گیا ہے اور کی اس اچانک روانگی کا باعث وہ واقعہ بنا تھا جس کی بناء پر مقتول افضل خاں کے باپ کے ے میں بھی کوئی مبہم سی بات سامنے آئی تھی۔

ناشتے کے بعد اس نے سوچا کہ دردانہ شاہد کو فون کر کے اس کی خیریت دریافت کرے۔ ن پھر فیصلہ کیا کہ اس کے گھر جا کر خیریت دریافت کرنی چاہئے۔ فریدی نے اس کے لئے ئی مخصوص لائحہ عمل مرتب نہیں کیا تھا۔ اس لئے اسے اب جو کچھ بھی کرنا تھا اپنے ہی طور پر کرنا پورٹیکو سے گاڑی نکلوائی اور دردانہ شاہد کی اقامت گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ انسپکٹر زیدی کی موت سے اُسے صدمہ پہنچا تھا اور اس وقت اس کا ذہن اُسی میں الجھا ہوا تھا۔ عبرت ناک موت ہوئی تھی۔ اُس پر بے اندازہ تشدد کیا گیا تھا۔ اس بیچارے کی خطا صرف اتنی سی تھی کہ وہ مرحوم افضل خاں کا رازدار تھا۔ افضل خان نے اس کے علاوہ اپنے اور کسی ماتحت

پر اعتماد نہیں کیا تھا لیکن افضل خان کا باپ کیوں؟ آخر وہ نامعلوم آدمی افضل خان
کے بارے میں کیا جاننا چاہتا تھا۔ خود حمید کے علم کے مطابق ماں کے علاوہ افضل خاں کا
قریبی عزیز زندہ نہیں تھا۔ اس نے کبھی اپنے باپ کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ افضل خاں سے
کے تعلقات دوستانہ تھے اور اس نہج پر تھے کہ وہ ایک دوسرے کو اپنی نجی زندگی سے لاعلم نہیں
سکتے تھے۔ لیکن افضل خاں نے اپنے باپ سے متعلق کبھی کوئی بات نہیں کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی دردانہ شاہد کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئی اور اس نے اپنا
اندر بھجوایا۔

دردانہ خود ہی اس کے استقبال کو باہر آگئی تھی۔ حمید نے اُسے خوش وخرم دیکھا۔ تشویش
کی ہلکی سی جھلک بھی اس کی آنکھوں میں نہیں پائی جاتی تھی اور اس نے سب سے پہلے
سانپ کے بارے میں پوچھا تھا جو پچھلی رات فریدی کے ہاتھ لگا تھا۔

''کرنل صاحب کے خیال کے مطابق وہ اتنا ہی خطرناک تھا کہ اُسے فوری طور پر مارا
پڑا۔'' حمید نے کہا۔

''واقعی کرنل صاحب سانپوں کے معاملے میں اتنے ہی تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں!
پوری زندگی اس مشغلے میں گزری ہو۔'' دردانہ ہنس کر بولی۔ وہ اسے سٹنگ روم میں لے آئی تھی

''کافی پئیں گے یا چائے۔''

''کچھ بھی نہیں۔ ابھی ابھی ناشتہ کیا ہے۔ دراصل مجھے تشویش تھی اس لئے فون کرنے کے
بجائے خود ہی آنا مناسب سمجھا۔''

''آپ لوگ بہت مہربان ہیں۔ میں بے حد شکر گذار ہوں۔''

''شکر گزاری کی ضرورت نہیں۔ یہ ہمارے فرائض میں داخل ہے۔''

''قاسم صاحب کی کال صبح پانچ بجے آئی تھی۔ میں سو رہی تھی۔''

''وہ رات بھر جاگتا رہا ہوگا۔ کرنل صاحب نے کسی تدبیر سے اسے چلتا کر دیا تھا۔
وہ تو کہہ رہا تھا کہ میں خود یہیں ٹھہر کر پہرہ دوں گا۔''

''بڑی عجیب شخصیت ہے۔''

''عجیب نہیں بلکہ مظلوم ہے۔''

''مظلوم..... اتنا بھاری بھرکم مظلوم میں نے آج تک نہیں دیکھا۔'' وہ ہنس پڑی۔

''نہیں واقعی مظلوم ہے۔ آپ اُس کی ٹریجڈی سے واقف نہیں ہیں۔''

''ارے تو اُن کے ساتھ کوئی ٹریجڈی بھی ہے۔''

''بیوی۔ جس سے آج تک رشتہ ازدواج قائم نہیں ہوسکا۔ وہ اس سے ڈرتی ہے اور یہ
شادی جبراً ہوئی تھی۔ قاسم کی عم زاد ہے۔''

''تب تو واقعی ٹریجڈی ہی ہے۔'' دردانہ سنجیدہ ہوگئی۔

''ہر وقت یہی کہتا رہتا ہے اے اللہ اگر مجھے پیدا کرنا تھا تو پہلے میری ہی جیسی جورو بھی
بنائی ہوتی۔ کیا آپ اُس کی بیوی سے ملی ہیں۔''

''جی نہیں۔ ابھی تک اتفاق نہیں ہوا۔ کئی بار کہہ چکی ہوں کہ انہیں بھی لائیے
نہیں لاتے۔''

''اس کے ساتھ قاسم کو باہر نکلتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیونکہ کچھ پہاڑ اور گلہری کا سا
معاملہ ہے۔''

''واقعی بے حد افسوس ہوا۔''

''اسی لئے میں اس کی دلدہی کرتا رہتا ہوں۔''

''آپ کے سلسلے میں بھی اُن کا عجیب رویہ ہے۔ کبھی فرماتے ہیں کہ میں حمید کے لئے
جان بھی دے سکتا ہوں اور کبھی کہتے ہیں کہ جان سے مار دینے کو جی چاہتا ہے۔''

''جب بھی محسوس کرتا ہوں کہ اس کی کوئی حرکت اُسے ڈبو دے گی اور میں اُس سے باز
رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو بس آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔''

''بہر حال افسوس ہوا۔''

''مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک آیا کیوں نہیں۔''

"شائد صبح مجھ سے کسی قدر بداخلاقی ہوگئی تھی۔ بعد میں بہت افسوس ہوا۔"

"دیر سے سوئی تھی کہ علی الصبح اُن کی کال آ گئی۔ نیند کی جھونک میں شائد میں نے انہیں ڈانٹ دیا تھا۔"

"تب تو شائد ہی رخ کرے۔"

"مجھے افسوس ہے۔"

"خیر..... ہاں تو جو کچھ بھی ہوا ہے اچھا نہیں ہوا۔ میرا مطلب تھا وہ نامعلوم شخص خواہ مخواہ آپ کا دشمن ہوگیا ہے۔"

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اچانک برآمدے کی طرف سے آواز آئی۔

"ارے کوئی ہے یا نہیں آنٹی.....کہاں گئیں آپ۔ خدا کی پناہ کیسا سناٹا ہے۔"

حمید چونک پڑا آواز کچھ سنی ہوئی سی لگی تھی۔ دردانہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ "آؤ سائرہ۔ آؤ میں موجود ہوں۔"

دوسرے ہی لمحے میں ایک شوخ و شنگ لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور حمید کو دیکھ کر پہلے تو ٹھٹکی پھر ایسے بن گئی جیسے اسے دیکھا ہی نہ ہو۔

"یہ باہر پولیس والا پہرہ کیوں دے رہا ہے۔" اس نے دردانہ سے پوچھا۔

"پچھلی رات کوئی کمپاؤنڈ میں کودا تھا اور ملازموں کو ڈرانے کے لئے فائرنگ بھی کی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب نے براہِ مہربانی یہ انتظام کردیا ہے۔"

"آپ نے ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی۔ کون تھا.....کیا مقصد تھا اس حرکت کا۔" وہ حمید پر ایک اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالتی ہوئی بولی۔

"خدا ہی جانے۔ ہوسکتا ہے ڈاکہ ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

"پھر کیا ہوا۔ پکڑا گیا یا نہیں۔"

"خدا جانے.....میں نے تو رپورٹ کردی تھی۔"

"میں ڈیڈی سے کہوں گی کہ علاقے کے تھانے والوں کو کھڑکھڑائیں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ تفتیش کر رہے ہیں۔ محکمہ سراغ رسانی کے ایک آفیسر کیپٹن حمید بھی اس وقت یہاں موجود ہیں۔" اس نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اچھا.....!" وہ سر ہلا کر اور آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ "تو آپ کیپٹن حمید ہیں۔ آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں جناب۔"

"بدنام کہئے۔" حمید مسکرا کر بولا۔ ویسے وہ اس کی ڈھٹائی پر اب بھی عش عش کئے جا رہا تھا۔ کیونکہ یہ وہی لڑکی تھی جس نے کافی میں کوئی نشہ آور چیز دے کر اس کی جیب سے ربڑ کا سانپ غائب کردیا تھا۔

وہ پھر دردانہ کی طرف متوجہ ہوگئی اور دردانہ حمید سے بولی۔ "کیا آپ انہیں نہیں جانتے۔"

"جی نہیں۔" حمید نے منہ سکھا کر کہا۔ "میری بدقسمتی کہ پہلے کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"ارے اپنے صوبائی وزیر تجارت کی صاحب زادی سائرہ بانو ہیں۔"

"آداب! بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔" حمید اٹھتا ہوا بولا اور وہ جھپٹ کر اُس سے مصافحہ کرتی ہوئی چہکاری۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی جناب۔"

"تو بیٹھو نا کب تک کھڑی رہوگی۔ کیا پیوگی۔" دردانہ نے اُس سے کہا۔

"اس وقت ایک دشواری میں پڑگئی ہوں۔ میری گاڑی خراب ہوگئی ہے۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہے۔ گیراج کو فون کروں گی اور پھر شاید آپ کی گاڑی لے بھاگوں۔"

"ضرور ضرور.....!" دردانہ نے فون کی طرف اشارہ کیا اور وہ فون کی طرف بڑھ گئی۔ حمید اُسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔

اس نے فون پر کسی سے گفتگو کی اور پھر رابطہ منقطع کر کے حمید سے پوچھا۔ "باہر شائد آپ کی گاڑی کھڑی ہے۔"

"جی ہاں.....!"

"تو پھر آپ ہی مہربانی کر کے مجھے پرنس لین میں ڈراپ کر دیں۔"

''ضرور.....ضرور..... مجھے مسرت ہوگی۔''

''کیا بہت جلدی میں ہو۔'' دردانہ نے پوچھا۔

''ہاں.....آنٹی بہت ضروری کام ہے۔''

حمید اٹھتا ہوا دردانہ سے بولا۔ ''میں پھر حاضر ہو جاؤں گا۔''

سائرہ علیک سلیک کرتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

حمید اسکے پیچھے تھا۔ وہ باہر نکلی اور خود ہی اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

حمید نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ اس نے کہا۔ ''گاڑی تو بڑی شاندار ہے آپ کی۔''

''میری نہیں کرنل فریدی کی ہے۔''

''بڑی کمائی کر رہے ہیں۔'' وہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

''باپ دادا کی کمائی پر عیش کر رہے ہیں۔ پشتنی رئیس ہیں۔ لیکن اپنے نام کے ساتھ نوابزادہ لکھنا پسند نہیں کرتے اور خود کمانے کا سلیقہ انہیں نہیں ہے۔'' حمید نے کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ گاڑی کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر سائرہ نے اچانک کہا۔

''آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں حمید صاحب۔''

''بڑا عجیب سوال ہے۔'' حمید نے حیرت سے کہا۔ ''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔''

''بننے کی کوشش نہ کیجئے۔''

''میں کچھ نہیں سمجھا محترمہ۔''

''تو آپ مجھے نہیں جانتے۔''

''جی ہاں۔ ابھی آپ سے تعارف ہوا ہے۔ آپ وزیرزادی ہیں۔''

''اوہ.....!'' وہ زور سے قہقہہ لگا کر بولی۔ ''اس لئے آپ مجھے نہیں جانتے۔''

''ایسا بھی نہیں ہے۔ اگر آپ مجھے پسند آ گئیں تو فرہاد تک بن کے دکھا دوں گا۔''

''بے تکلف ہونے کی کوشش مت کیجئے۔''

''بہت بہتر۔'' حمید نے کہا اور اوپری ہونٹ بھینچ کر ونڈ اسکرین پر نظر جما دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولی۔ ''آپ مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''میرے منہ میں اتنے دانت کہاں کہ لوہے کے چنے چبا سکوں۔''

''لیکن چبا چبا کر باتیں تو کر سکتے ہیں۔''

''آپ بہت ذہین ہیں۔ خوبصورتی اور ذہانت کو میں نے پہلے کبھی یکجا نہیں دیکھا۔''

''اس قصیدے کا شکریہ۔''

''میرے لائق اور کوئی خدمت۔''

''آپ مجھے غصہ کیوں دلا رہے ہیں۔''

''کیا واقعی مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے۔''

''کھل کر بات کیجئے۔''

''کس مسئلے پر۔''

''اسی مسئلے پر جو آپ کے ذہن میں گھٹ رہا ہے۔''

''صرف یہی مسئلہ میرے ذہن میں گھٹ رہا ہے کہ آخر آپ چاہتی کیا ہیں۔''

''کیپٹن حمید میں پھر کہتی ہوں کہ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''میں صرف محبت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں اور محبت کرنے والے بناتے ہیں بگاڑا کرتے۔''

''بیوقوف مت بناؤ۔'' وہ دانت پیس کر بولی۔

''پتہ نہیں آپ کیا چاہتی ہیں۔''

''میں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''آپ کئی بار بتا چکی ہیں۔''

''لیکن آپ میرے خلاف کارروائی کریں گے۔''

”کیسی کارروائی اور کس بناء پر۔“ حمید نے حیرت ظاہر کی۔

”کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ مجھے پہچان نہیں سکے۔“

”آج سے پہلے میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا۔“

”آپ جھوٹے ہیں۔“ وہ زور سے چیخی۔

”اب مجھے آپ سے پوچھنا پڑے گا کہ آپ کیا چاہتی ہیں۔“

”میں حقیقت جاننا چاہتی ہوں۔“

”کیسی حقیقت محترمہ۔“ حمید نے زچ ہو جانے کے سے انداز میں پوچھا۔

”میرے وزیر زادی ہونے کی بناء پر آپ انجان بن رہے ہیں یا اور کوئی وجہ ہے؟“

”کس بات سے انجان بن رہا ہوں۔“ حمید نے حیرت سے پوچھا۔

”خاموش رہئے۔“ وہ آپے سے باہر ہو کر چیخی۔

”کیا میں آپ کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں۔“

”بس خاموش، ورنہ منہ نوچ لوں گی۔“

”مجھے علم نہیں تھا کہ وزیر زادیاں ایسی ہوتی ہیں۔“ حمید نے بہت بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”روکو۔ یہیں اتار دو مجھے۔“

حمید نے گاڑی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی۔ لیکن وہ اُتری نہیں۔ منہ پھلا بیٹھی رہی۔

”کیا میں اُتر کر آپ کے لئے دروازہ کھولوں۔“ حمید نے بڑے ادب سے پوچھا۔

اُس نے اُسے پھاڑ کھانے والے انداز میں دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ گاڑی سے اُترنے کا ارادہ بھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ حمید شانے سکوڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

وہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی پھر بولی۔ ”آدمی بسا اوقات درندہ کیوں ہو جاتا ہے؟“

”اس لئے کہ درندگی ہی سے وہ تہذیب کی طرف آیا ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو۔“

”تو ہو گئی آپ کی تشفی۔“

”کیا مطلب.....؟“

”آپ مجھ سے بس اتنا ہی پوچھنا چاہتی تھیں کہ آدمی بسا اوقات درندہ کیوں ہو جاتا ہے۔“

”تم آخر مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔“

”اس لئے کہ آپ کسی قدر بے تکلف ہو جائیں۔ آپ سے تم پر اُتر ہی آئیں آخر۔“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تم بھی مجھے اسی طرح مخاطب کر سکتے ہو۔“

”میں اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔“

”کیا واقعی میری وزیر زادگی سے مرعوب ہو گئے ہو۔“

”نہ ہونا چاہئے۔“

”میں نے تو سنا تھا کہ تم دونوں بہت دلیر ہو کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔“

”صوبائی وزیر تجارت بہت شریف آدمی ہیں۔ اتنے شریف کہ انہیں کسی پرائمری اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں۔“

”اور میں خود بہت کمینی ہوں۔“

”خدا جانے! مجھے تو اب تک کوئی تجربہ ہوا نہیں۔“

”پھر وہی۔ آخر تم اعتراف کیوں نہیں کرتے کہ میرے کمینہ پن سے دوچار ہو چکے ہو۔“

”میں خواہ مخواہ جھوٹ کیوں بولوں۔“

”کیا تم قسم کھا کر کہہ سکتے ہو کہ تم نے آج مجھے پہلی بار دیکھا ہے۔“

”اتنے قریب سے کسی وزیر زادی کو دیکھنے کا پہلا اتفاق ہے۔“

”اگر تمہیں نہ معلوم ہوتا کہ میں وزیر زادی ہوں تو تمہارا کیا رویہ ہوتا۔“

”یہ سوال بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ دیکھئے محترمہ میں نہ وزیر زادیوں کو کاٹنے دوڑتا ہوں اور نہ غیر وزیر زادیوں کو۔“

”لیکن بھونکتے تو رہتے ہو۔“ وہ پھر جھلا کر بولی۔

"بڑے بڑے بھونکتے رہتے ہیں۔ میری کیا حقیقت ہے۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں خودکشی کرلوں۔"

"خدانخواستہ پہلی ہی ملاقات پر اتنی مایوسی کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیا مطلب.....!"

"آپ کب مجھے اپنی باتوں کا مطلب سمجھنے دیتی ہیں کہ مجھ سے مطلب پوچھ رہی ہیں۔"

"کیپٹن حمید پلیز.....مجھ پر رحم کرو۔"

"جو کچھ بھی کہنا ہے کھل کر کہیئے۔ ہم کسی ایسی جگہ بھی چل سکتے ہیں جہاں سکون ہو۔"

"تو پھر چلو.....!"

حمید نے انجن دوبارہ اسٹارٹ کیا اور گاڑی حرکت میں آ گئی۔ سائرہ نے اب بالکل خاموشی اختیار کرلی تھی اور حمید مسلسل سوچے جارہا تھا کہ آخر وہ کیا چاہتی ہے۔ اُس سے اعتراف کیوں کرانا چاہتی ہے کہ وہ اُسے پہلے سے جانتی ہے۔ لیکن اب وہ اُسے کہاں لے جائے۔ یونہی رواروی میں پیشکش کردی تھی لیکن اب خود اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ سکون کی جگہ کہاں ہوسکتی ہے۔

"کیا آپ ایسی کسی جگہ کی نشاندہی کرسکتی ہیں جہاں آپ کی دانست میں سکون ہوگا۔" حمید نے اُس سے سوال کیا۔

"یہ پیش کش تمہاری تھی۔ میری نہیں۔ میں کیا بتاؤں۔"

"ساحلی علاقے کی کوئی تفریح گاہ کیسی رہے گی۔"

"تم خود فیصلہ کرو۔ میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میرے انتخاب پر آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔"

"کہاں چلو گے۔"

"سی سائیڈ ہیون.....!"

"بکواس جگہ ہے۔ اگر میں وہاں رو پڑی تو مجمع لگ جائے گا۔"

"خدا کی پناہ! تو کیا آپ روئیں گی بھی۔"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نہ روؤں۔"

حمید نے طویل سانس لی۔ اب تو اُسے اس کی ذہنی صحت بھی مشتبہ لگ رہی تھی۔ یا پھر محض اداکاری تھی۔ اُسے باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ دماغ سے اُتری ہوئی ہے۔

"کیا ہمارے درمیان ایسی گفتگو بھی ہوسکتی ہے جس پر آپ کو رونا آجائے۔" حمید نے پوچھا۔

"میں بسا اوقات لطیفے سن کر بھی رو پڑتی ہوں۔"

"کیا آپ انٹیلکچوال ہیں۔"

اس پر وہ ہنس پڑی اور حمید اُسے کنکھیوں سے دیکھ کر رہ گیا۔

"چلو سمندر ہی کی طرف چلو۔" اُس نے کہا۔

"اگر آپ بالکل تنہائی چاہتی ہوں تو اپنے ہٹ میں لے چلوں۔"

"اوہ..... یہ تو بہت اچھا ہوگا۔ وہاں کوئی ہٹ ہے آپ کا۔"

"میرا نہیں کرنل صاحب کا ہے۔ میں تو بہت غریب آدمی ہوں۔"

"میرا باپ وزیر ہے۔ لیکن ہمارا کوئی ہٹ نہیں ہے ساحل سمندر پر۔"

"اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ انہیں کسی پرائمری سکول کا ہیڈ ماسٹر ہونا چاہیئے تھا۔"

"لیکن میں بہت کمینی ہوں۔!" اُس نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کمینہ پن جسم کی رنگت نہیں ہے کہ اُس سے پیچھا نہ چھڑایا جاسکے۔"

"میں سمجھتی ہوں لیکن اس کے باوجود بھی مجبور ہوں۔"

"دیکھئے محترمہ میں زندہ دلی کو کمینہ پن نہیں سمجھتا۔"

"بہرحال تم اعتراف نہیں کرو گے کہ مجھے پہلے سے جانتے ہو۔"

"فرض کیجئے کر بھی لوں تو اس سے کیا ہوگا۔"

"میں اپنے ضمیر کا بوجھ تو ہلکا کرسکوں گی۔"

"کرڈالئے۔ اگر ہم آپ کے رول کو اپنی رپورٹ میں کوئی جگہ دے بھی دیں تو اس کے

لئے ہمیں کسی شاہد کی تلاش ہوگی۔ گواہ کے بغیر عدالت کسی الزام کو تسلیم نہیں کرتی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اعتراف تو کیا۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن ڈیڈی کو معلوم ہو جائے تو مجھے گولی مار دیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"انہیں میرے کرتوت کا علم نہیں ہے اور میں اسی ڈر سے مزید الجھتی چلی جارہی ہوں کہ کہیں انہیں پتا نہ چل جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم اس گفتگو کو فی الحال ختم کر دیں۔" حمید نے کہا۔

"کیوں؟ اب کیا ہو گیا۔"

"وہیں ہٹ میں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

تھوڑی دیر بعد وہ پشت گاہ سے ٹک کر اونگھنے لگی۔ حمید نے پہلے ہی محسوس کر لیا تھا کہ آہستہ آہستہ وہ نڈھال سی ہوتی جارہی ہے۔ تو گویا موجی بابا کا یہ بیان بھی درست ہی ثابت ہونے والا تھا کہ وہ کسی ایسے نشے کی عادی ہے جس کے لئے اُسے کسی کا پابند ہو جانا پڑا ہے۔

ہٹ کے سامنے پہنچ کر اس نے گاڑی روکی اور چوکیدار کو آوازیں دینے لگا اور دوران میں وہ بھی بیدار ہو گئی۔

"کک.....کیا بات ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہم پہنچ گئے ہیں۔"

"مم.....میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"

"آپ جو کچھ بھی استعمال کرتی ہیں بے تکلفی سے کر سکتی ہیں۔"

"تت.....تو.....تم یہ بھی جانتے ہو۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیا میں آپ کو گاڑی سے اترنے میں مدد دوں۔"

"نہیں شکریہ۔ اتنی بھی حالت خراب نہیں ہے۔"

وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے اُتر گئی۔ چوکیدار آ گیا تھا۔ وہ انہیں ہٹ میں لے گیا۔

"کافی اور سینڈوچز کا انتظام تمہیں کرنا ہوگا۔" حمید نے اُس سے کہا۔

"جتنی دیر میں آپ کہیں پہنچا دوں۔"

"آدھے گھنٹے بعد۔" حمید نے کہا۔

وہ چلا گیا اور سائرہ حمید کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ "تو تمہیں علم ہے کہ میں کوئی نشہ استعمال کرتی ہوں۔"

"جی ہاں مجھے علم ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں آج سے پہلے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میں کون ہوں۔"

"جی ہاں، مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔"

"پھر انجان بننے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ ہمارے پیشہ کا ایک راز ہے۔"

"خیر مجھے اس سے کیا..... ایک گلاس پانی چاہئے تاکہ میں بات کرنے کے قابل ہو سکوں۔"

"وہ ادھر..... غسل خانے میں چلی جایئے۔"

وہ اپنا پرس ہلاتی ہوئی غسل خانے کی طرف چلی گئی۔ اب حمید سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ خود تو نہیں پھنس گیا ہے۔ آخر وہ اعتراف کرا لینے پر کیوں تل گئی ہے۔ کیا اس وقت اُس کا دردانہ کی کوٹھی میں پہنچنا محض اتفاق تھا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ لڑکی بے حد ذہین معلوم ہوتی تھی۔ اگر اداکاری کر رہی تھی تو اُس میں کہیں سے بھی کوئی جھول نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آ گئی۔ حمید نے اُسے غور سے دیکھا۔ اب وہ پھر پہلے ہی کی طرح چاق و چوبند نظر آنے لگی۔ کچھ دیر قبل آنکھوں میں چھائی ہوئی مردنی کافور ہو گئی تھی۔ اُن میں وہی چمک دوبارہ عود کر آئی تھی جو اُس نے دردانہ کی کوٹھی میں دیکھی تھی۔ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ "اب دل نہیں چاہتا کہ تمہیں کچھ بتاؤں۔"

''مجھے اس پر بھی حیرت نہیں ہوگی۔ جب نشہ ٹوٹنے لگتا ہے تو آپ بور ہوتی ہیں۔ ضمیر بُری
ملامت کرتا ہے اور آپ نیکی اور سچائی کے راستے پر چلنے کی سوچنے لگتی ہیں۔ لیکن جیسے ہی نشہ
بحال ہوتا ہے آپ اپنے ضمیر کو پھر تاریکیوں میں دھکیل دیتی ہیں۔''

''بالکل یہی کیفیت ہوتی ہے۔'' وہ انگلی اٹھا کر بولی۔ ''کیا تم بھی کوئی نشہ استعمال کرتے ہو۔''

''اپنے وجود ہی کی مستی کیا کم ہے کہ کسی نشے کا سہارا لیا جائے۔''

''واقعی دلچسپ آدمی ہو کیپٹن۔''

''میں منتظر ہوں۔''

''کس بات کے.....!''

''آپ مجھے کچھ بتانا چاہتی تھیں۔''

''صرف یہی بتانا چاہتا تھی کہ یہ مخصوص قسم کا نشہ ہے۔ عام طور پر دستیاب نہیں ہے جسے
وہ اپنا کارندہ بنانا چاہتی ہے۔ اس کو اسی نشے پر لگا دیتا ہے اور پھر وہ اس کے لئے کام کرنے پر
مجبور ہو جاتے ہیں۔''

''وہ کون ہے؟''

''کاش مجھے معلوم ہوتا۔''

''شائد اس وقت بھی آپ اُسی کی ہدایت پر عمل کر رہی ہیں۔''

حمید نے کہا اور وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے
بولی۔ ''تو تم یہ بھی جانتے ہو۔''

حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

''کیا تم جادوگر ہو۔''

''اکثر لڑکیاں جادوگر بالما بھی کہتی ہیں۔''

''سنجیدگی، سنجیدگی۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''چلئے..... سنجیدگی ہی سہی۔''

''اس کا کیا مطلب ہے کہ شائد اس وقت بھی میں اُسی کی ہدایت پر عمل کر رہی ہوں۔''

''آپ اس وقت دردانہ شاہد کی کوٹھی میں اتفاقاً نہیں پہنچی تھیں۔ آپ کو علم تھا کہ میں
وہاں موجود ہوں۔''

''اچھا تو پھر.....!''

''اُس وقت سے اب تک آپ وہی کرتی رہی ہیں جس کی ہدایت آپ کو ملی تھی۔''

''واقعی تم جادوگر ہو۔'' وہ ہنس پڑی پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ ''ہاں مجھ سے یہی کہا
گیا تھا کہ تم وہاں موجود ہو اور مجھے کیا کرنا چاہئے۔ لیکن میں اس کی نشاندہی نہیں کرسکوں گی۔''

''آپ دونوں کے درمیان رابطہ کیسے قائم ہوتا ہے۔''

''فون پر..... اور میں اُس کے لئے کوئی آج سے کام نہیں کر رہی۔ یہ ڈیڈی کے وزیر
بننے سے پہلے کی بات ہے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ آپ کو نشے کی لت کیسے لگی تھی۔''

''میری ایک سہیلی تھی جس کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ بھی اُس کے لئے کام کرتی تھی اور
اُجرت کے طور پر وہی نشی چیز اُسے ملتی تھی۔''

''کس سے ملتی تھی؟ اور آپ کو کس سے ملتی ہے۔''

''مختلف لوگوں سے۔ وہ خود ہی مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ ان کے ناموں اور پتوں کا علم
مجھے نہیں ہے۔''

''جو کچھ آپ مجھے بتا رہی ہیں کیا وہ بھی ان ہدایات میں شامل ہے جو آپ کو اس نامعلوم
آدمی سے ملی ہیں۔''

''نہیں یہ میں اپنے طور پر بتا رہی ہوں۔''

''کیوں؟''

''اسلئے کہ تمہیں میری مجبوریوں کا احساس ہو سکے، اور اب میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔''

''تو اسی نے آپ سے کہا تھا کہ میری جیب سے ربڑ کا سانپ اڑا لیں۔''

''ہاں..... یہ درست ہے۔''

''آج کی ملاقات کا مقصد بھی بتادیجئے۔''

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اسکی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے اور پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

چیخ

حمید بغور اُس کی حالت کا جائزہ لے رہا تھا۔ لڑکی کا چہرہ مختلف جذبات کی کشمکش کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔ ''تم مجھ سے آج کی ملاقات کا مقصد پوچھ رہے ہو۔''

''ہاں میں نے یہی پوچھا تھا۔''

''تو سنو کہ مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ'' وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

''میں جواب کا منتظر ہوں۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''میری خود سمجھ میں نہیں آرہا کہ اصل مقصد کیا ہوسکتا ہے آخر تم سے مل بیٹھنے کو کیوں کہا گیا ہے۔ خود اُسی نے کہا تھا کہ میں تم پر جتادوں کہ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''بڑی عجیب بات ہے۔''

''ہے نا.....!'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

دفعتاً حمید کے ذہن میں ایک نئے شبہے نے سر اُبھارا۔ وہ اسے اس وقت کہیں سر راہ نہیں ملی تھی۔ بلکہ دردانہ شاہد کی کوٹھی سے اس کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔ دردانہ شاہد ایک وقیع گواہ۔ اگر لڑکی کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو گویا..... وہ الجھ گیا۔ جس کا مطلب ہوگا فریدی کے لئے ایک نیا دردسر۔ وہ لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا مطلب..... تم کیا سوچ رہے ہو۔''

''تم بتاؤ کہ مجھے ان حالات میں کیا سوچنا چاہئے۔ کیا یہ بھی پروگرام میں شامل تھا کہ تم میرے ساتھ کہیں جاؤ۔'' حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''خصوصیت سے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا۔''

''ہوں.....!'' حمید نے طویل سانس لی۔

اتنے میں چوکیدار کافی اور سینڈوچز لے آیا تھا اور وہ خاموشی سے کھاتے پیتے رہے تھے۔

پھر حمید نے پوچھا۔ ''کیا وہ منشیات میں کوئی نئی چیز ہے۔''

''میں نہیں جانتی یہ کیا ہے..... یہ دیکھو۔'' اس نے اپنے پرس سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر دکھائی جس میں کوئی بے رنگ سیال تھا۔ ''اس کے صرف تین قطرے تھوڑے سے پانی میں ملا لئے جاتے ہیں۔ اگر میں اس سے قطع تعلق کرلوں تو پھر یہ مجھے کہاں سے ملے گی۔''

''اس کے لئے تم کس قسم کے کام کرتی ہو۔''

''بہت اچھے۔'' وہ ہنس پڑی۔

''کیا مطلب.....؟''

''کیا تم نے مجھے گرفتار کرلیا ہے کہ اس قسم کے سوالات کررہے ہو۔''

''میں نے تو تم سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا۔ تم خود ہی مجھے یہ سب کچھ بتاتی رہی ہو۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تو اس کی وضاحت چاہتا ہوں۔''

''پھر شائد میں ہی پاگل ہوگئی ہوں۔''

''اس خیال پر رائے زنی نہیں کرسکتا۔'' حمید آہستہ سے بولا۔ ''لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تم خطرے میں ہو۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''تمہیں اندازہ ہوگیا ہوگا کہ وہ قانون کے محافظوں سے ٹکر لے رہا ہے۔''

''ہاں، میں سمجھتی ہوں۔''

"کیا تمہیں اس وقت بھی معلوم تھا کہ میں کون ہوں جب تم نے وہ مصنوعی سانپ میری جیب سے اڑایا تھا۔"

"ہاں میں جانتی تھی۔"

"کیا اسی نے بتایا تھا۔"

"ہاں مجھ سے محتاط رہنے کو کہا گیا تھا اور اسی سلسلے میں تمہارے نام اور پوزیشن سے بھی آگاہ کیا گیا تھا۔"

"بہر حال وہ مجھے اور کرنل صاحب کو کسی بڑے معاملے میں الجھا کر اپنے لئے راستہ صاف کرنا چاہتا ہے۔"

"کک..... کیا مطلب.....!"

"فرض کرو..... وہ تمہیں قتل کر کے تمہاری لاش غائب کر دے تو.....!"

"نن..... نہیں.....!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "دردانہ اس کی شاہد ہو گی کہ تم میرے ساتھ اُس کی کوٹھی سے روانہ ہوئی تھیں۔"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

"عقل استعمال کرو۔ میری جیب سے اُس سانپ کو نکلوالینا ایک فضول سی حرکت تھی۔ دراصل اس بہانے وہ مجھے تمہارے چکر میں ڈالنا چاہتا تھا تا کہ کسی مناسب موقعے سے فائدہ اٹھا سکے۔"

وہ کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر ہانپنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پہلی بار اُسے اپنی صحیح پوزیشن کا احساس ہوا ہو۔

"تم ایک وزیر کی بیٹی ہو۔ اگر اس طرح غائب ہو جاؤ تو میرا کیا حشر ہو۔ الجھ گئے نا کرنل فریدی صاحب اور وہ اسی طرح دندناتا پھرے گا۔"

"پپ..... پھر.....!" وہ ہانپتی ہوئی ہکلائی۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ فی الحال میں تمہیں تمہاری کوٹھی پہنچاؤں اور تمہارے والد سے باقاعدہ طور پر تمہاری تحریری رسید حاصل کروں۔"

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"اچھا تو پھر کیا میں اپنی گردن کٹواؤں گا۔"

"یہ سب کچھ ہونے ہی کیوں لگا۔"

"اچھا تو پھر تم ہی مجھے اسکا مقصد بتاؤ۔ آخر اس نے تمہیں میرے پیچھے کیوں لگایا ہے۔"

"نہ یہ بات پہلے سمجھ میں آئی تھی اور نہ اب آ رہی ہے۔"

"اس لئے جو میں کہہ رہا ہوں اسے بے چون و چرا تسلیم کرلو۔"

"یعنی وہ مجھے مار ڈالے گا۔"

"ناممکن نہیں ہے اور یہ کوئی نئی واردات بھی نہ ہو گی۔ ہمیں آئے دن ایسے واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تمہاری وہ دوست کیسے مری تھی جس کی صحبت میں تم نشے کی عادی ہوئی تھیں۔"

وہ پلکیں جھپکائے بغیر حمید کو دیکھے جا رہی تھی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے ہپناٹائز کر دیا ہو۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" حمید نے اس بار کسی قدر اونچی آواز میں کہا اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے سوتے سے جاگی ہو۔

"کیا ہے؟ اس طرح چیخ کیوں رہے ہو۔"

"تمہاری نشے باز سہیلی کیسے مری تھی۔"

"آخر تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"تمہاری صحیح پوزیشن کا تعین کروں گا۔"

"تم مجھے خوفزدہ بھی نہیں کر سکتے۔"

"اچھی بات ہے تو جب تمہارا دل چاہے اٹھ کر چلی جانا۔" حمید نے کہا اور پائپ میں

تمبا کو بھرنے لگا۔

وہ تھوڑی دیر تک اُسے عجیب نظروں سے دیکھتی رہنے کے بعد بولی۔ ''تمہاری باتوں پر کسی قدر وزن ہے ضرور..... لیکن میں اب کر ہی کیا سکتی ہوں۔''

''اگر واقعی میرے سلسلے میں چارے کے طور پر استعمال نہیں کی گئی ہو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔''

''اور اگر استعمال کی گئی ہوں تو.....!''

''جلد ہی نتیجہ نکل آئے گا۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو کھل کر کہو۔''

''مجھے پھانسنے کے لئے یا تو قتل کر دی جاؤ گی یا صرف غائب ہو جاؤ گی۔''

''میں یقین نہیں کر سکتی۔''

''تمہیں یقین آ جائے گا بشرطیکہ ٹیکسیوں کے اڈے تک جانے کی ہمت کر سکو۔''

''یعنی تم یہاں سے مجھے واپس نہیں لے جاؤ گے۔''

''اپنی شرائط پر لے جا سکوں گا۔''

''کیسی شرائط.....!''

''تم قطعی بھول جاؤ گی کہ آج سے پہلے بھی ہم کبھی ملے تھے اور میں تمہیں تمہاری کوٹھی پر چھوڑوں گا اور تمہارے خاندان کے کسی ذمہ دار کو یہ ضرور بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور تمہاری گاڑی خراب ہو جانے کی بناء پر تمہیں مجھ سے مدد لینی پڑی تھی۔''

''پوری طرح اپنا بچاؤ کرو گے۔''

''ظاہر ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ مجھے گھر پہنچا دو۔''

''لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ تمہیں بہر حال گھر سے باہر نکلنا پڑے گا۔''

''ضروری نہیں ہے۔''

''اوہو..... تو تمہارا مطلوبہ نشہ گھر بھی پہنچ سکتا ہے۔''

''نہیں..... لیکن فی الحال اتنی مقدار میں میرے پاس موجود ہے کہ کئی دنوں تک گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔''

''اول تو مجھے اسی میں شبہ ہے کہ میں تمہاری کوٹھی تک پہنچ سکوں گا۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''اگر ایسی کوئی اسکیم ہے تو وہ تمہیں راستے ہی میں گھیرنے کی کوشش کریں گے۔''

''خدا غارت کرے۔''

''کس کو.....!''

''تمہیں..... میرا اتنا اچھا موڈ تباہ کر دیا۔''

''تو پھر تم کیا چاہتی ہو۔ تمہاری کوٹھی فون کر کے کسی کو یہیں بلوالیا جائے۔''

''دونوں کی شامت ایک ساتھ آ جائے گی۔''

''اور یہ شامت تو اس سے بہر حال بہتر ہی ہوگی کہ تمہارے اغواء کا الزام میرے سر آئے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''وہ ہم دونوں کو گھیر سکتے ہیں اور دونوں ہی قتل کئے جا سکتے ہیں اور لاشیں اس طرح غائب کی جا سکتی ہیں کہ اُن کا سراغ کبھی نہ مل سکے۔ آخری بار ہم دونوں کو صرف دردانہ نے دیکھا تھا یا پھر اس چوکیدار نے جو حالات سے بے خبر ہے۔''

''بس کرو.....!'' وہ ہاتھ اٹھا کر ہانپتی ہوئی بولی۔

''لاشیں غائب اور الزام بیچارے کیپٹن حمید کے سر کہ محترمہ سائرہ کے ساتھ فرار ہو کر رفو چکر ہو گیا۔ غالباً اب پوری طرح بات سمجھ میں آ گئی ہوگی۔''

''اگر تم بھی غائب ہو گئے تو پھر کیا بات ہوئی۔''

''کرنل فریدی کے لئے الجھن..... ظاہر ہے کہ انہیں اس مجرم کی راہ سے ہٹ کر میرے ...ٹ میں الجھ جانا پڑے گا۔''

''یعنی وہ کرنل فریدی کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے یہ سب کچھ کرے گا۔''

''اتنی دیر سے میں تمہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔''

وہ خاموش ہوگئی اور حمید نے فون پر آفس کے نمبر ڈائیل کئے اور ایکسچینج سے مر
کنکٹ کرنے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد زمن کی آواز آئی اور حمید نے کہا۔

''میں اینگل بیچ کے ہٹ نمبر ایک سو ستائیس سے بول رہا ہوں۔ چار افراد سمیت
پہنچ جاؤ۔ دو مختلف گاڑیوں میں ......ان میں سے ایک آرمڈ کار ہونی چاہیے۔''

''کوئی خاص بات۔''

''پہلے میری پوری بات سن لو۔ تمہیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہٹ کی نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔''

''اس کے بعد.....!''

''صرف تم ہٹ میں آؤ گے اور چاروں بدستور باہر ٹھہر کر ہٹ کی نگرانی کرتے رہیں
گے۔ ویٹس آل.....!''

''ایک منٹ.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''اگر کچھ اور لوگ بھی ہٹ کی نگرانی
کرتے ہوئے نظر آئیں تو اس صورت میں مجھے کیا کرنا ہوگا۔''

''ہر حال میں اندر آکر مجھے اطلاع دینی ہوگی۔ نگرانی ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو۔''

''اوکے.....!''

حمید ریسیور کریڈل پر رکھ کر سائرہ کی طرف مڑا۔ اس کی حالت ابتر نظر آئی۔ چہرے
ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور آنکھوں سے ایسی خوفزدگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ جیسے سچ مچ موت تعاقب
میں ہو۔

حمید بھی خاموش ہو بیٹھا۔ دفعتاً سائرہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''ارے.....ارے.....یہ کیا.....ایسا بھی کیا۔ میں ہر امکانی کوشش کروں گا کہ تمہار
جان بچ جائے۔ اب یہ ایسا آسان تو نہیں ہے کہ مجرم ہمارے منہ آنے کی کوشش کریں۔'' حمید
اٹھتا ہوا بولا۔

لیکن وہ بدستور روتی رہی حتیٰ کہ حمید کو اس پر بڑے خلوص سے ترس آنے لگا۔ بدقت تمام

ہوش ہوئی تھی اور کسی روٹھے ہوئے بچے کے سے انداز میں حمید کو دیکھے جا رہی تھی۔

''یقین کرو کہ ان باتوں کا مقصد تمہیں خوفزدہ کرنا نہیں تھا۔'' حمید نے کہا۔

''تو پھر کیا تھا.....؟''

''تمہاری سمجھ میں نہیں آتی یہ بات۔''

''سنو، مجھے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں ہے۔ میں تو صرف ڈیڈی کی عزت کو ڈرتی ہوں۔''

''اگر میرے کہنے کے مطابق عمل کرتی رہیں تو ڈیڈی کی عزت بھی محفوظ رہے گی۔''

''کیسے رہے گی۔ جبکہ تم نے اپنے آدمیوں کو بھی طلب کر لیا ہے۔''

''ضروری نہیں ہے کہ وہ تمہیں پہچانتے بھی ہوں۔''

''اور اگر کوئی پہچانتا ہی ہو تو۔''

''جب کوئی اندر آئے تو تم دوسرے کمرے میں چلی جانا۔''

''تو تم مجھے گھر ہی پہنچاؤ گے۔''

''اس کے علاوہ بہتری کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔''

''تمہاری مرضی۔''

''تم نے اپنی سہیلی کے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا۔''

''بس وہ ایک رات سوئی تھی۔ صبح نہیں اٹھ سکی۔''

''کون تھی۔ اُس کے متعلقین کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''مجھے افسوس ہے کیپٹن۔ میں ایسا ہرگز نہیں کر سکوں گی۔'' اس نے خشک لہجے میں کہا۔

''کافی اور پیو گی۔''

''نہیں.....لیکن باتھ روم پھر جاؤں گی۔''

''اتنی جلدی جلدی ضرورت پیش آتی ہے نشہ تازہ کرنے کی۔''

''تم یہ بھی تو دیکھو کہ میں کس جذباتی کشمکش کے دور سے گزر رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے.....جاؤ.....!'' حمید سر ہلا کر بولا اور وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف چلی گئی۔

حمید بے چینی سے اپنے ساتھیوں کا منتظر تھا۔ خود باہر نکل کر بھی جائزہ لے سکتا تھا
مناسب نہیں سمجھا۔

اچانک اُسے فریدی کا خیال آیا۔ کیا وہ سچ مچ شہر میں موجود نہیں تھا یا محض مجرم
میں ڈالنے کے لئے اُس نے روپوشی اختیار کی تھی؟ بارہا ایسا ہو چکا تھا جب بھی کوئی
ذہانت کے بل بوتے پر اُس کے منہ آنے کی کوشش کرتا تھا تو کسی نہ کسی مرحلے پر فرید
دنوں کے لئے بظاہر پس منظر میں چلا جاتا تھا اور پھر ڈرامائی طور پر مجرم کی گردن اُس کی
میں آجاتی تھی۔ کیا اس کیس میں بھی یہی ہونے والا تھا؟

خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ کیونکہ سائرہ واپس آگئی تھی۔

"ابھی نہیں آئے تمہارے آدمی۔" اس نے سوال کیا۔

"خاصا فاصلہ ہے۔"

"کیا یہ چوکیدار ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔"

"ہے ہی اسی لئے.....!"

"کیا کرنل فریدی بہت مالدار ہیں۔"

"بہت سے بھی کچھ زیادہ ہی۔"

"پھر انہیں ملازمت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورتاً ملازمت نہیں کرتے۔ سراغ رسانی ان کا شوق ہے۔"

"ایسی باتوں پر یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔"

"مت کرو۔"

"کیا اب تمہارا موڈ خراب ہو رہا ہے۔"

"نہیں..... صرف تشویش ہے کہ آخر تمہیں کب تک بچایا جا سکے گا۔"

"تمہیں میرے لئے تشویش ہے۔"

"کیوں نہ ہو۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر خوب صورت لڑکی حشر تک زندہ رہے

پھر نہ تو وہ خوب صورت ہی رہے گی اور نہ لڑکی۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" حمید نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم اب بھی کھل کر بات نہیں کر رہے ہو۔"

"اب اور کیا سننا چاہتی ہو۔"

"میں اس مجرم کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"تم اس کے لئے کام کرتی ہو۔"

"لیکن اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے۔"

"میرے لئے عجیب نہیں ہے کیونکہ یہی اسکا طریق کار ہے۔ ایسے کئی مجرموں سے ہمارا
سابقہ پڑ چکا ہے اور وہ بالآخر ہماری گرفت میں آئے ہیں۔ یہی حشر اس مجرم کا بھی ہونا ہے۔"

"تم لوگ کب سے اس کے پیچھے ہو۔"

"یہ میرے محکمے کا راز ہے لہٰذا اس سلسلے میں کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"تمہاری مرضی۔"

حمید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے۔" حمید نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"زمن.....!" جواب ملا اور حمید نے سائرہ کو دوسرے کمرے میں جانے کا اشارہ کرتے
ہوئے آہستہ سے کہا۔ "جب تک میں خود ہی تمہیں نہ بلاؤں وہیں ٹھہرنا۔"

وہ چلی گئی اور حمید نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ زمن سامنے ہی کھڑا نظر آیا تھا۔ حمید اُسے
اندر آنے کا اشارہ کر کے پیچھے ہٹ آیا۔

"دروازہ بند کر دو۔"

"کیا قصہ ہے۔" اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"باہر کی خبر کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ہٹ کے آس پاس ہمارے چار آدمیوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔"

''آرمڈ کار لائے ہو؟'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں، باہر موجود ہے۔''

''اسے یہیں چھوڑ کر لنکن تم لے جاؤ اور ان چاروں سے کہہ دو کہ دوسری گاڑی میں
میرے پیچھے رہیں گے۔''

''کیا کوئی بڑا چکر ہے؟''

''مجھے افسوس ہے کہ تفصیل میں نہیں جاسکوں گا۔'' حمید نے کہا۔ ''بس تم لنکن لے جا
اور ان چاروں کو ہدایت دے دو۔''

اس نے لنکن کی کنجی اُس کے حوالے کی۔ زمن کی نظر بار بار کافی کی دو پیالیوں پر پڑتی تھی
اور پھر وہ چاروں طرف دیکھنے لگتا تھا۔

''تم دیر کر رہے ہو۔'' حمید بولا۔

''اوہ..... اچھا.....'' زمن نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے چلے جانے کے بعد حمید نے پھر دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا اور سائرہ کو آواز دی۔

وہ آئی اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔ حمید آہستہ سے بولا۔ ''دس منٹ بعد یہاں سے روانہ
ہو جائیں گے۔''

''میں نے تمہاری گفتگو سنی تھی۔ تم خواہ مخواہ وہم میں پڑ گئے ہو۔ وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی بھی
ہٹ کی نگرانی نہیں کر رہا۔'' سائرہ بولی۔

''ہوسکتا ہے کہ نگرانی کرنے والے آس پاس کے ہٹوں کے اندر ہوں۔''

سائرہ نے بُرا سا منہ بنا کر شانے سکوڑے۔ پھر پوچھا۔ ''یہ آرمڈ کار کیا ہوتی ہے۔''

''اس پر گولیاں اثر نہیں کرتیں۔''

وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں بولی۔ ''اور اگر دشمنوں نے
توپ چلا دی تو کیا ہوگا۔''

''تمہیں گاڑی ہی میں چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔''

''میں پتا نہیں کیوں کس عذاب میں پڑ گئی ہوں۔''

''ویسے تو تم ایڈونچر کی شائق ہی معلوم ہوتی ہو۔''

''کاش نہ ہوتی۔'' وہ مغموم لہجے میں بولی۔ ''ہمارے مذہب نے عورتوں کے لئے جو
مقرر کی ہیں کاش میں اُن سے باہر قدم نہ نکالتی۔''

''اُف فوہ..... اب ایک دم سے اتنی لمبی چھلانگ.....!''

''میں سنجیدہ ہوں حمید صاحب۔''

''اب ان حدود کی طرف پلٹ جانے کی کوشش کرو لیکن اس کے لئے تمہیں اپنے نشے کی
دینی ہوگی۔''

''میں یہ بھی کروں گی۔''

''تو لاؤ وہ شیشی مجھے دے دو۔''

''شش..... شی..... شی.....!'' وہ ہکلا کر رہ گئی۔

''اگر اس وقت ذرا سا بھی ہچکچائیں تو پھر تمہاری واپسی کبھی نہیں ہو سکے گی۔''

''واپسی.....!'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ''واپسی ناممکن ہے حمید صاحب۔''

''خیر چلو..... گاڑی میں بات کریں گے۔''

وہ ہٹ سے باہر نکلے اور حمید نے چوکیدار کو آواز دے کر اطلاع دی کہ وہ جا رہے ہیں۔
کار سامنے ہی کھڑی تھی۔ حمید نے سائرہ کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔

''نہیں..... میں تمہارے ساتھ بیٹھوں گی۔''

''کیا تمہارے گھر والے اس پر معترض نہ ہوں گے۔''

''آپ کس ہوا میں ہیں حمید صاحب۔ میری ممی بہت موڈرن ہیں۔'' کہتی ہوئی وہ اگلی
پر بیٹھ گئی۔

حمید انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ ''لیکن آپ کے ڈیڈی تو خاصے قدامت پسند لگتے ہیں''

''ہوں گے ذاتی طور پر لیکن ممی اُن کی نہیں چلنے دیتیں..... اور وہ تو وزیر بھی ممی ہی کی وجہ

سے بنے ہیں۔ اگر ممی سوشل ورکر نہ ہوتیں تو بقول تمہارے وہ کسی پرائمری سکول کے ہیڈ
ہی ہوتے۔"

حمید لمبی سانس کھینچ کر رہ گیا۔ گاڑی حرکت میں آ گئی تھی۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے عقبی
آئینے کا زاویہ اس طرح بدلا کہ اپنے محکمے کی گاڑی پر نظر رکھ سکے۔ گاڑی زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔

"اگر تمہاری ممی بہت موڈرن ہیں تو پھر تم کیا کر سکو گی۔"

"کس سلسلے میں۔"

"ابھی تم نے کہا تھا نا کہ پھر مذہبی حدود میں واپس جانا چاہتی ہو۔"

"کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جب بھی کسی مشکل میں پڑتی ہوں یہی سوچتی ہوں لیکن ا
تک تو واپسی نہیں ہو سکی ہے۔"

"پہلے قوت ارادی بڑھاؤ۔"

"نشے بازوں کی کوئی قوت ارادی نہیں ہوتی۔"

"محض خیال ہے تمہارا..... تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ شراب سے غسل کیا کرتا تھا۔"

"اور اب.....!"

"سالہا سال سے چکھی تک نہیں۔"

"کیوں..... تم نے کیوں چھوڑ دی تھی۔"

"کرنل فریدی کے لیکچر سے بھوت بھی بھاگتے ہیں۔ وہ بیچاری کس شمار قطار میں ہے۔"

"کیا وہ بھی نہیں پیتے۔"

"نہیں..... وہاں شراب کا کیا کام.....!"

"تم لوگ واقعی عجیب ہو۔"

دفعتاً ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ حمید نے ایئر پیس کان پر لگا کر ریسیور کا سوئچ آن
کر دیا۔ کال ہو رہی تھی۔ "ہیلو کیپٹن..... ہیلو کیپٹن..... تھرٹین کالنگ.....!"

حمید نے کال کا جواب دیا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "اچانک ایک ٹائر فلیٹ

ہے۔ اس لئے رکنا پڑے گا۔ اُوور.....!"

"فکر نہ کرو۔"

"تو کیا آپ چلتے ہی رہیں گے۔ اُوور.....!"

"کیا خیال ہے۔ ٹائر اتفاقاً فلیٹ ہوا ہے یا اور کوئی چکر ہے۔"

"نیلے رنگ کی ایک گاڑی پیچھے تھی۔ وہ برابر سے نکل چلی گئی ہے اُوور.....!"

"اچھی بات ہے۔ تم وہیل تبدیل کرو۔" حمید نے کہا اور بولنے والے کو بتانے لگا کہ وہ
کہاں جا رہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا تھا۔

"میرا پتہ کس کو بتایا تھا۔" سائرہ نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

"تمہارا نام تو نہیں لیا تھا۔ کیا کوئی پولیس آفیسر وزیر صاحب کی کوٹھی پر نہیں جا سکتا۔"

"لیکن تمہارے ساتھیوں نے اب تو مجھے دیکھ ہی لیا ہوگا۔"

"بے فکری سے بیٹھو، خواہ مخواہ بور ہونے کی ضرورت نہیں۔" حمید نے کہا اور عقب نما
آئینے کے زاویئے میں پھر کسی قدر تبدیلی کی۔ نیلے رنگ کی کار عین اس کی گاڑی کے پیچھے تھی
اور فاصلہ بھی زیادہ نہیں تھا۔ حمید نے طویل سانس لی۔ لیکن اُسی رفتار سے چلتا رہا۔ ٹائر تو آرمڈ
کار کا بھی فلیٹ ہو سکتا تھا۔ خیر دیکھا جائے گا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا کوئی گڑبڑ ہے۔" سائرہ نے پوچھا۔

"جس گاڑی میں میرے آدمی تھے اُس کا ٹائر فلیٹ ہو گیا ہے۔"

"تو پھر اب کیا ہوگا۔"

"وہ پہیہ تبدیل کریں گے۔ تم بے فکری سے بیٹھی رہو۔"

"ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔"

اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور گاڑی اچھل پڑی۔ حمید پہلے ہی سے ہوشیار نہ ہوتا تو
اس رفتار پر گاڑی کا الٹ جانا یقینی تھا لیکن وہ اسے بائیں جانب سڑک کے کنارے اُتارتا لیتا
گیا۔ سائرہ ایک ہی بار چیخ کر خاموش ہو گئی تھی۔ نیلی گاڑی کا اب دور دور تک پتہ نہیں تھا۔

حمید نے انجن بند کر دیا۔ لیکن گاڑی سے اُترا نہیں۔ ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر کے تیزی سی پٹرول کار کو کال کرنے لگا۔ فوراً ہی جواب ملا تھا۔ اس نے اطلاع دی کہ آرمڈ کار کا ٹائر بھی فلیٹ ہو گیا ہے۔ اور نیلی گاڑی آگے نکل چلی گئی ہے۔

"آپ کو بڑی دشواری ہو گی۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں فی الحال اسی حال میں یہیں رک رہا ہوں۔ تم بھی وہیل تبدیل کر کے ادھر ہی آ جاؤ۔"

"آپ کے لئے دوسری گاڑی کیوں نہ منگوا دی جائے۔"

"نہیں..... پہلے تم ادھر ہی آؤ۔ اس کے بعد دیکھیں گے۔"

"پتا نہیں کیا ہو رہا ہے۔" سائرہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

حمید ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے بولا۔ "اب تمہیں یقین آیا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ وہ نیلی گاڑی کس کی تھی۔ جس کا حوالہ ابھی تم نے دیا تھا۔"

"میں نہیں جانتا لیکن دونوں گاڑیوں کے خلاف کارروائی اُسی گاڑی سے ہوئی تھی۔"

حمید نے کہا اور بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر گود میں رکھ لیا۔

"یہ کک..... کیا.....!" وہ تھوک نگل کر ہکلائی۔

"یہ ریوالور ہے۔ اعشاریہ تین آٹھ کیلیبر کا۔"

"یہ نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "آخر ہو گا کیا۔"

"میں بھی منتظر ہوں۔" حمید نے کہا اور اپنی سائیڈ کا شیشہ اتارنے لگا۔

"یہ کک..... کیا کر رہے ہو..... اگر کوئی.....!"

"دم گھٹ رہا ہے۔ اس کا ایئر کنڈیشنر بھی خراب ہو گیا ہے۔"

دفعتاً وہ اس طرح چیخی کہ حمید بھی اچھل پڑا۔

پُراسرار جزیرہ

حمید معاملے کی نوعیت کو سمجھنے بھی نہیں پایا تھا کہ اچانک گردن میں ٹیس سی اٹھی۔ ایسا

محسوس ہوا تھا جیسے کوئی جلتی ہوئی لکیر گردن سے گزر کر پورے جسم میں دوڑتی چلی گئی ہو۔ آنکھوں کے سامنے غبار سا چھا گیا اور یہی غبار بڑی تیزی سے گہری تاریکی میں تبدیل ہو گیا۔

سائرہ پر کیا گزری تھی اس کا اندازہ کیسے ہوتا جبکہ اپنا ہی ہوش نہیں رہا تھا۔

جب ہوش آیا تو گویا جگ بیت چکے تھے۔ لیکن اب وہ اُس گاڑی میں نہیں تھا۔ نہ وہ جگہ تھی اور نہ وہ وقت تھا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور قریب ہی سمندر کی لہریں پتھریلے ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ ایک بحری پرندہ چیختا ہوا اُس کے سر پر سے گزر گیا۔ پتا نہیں کب سے وہ اُس چٹان پر پڑا ہوا تھا۔ اچانک اُسے سائرہ یاد آئی۔ وہ بھی تو تھی اس کے ساتھ لیکن اب وہ بالکل تنہا تھا اور یہ ویرانہ یہاں تک کیسے پہنچا..... کون لایا اور کیسے لایا۔ ہر چند کہ وہ بھیڑ بھاڑ والی سڑک نہیں تھی لیکن اب ایسا بھی کیا کہ دن دہاڑے کسی کو اس کی مرضی کے خلاف وہاں سے اٹھا لیا جاتا۔ دوسری گاڑیاں بھی ادھر سے گزرتی ہی رہتی تھیں۔ وہ عجیب سی ہی کیفیت سے گزر رہا تھا۔ حافظہ پوری طرح بحال نہیں ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ اُسے وہ واقعہ یاد آیا۔ اُس نے آرمڈ کار کی کھڑکی کا شیشہ اتارا تھا اور سائرہ چیخی تھی۔ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تھا اور قبل اس کے کہ چیخنے کا سبب معلوم کر سکتا..... خود ہی ذہنی طور پر غائب ہو گیا تھا۔ مگر کیوں؟ اوہ..... گردن کی وہ چبھن جو ایک جلتی ہوئی لکیر کی طرح پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ تو کیا کسی نے گاڑی کے باہر سے اُس پر ڈارٹ گن چلائی تھی۔ گردن میں وہ چبھن ڈارٹ ہی کی تھی؟ اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ ورنہ اچانک بیہوشی کے حملے کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟

کیا سائرہ اس سازش میں شریک تھی۔ یا وہ بھی ڈارٹ گن کا شکار ہوئی تھی۔ بہر حال اُس کے اندیشے درست نکلے۔ سائرہ کے اس طرح مل بیٹھنے کا جو مقصد اس کی سمجھ میں آیا تھا اُس کے برعکس نہیں ہوا۔ لیکن سائرہ پر کیا گزری؟ پتا نہیں اسی کی طرح ماری گئی یا خود بھی اس سازش میں شریک تھی۔ وہ جہنم میں جائے۔ آخر وہ یہاں کھڑا کیا کر رہا ہے دیکھنا چاہئے کہ وہ ہے کہاں۔ ساحل پر دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا اور یہ ساحل ایسا تھا بھی نہیں کہ یہاں کشتیاں لنگر انداز ہو سکتیں۔ لہٰذا مخالف ہی سمت میں چلنا چاہئے۔

وہ چڑھائی پر چڑھتا چلا گیا اور اوپر پہنچ کر دوسری طرف نظر دوڑائی۔ ادھر بھی قابل عبور ڈھلان تھی اور تھوڑے ہی فاصلے پر چھوٹی چھوٹی کچھ عمارتیں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ویرانے میں لاکر نہیں چھوڑا۔ اُس نے سوچا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اسی دوران میں اپنی جیبیں بھی ٹٹولی تھیں۔ ریوالور کے علاوہ اور سب کچھ موجود تھا۔ پرس نکال کر رقم گنی وہ بھی پوری تھی۔

عمارتوں کے قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک چھوٹی سی بستی ہے لیکن کسی نے بھی اس کی طرف خصوصی توجہ نہ دی۔ کچھ عجیب طرح کے لوگ تھے۔ نہ ماہی گیر معلوم ہوتے تھے اور نہ مزدور۔ عمارتیں بھی بناوٹ کے اعتبار سے کچھ عجیب ہی سی تھیں۔ پتا نہیں لوگ کس طرح اُن میں رہتے ہوں گے کیونکہ کسی بھی عمارت میں ایک دروازے کے علاوہ نہ کوئی کھڑکی نظر آتی تھی اور نہ روشندان۔

بستی کے وسط میں ایک جگہ ایک خاصا طویل وعریض پختہ چبوترہ نظر آیا جس پر متعدد میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور لوگ بیٹھے مختلف قسم کے مشروبات پی رہے تھے۔ کچھ میزیں خالی بھی تھیں۔ حمید چلتے چلتے رک گیا۔ کئی لوگ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر قریب سے گزر گئے۔ انہوں نے بھی اُسی چبوترے کی کچھ میزیں سنبھالی تھیں اور سرو کرنے والی خوبصورت لڑکیوں نے اُن کے آرڈر لئے تھے۔

حمید نے بھی چبوترے کی طرف قدم بڑھائے اور کنارے ہی کی ایک میز پر قبضہ کرلیا۔ سرو کرنے والی ایک لڑکی تیزی سے اس کی طرف آئی تھی۔

''فرمایئے جناب.....!'' اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''الا کارتا.....!''

''میں نہیں سمجھی جناب۔''

''مینو.....!''

''یہاں صرف مشروبات آپ کو مل سکیں گے۔''

''کھانے میں کچھ نہیں ہے۔''

''جی نہیں! چائے کافی یا سوفٹ ڈرنکس۔''

''چائے یا کافی کے ساتھ کچھ کھاتے بھی ہیں۔''

''یہاں نہیں کھاتے جناب۔''

''کھانے کی کوئی چیز کہاں ملے گی۔''

''پتا نہیں جناب۔''

''سوال یہ ہے کہ اگر اتفاق سے کوئی مسافر ادھر آ نکلے تو کیا اُسے بھوکا مرنا پڑے گا۔''

''ہرگز نہیں جناب۔ آپ یہاں کسی کے بھی مہمان بن سکتے ہیں۔''

''اور چائے کے ساتھ کچھ کھانے کے لئے کہیں سے بھیک مانگ لاؤں۔''

''آپ کی مرضی جناب۔ ویسے یہاں مشروبات کے ساتھ کچھ کھانے کا رواج نہیں ہے۔''

''کسی کا مہمان بننے کے لئے کیا کرنا پڑتا ہے۔''

''کسی بھی دروازے پر دستک دے کر آواز دیجئے کہ مہمان آیا ہے۔''

''اس بستی کا نام کیا ہے؟''

''بونگی.....!''

''بہت مناسب نام ہے۔ اچھا تو پھر کافی لاؤ۔''

لیکن وہ کھڑی رہی۔

''میں نے کہا تھا کافی لاؤ۔''

''قیمت جناب۔ یہاں قیمت پہلے وصول کی جاتی ہے۔''

حمید نے طویل سانس لے کر جیب سے پرس نکال کر دس کا ایک نوٹ کھینچا اور اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''سب کے ساتھ یہی برتاؤ ہوتا ہے یا صرف مسافروں کو ناقابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔''

''سب کے ساتھ یہی برتاؤ ہوتا ہے جناب۔ لیکن یہ کیا ہے۔''

"یہ دس روپیوں کا نوٹ ہے۔"

"یہ کیا ہوتا ہے۔"

"کیا یہ بدتمیزی بھی یہاں کے آداب میں شامل ہے کہ گاہکوں کا مضحکہ اڑایا جائے" حمید غرایا۔

اور وہ حیرت سے بولی۔ "مجھ سے کیا بدتمیزی سرزد ہوئی ہے جناب۔"

"میں تمہارے منیجر سے گفتگو کروں گا۔"

"اس وقت وہ موجود نہیں ہے۔"

"کوئی ذمہ دار آدمی تو ہوگا۔"

"اس وقت تو میں ہی ذمہ دار ہوں جناب۔"

"تو تم نہیں جانتیں کہ یہ کیا ہے۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔"

اتنے میں ایک آدمی اپنی میز سے اٹھ کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا اور آہستہ سے بولا "کیا قصہ ہے۔"

"یہ میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کر رہی ہیں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہ غلط ہے جناب۔ میں نے کافی کی قیمت طلب کی تھی۔ یہ پتا نہیں کیا دے رہے ہیں۔ کہتے ہیں مسافر ہوں۔"

اجنبی حمید کے ہاتھ میں دبے ہوئے نوٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہ کہاں کی کرنسی ہے؟" اس نے حمید سے پوچھا۔

"آپ بھی نہیں جانتے۔" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ہماری کرنسی کاغذ کی نہیں ہے۔"

"سونے کی ہوگی۔"

"جی ہاں..... یہ دیکھئے۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سنہرا سکہ نکالا اور اسے

حمید کی طرف بڑھا دیا۔ حمید اسے ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا۔ اُس پر ایک طرف بندر کی تصویر تھی اور دوسری طرف "ایک قلت" لکھا ہوا تھا۔

"آخر اس ملک کا کیا نام ہے؟" حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

"طوطا چشمستان۔"

"سب کے سب ایک مسافر کو اُلو بنانے پر تل گئے ہیں۔" حمید اُس پر بھی الٹ پڑا۔

"اوہ.... اچھا میں سمجھ گیا۔" اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "کیا آپ اُدھر ساحل پر پڑے ہوئے تھے۔"

"جی ہاں..... بدقسمتی سے۔"

"پتا نہیں آپ لوگ کہاں سے بہہ بہہ کر ادھر آ جاتے ہیں اور بڑی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ آخر آپ کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"غافلستان سے۔"

"پہلے کبھی نام نہیں سنا۔" وہ مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔

"میرے لئے بھی طوطا چشمستان نئی دریافت ہے۔"

"لیکن آپ یہاں کے کولمبس نہیں بن سکیں گے۔ کیونکہ ہم بھی خاصے ترقی یافتہ ہیں۔"

"کہیں میں مریخ پر تو نہیں پہنچ گیا۔"

"جی نہیں..... آپ مشتری پر ہیں۔"

"یہاں بھی اردو بولی جاتی ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا اور پھر ہاتھ ہلا کر بولا۔

"تشریف رکھئے۔ آپ لوگوں سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ میں دراصل اردو ہی سے بھاگا تھا لیکن یہاں بھی اُس سے سابقہ پڑ گیا۔"

"یہ غافلستان کس سیارے پر ہے جناب۔" اس نے بیٹھتے ہوئے حمید سے پوچھا اور اس کا جواب سنے بغیر لڑکی کی طرف دو سکے بڑھاتا ہوا بولا۔ "کافی کے دو کپ۔"

"غافلستان.....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "غافلستان سیارے ہی کا نام ہے۔"

"ہمارے نظام شمسی میں تو اس نام کا کوئی سیارہ نہیں ہے۔"

''تمہارے سیارے پر کچھ اور کہلاتا ہوگا۔ خیر اس بحث میں کیا رکھا ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہاں زندگی بسر کرنے کے لئے میں قلت کہاں سے فراہم کروں۔''

''ٹیڑھا سوال ہے۔''

''آپ لوگ کیسے حاصل کرتے ہیں۔''

''بارشوں سے۔ لیکن یہ بارشوں کا موسم نہیں ہے۔''

''میں بالکل نہیں سمجھا۔''

''یہاں قلتوں کی بارش ہوتی ہے۔''

''تب تو میں بھوکا مر جاؤں گا۔''

''ہرگز نہیں جناب۔ آپ میرے مہمان بن جایئے۔''

''کب تک کے لئے۔''

''جب تک آپ کا دل چاہے۔ میرے بھائی کے ساتھ ایک مہمان نے اپنی پوری زندگی گذار دی تھی۔''

''بہت دل گردے والے ہیں آپ لوگ۔''

''کیا غم ہے۔ سکے تو آسمان سے برستے ہیں یہاں۔''

''واقعی کوئی پرابلم نہیں ہے۔''

''اتنے میں لڑکی کافی لے آئی اور دونوں خاموشی سے پینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے اس کا نام پوچھا۔

''تین سو چھیاسی بٹا گیارہ۔''

''بٹا بھی۔''

''جی ہاں..... میں گیارہواں تین سو چھیاسی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد یہ نمبر کسی نوزائیدہ کو الاٹ ہو جائے گا اور تین سو چھیاسی بٹا بارہ کہلائے گا۔''

''بہت خوب۔ بڑا اچھا طریقہ ہے۔ ہمارے یہاں نام بھی رکھے جاتے ہیں اور نمبروں

یہ چلا بھی لگایا جاتا ہے۔''

''ہم لوگ زیادہ بوجھ نہیں برداشت کر سکتے۔'' تین سو چھیاسی نے کہا۔

''بہت مزے میں ہیں آپ لوگ۔ لیکن آپ کے مکانات میری سمجھ میں نہیں آئے۔''

''مکانات..... کیسے مکانات.....!''

''یہ سب.....!'' حمید نے چاروں طرف اشارہ کر کے کہا۔

''اوہ.....!'' حمید نے چاروں طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''یہ تو اجتماعی مقبرے ہیں۔''

''کیا مطلب..... اجتماعی مقبرے کیسے ہوتے ہیں۔''

''اوہو، مطلب یہ کہ سارے تین سو چھیاسی ایک ہی مقبرے میں دفن ہوں گے۔''

''اور مکانات کہاں ہیں۔''

''ہم رہنے کے لئے مکان نہیں بناتے۔ کیونکہ حرکت کا نام زندگی ہے۔ قیام تو موت کے ہی ہوتا ہے اس لئے صرف مقبرے بناتے ہیں۔''

''رہتے کہاں ہیں۔''

''جہاں دل چاہتا ہے۔''

''لیکن وہ لڑکی تو کہہ رہی تھی کہ مہمان بننے کے لئے کسی کے دروازے پر دستک دینی ہی ہے۔''

''مراد مقبرے ہی کے دروازے سے تھی۔ اگر آپ مقبرہ نمبر تین سو چھیاسی کے دروازے پر دستک دیتے تو میرے ہی مہمان بنتے۔''

''لیکن آپ مجھے رکھتے کہاں۔''

''دل میں۔'' تین سو چھیاسی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

''ذرا دل کا دروازہ کھولنا۔ مجھے نیند آرہی ہے۔''

''انجکشن کے بغیر ہی۔'' تین سو چھیاسی ہنس کر بولا۔

''کیا مطلب..... کیسا انجکشن.....؟''

''ہم لوگ انجکشن کے بغیر نہیں سو سکتے۔''

''لیکن سوتے کہاں ہو۔''

''جہاں بھی انجکشن لے لیں۔ لیکن اب چونکہ تم مہمان ہو اس لئے کوئی خاص ٹھکانا تلاش کرنا پڑے گا۔''

''کیا کھلے آسمان کے نیچے سوتے ہو۔''

''موسم پر منحصر ہے۔ بارش اور طوفان کا خدشہ ہو تو غاروں میں چلے جاتے ہیں۔''

''اور مرنے والوں کے لئے مقبرے تعمیر کرتے ہو۔''

''اور مر جانے والے کی ہر طرح قدر بھی کرتے ہیں کیونکہ ایک کھانے والا کم ہو جاتا ہے۔''

''تمہارا فلسفہ حیات پسند آیا۔''

''ہم فلسفے ہی سے پیٹ بھرتے ہیں۔ کافی تو تفریحاً پی جاتی ہے۔''

''لیکن میرا پیٹ فلسفے سے نہیں بھرے گا۔ میں روٹی کھاتا ہوں۔''

''یہ کیا چیز ہوتی ہے۔''

''خدا کی پناہ۔ تم روٹی بھی نہیں جانتے۔''

''اچھا.....اچھا..... میں سمجھ گیا۔ شاید آئیڈیالوجی کی بات کر رہے ہو۔''

''آئیڈیالوجی۔'' حمید اچھل پڑا۔ ''نہیں بھئی میں روٹی کی بات کر رہا ہوں جس سے پیٹ بھرتے ہیں۔''

''پیٹ تو فلسفے سے بھرتے ہیں۔''

''طوطا چشمستان میں بھرتے ہوں گے۔ ہمارے یہاں تو روٹی کھائی جاتی ہے۔''

''آخر یہ ہے کیا چیز.....!''

اور حمید انتہائی جھنجھلاہٹ کے عالم میں بتانے لگا کہ روٹی کیا ہوتی ہے۔

''ہمارے لئے بالکل نئی چیز ہے۔ ہم مہیا نہیں کر سکیں گے۔''

''اچھا تو فلسفے سے پیٹ بھر کر مجھے بھی دکھاؤ۔ تاکہ میں بھی کوشش کروں۔''

''ابھی بھوک نہیں ہے۔'' اس نے لاپروائی سے کہا۔

''لیکن مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔''

''مہمان پر لازم ہے کہ میزبان کا پابند رہے۔''

''میرے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جب میں غرق ہوا تھا۔''

''لہروں نے اُسے کہیں اور پہنچا دیا ہوگا۔''

''یہاں کوئی اجنبی لڑکی نہیں دیکھی گئی؟'' حمید نے پوچھا۔

''ہوسکتا ہے دیکھی گئی ہو اور کسی کی مہمان بھی بن گئی ہو۔''

''جب تم لوگ روٹی ہی نہیں کھلا سکتے تو پھر کیسی میزبانی۔''

''مہمان تو باتیں کرنے کے لئے بناتے ہیں۔ اُسی میں فلسفہ بھی نکل آتا ہے اور دونوں کے پیٹ بھی بھر جاتے ہیں۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' حمید نے دل میں کہا۔ ''اگر تنہا نہ ہوتا تو بتاتا۔''

''تم تو خاموش ہو گئے۔'' تین سو چھیاسی تھوڑی دیر بعد بولا۔

''میں نے اپنی روح اپنے سیارے کی طرف روانہ کر دی ہے۔'' حمید نے کہا۔

''اچھا تو پھر خاموش ہی رہو۔''

حمید کا دل چاہا کہ ایک زور دار مکا اس کی ٹھوڑی پر رسید کردے لیکن پھر خیال آیا اپنی تنہائی اور اس عجیب و غریب سچویشن کا اور وہ جذباتی طور پر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

اب اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس بار کس قسم کے مجرم سے سابقہ پڑا ہے۔ اتنا بڑا اسمگلر تھا کہ اس نے اپنی بستیاں بسا رکھی تھیں اور یہ بستی انہی میں سے ایک معلوم ہوتی تھی۔ پتا نہیں [illegible] بھی اُسی کی طرح الجھ گئی ہے یا وہ خود بھی اس سازش میں شریک تھی۔ اگر خود بھی شریک تھی تو اس کی اپنی پوزیشن اتنی خراب نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ بھی اُس کی طرح سازش کا شکار ہوئی ہے تو [illegible] اس حرکت کا مقصد فریدی کے لئے ایک نیا دردِ سر پیدا کرنا ہی ہوسکتا ہے۔

''روح واپس آئی یا نہیں۔'' تین سو چھیاسی نے پوچھا۔

’’آ گئی..... کہو کیا کہتے ہو۔‘‘

’’تم نے اپنا نام یا نمبر ابھی تک نہیں بتایا۔‘‘

’’زیٹو اول..... اول اس لئے کہ ابھی تک کوئی دوسرا زیٹو پیدا نہیں ہو سکا۔‘‘

’’چلو اب یہاں سے اٹھ چلیں۔‘‘

’’ضرور ضرور..... میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔‘‘ حمید اٹھتا ہوا بولا اور دونوں چبوترے سے اُتر آئے۔

’’یہاں کی آبادی کتنی ہے۔‘‘ حمید نے پوچھا۔

’’ابھی تک گردن شماری نہیں ہو سکی۔‘‘

’’تمہارے بیوی بچے کہاں رہتے ہیں۔‘‘

’’یہ کیا ہوتے ہیں۔‘‘

’’سنو..... اگر بیوی بچے بھی سمجھانے پڑے تو میں پاگل ہی ہو جاؤں گا۔‘‘ حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’آخر تم بات بات پر اتنے جذباتی کیوں ہو جاتے ہو۔ بتاؤ بیوی بچے کا کیا مطلب ہوا؟‘‘

’’عورت کا تمہاری زندگی میں کیا مقام ہے۔‘‘

’’والدہ کہلاتی ہے۔‘‘

’’والد بھی ہوتا ہے یا نہیں ہے۔‘‘

’’ہوتا تو ہے لیکن بس یونہی سا۔‘‘

’’اچھا تو جو والدہ کہلاتی ہے وہ والد کی کیا لگتی ہے۔‘‘

’’عقل مند.....!‘‘

’’اور والد اُس کا کیا کہلاتا ہے۔‘‘

’’گھامڑ کہلاتا ہے۔‘‘

’’اچھا..... اچھا..... میں سمجھ گیا۔ یہاں بیوی کو عقل مند اور شوہر کو گھامڑ کہتے ہیں۔‘‘

’’تم لوگ بیوی اور شوہر کہتے ہو۔‘‘ تین سو چھیاسی نے پوچھا۔

’’ہاں..... ہمارے یہاں اُن کے لئے یہی نام رائج ہیں۔ اچھا جن کے وہ والد اور والدہ ہوتے ہیں انہیں تم کیا کہتے ہو۔‘‘

’’طوفان بدتمیزی۔‘‘

’’بہت خوب۔ تو میں نے یہ پوچھا تھا کہ تمہاری عقلمند اور طوفان بدتمیزی کہاں رہتے ہیں۔‘‘

’’ارے وہ.....!‘‘ تین سو چھیاسی شرمیلی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ’’ابھی تو میری مرمت ہی نہیں ہوئی۔‘‘

’’غالباً مرمت شادی کو کہتے ہوں گے۔‘‘

’’شادی کیا.....!‘‘

’’عقل مند اور گھامڑ کے ملاپ کو کہتے ہیں۔‘‘

’’ہاں اُسی کو مرمت کہتے ہیں۔ تمہاری ہو گئی ہے۔‘‘

’’یہاں سے واپسی پر ضرور ہو جائے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم میرے قیام کے لئے اپنا مقبرہ کھلوا دو۔‘‘

’’مرمت ہو جانے سے پہلے میں اُدھر کا رخ بھی نہیں کر سکتا۔‘‘

’’اور اگر مرمت ہونے سے پہلے مر گئے۔‘‘

’’سمندر میں پھکوا دیا جاؤں گا اور نمبر تین سو چھیاسی ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے گا۔‘‘

’’اوہ..... تو کیا مقبرے میں دفن ہونے کے لئے مرمت ضروری ہے۔‘‘

’’ہاں ہمارے یہاں یہی طریقہ رائج ہے۔‘‘

’’تو پھر رات کہاں بسر ہو گی۔‘‘

’’ساحل پر کسی صاف ستھری چٹان کا انتخاب کر لیں گے۔‘‘

’’لیکن میں تو چھت کے نیچے رات بسر کرنے کا عادی ہوں۔‘‘

"تب پھر تم کسی مرمت شدہ کے مہمان بن جاؤ۔"

"یعنی تم اس سے پہلے چھت کے نیچے رہ ہی نہیں سکتے۔"

"ہرگز نہیں۔ چھت ہی کی لالچ میں تو ہم اپنی مرمت کراتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتو ہر گھامڑ اپنی عقل مند کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہو۔"

"بڑی خوفناک جگہ پر آ پڑا ہوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مجبوری ہے، ہم اپنے رسم و رواج کے خلاف نہیں کر سکتے۔"

"جہنم میں جاؤ۔ آخر مجھے کھانا کہاں سے ملے گا۔ بہت زور سے بھوک لگ رہی ہے۔"

"اُف فوہ تو روٹی سے تمہاری مراد کھانا تھی۔"

حمید کا دل چاہا کہ اب اُس کی گردن ہی دبا دے۔ لیکن پھر غریب الوطنی آڑے آئی۔

"تو پھر چلو میں تمہیں کسی مرمت شدہ کا مہمان بنوا دوں۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر ایک جانب کھینچتا ہوا بولا۔

حمید چپ چاپ اُس کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وہ بندرگاہ سے کتنے فاصلے پر ہے۔ یقیناً یہ کوئی الگ تھلگ جزیرہ ہوگا۔ تبھی یہ لوگ یہاں اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ تین سو چھیاسی نے چھوٹی سی ٹارچ نکال لی تھی۔ کیونکہ اب خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر میں تمہارے مقبرے کے دروازے پر دستک دیتا تو تمہارا ہی مہمان بنتا.....!" حمید نے کہا۔

"لیکن کھانے کے مسئلے پر مجھے تمہیں کسی مرمت شدہ ہی کے پاس لے جانا پڑتا کیونکہ کھانا تو عقلمند ہی پکاتی ہے۔"

"تم بے حد عجیب لوگ ہو۔ لیکن مذاق ختم۔ یہ جزیرہ بندرگاہ سے کتنے فاصلے پر ہے۔"

"یہ دونوں الفاظ میرے لئے نئے ہیں۔"

"یعنی جزیرہ..... اور بندرگاہ.....!"

"ہاں..... میں نے پہلے کبھی یہ دونوں الفاظ نہیں سنے۔"

"تو رک کیوں رہے ہو..... چلتے رہو۔"

"تھک گیا ہوں..... ذرا دیر بیٹھ کر ستاؤں گا۔"

"تم چلے ہی کتنے ہو کہ تھک گئے۔"

"ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے چلنے پھرنے کے عادی نہیں ہیں۔"

"سوال تو یہ ہے کہ پھر کام کس طرح کرتے ہو۔"

"کام کیسا کام.....!"

"مطلب یہ کہ روزی کس طرح کماتے ہو۔"

"اچھا اچھا..... میں سمجھ گیا غالباً یہ کہنا چاہتے ہو کہ کام کے بغیر کھاتے کس طرح ہیں۔ ...ے خورد ونوش سکوں سے خریدی جاتی ہیں اور سکے یہاں آسمان سے برستے ہیں پھر کام کاج ...نے کی کیا ضرورت ہے۔"

حمید دانت پیس کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں اب مزید بکواس سننے کی تاب نہیں رہی تھی لیکن ...نچ پوزیشن معلوم کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔ ورنہ کبھی کا اُسے ٹھونک پیٹ کر رکھ ...اہتا۔

"کتنی دیر بیٹھو گے۔" آخر حمید نے جھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"دیکھو دوست دراصل بات یہ ہے کہ میری بندوقہ نے اس وقت یہاں ملنے کا وعدہ کیا ...ذرا اُسے بھی دیکھتے چلیں۔"

"بندوقہ کیا چیز ہے۔"

"وہ جس سے ٹھائیں کی جاتی ہے۔"

"دیکھو اب بیوقوف بنانے کا سلسلہ ختم کردو ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد بہکنے کیوں لگتے ہو۔" تین سو چھیاسی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ورنہ شائد تم بالکل صحیح الدماغ ہو۔"

"اس میں کیا شک ہے۔"

"چلو اٹھو..... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"میں اپنی بندوقہ کا انتظار ضرور کروں گا۔"

"کیا وہ خود اپنے پیروں سے چل کر آئے گی۔"

"اچھا تو کیا تم اسے نوزائیدہ سمجھ رہے ہو۔" تین سو چھیاسی نے قہقہہ لگا کر پوچھا۔

"کیا وہ کوئی ذی روح ہستی ہے۔"

"واہ بھئی تو کیا میں کسی غیر ذی روح سے ٹھائیں کروں گا۔"

خدا کی پناہ۔ حمید نے سوچا کہ کہیں یہ مردود محبوبہ کو تو بندوقہ نہیں کہہ رہا اور مح ٹھائیں۔

پھر خاصی تین تکھار کرنے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ اُس کا خیال درست ہے اور تین سو چھیاسی بے خودی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔ "بہت جلد بندوقہ سے میری مرمت ہو جائ اور میں بھی گھامڑ بن جاؤں گا۔"

"اور وہ بندوقہ سے عقلمند بن جائے گی۔"

"میں تمہیں اُس مبارک موقعے پر ضرور مدعو کروں گا۔" تین سو چھیاسی خوش ہو کر بولا

"اور پھر میں ہمیشہ کے لئے تمہارا مہمان بن جاؤں گا۔"

"بصد خلوص تمہیں بطور دائمی مہمان قبول کروں گا۔"

"فی الحال تو اٹھ ہی چلو ورنہ میں بھوک کی شدت سے بیہوش ہو جاؤں گا۔"

"خیر چلو..... مجھے یہاں موجود نہ پا کر اُس کا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"میں جوڑ دوں گا..... تم فکر نہ کرو۔"

"تم کس طرح جوڑ دو گے۔"

"ارے ہاں یہ تو بتاؤ۔" حمید اس کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔ "وہ تو بندوقہ ہے لیکن تم فی الوقت اس کے کیا کہلاؤ گے۔"

"نصف گھامڑ۔"

"شاعری بھی کرتے ہو؟"

"یہ کیا ہوتی ہے؟"

"چلو وہیں چل کر بتاؤں گا..... جہاں جانا ہے۔"

وہ دونوں چل پڑے اور بالآخر ایک عمارت کے سامنے رک کر تین سو چھیاسی نے کہا۔

"دستک دو اور زور سے کہو کہ مہمان آیا ہے۔"

"تم ہی میری طرف سے یہ سب کچھ کر دو۔"

"میں قوم سے غداری نہیں کر سکتا۔" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔ "ہمارا جو طریقہ ہے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

مجبوراً حمید ہی نے اُس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔ سلائیڈنگ دروازہ ایک طرف سرک گیا اور حمید کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ سامنے ہی موجی بابا کھڑا مسکرا رہا تھا اور سائرہ اس کے پیچھے سر جھکائے کھڑی نظر آئی۔

حاضر غائب

حمید کبھی سائرہ کو دیکھتا تھا اور کبھی موجی بابا کو۔ دفعتاً سائرہ نے سر اٹھا کر حمید کو دیکھا اور تیر کی طرح اُس کی طرف آئی۔

"اوہ..... تم کہاں تھے۔ میں بہت خوفزدہ ہوں۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"انکی موجودگی میں بھی۔" حمید نے موجی بابا کیطرف اشارہ کر کے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"کک..... کن کی موجودگی میں۔" وہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"اوہو.....!" حمید ہنس پڑا۔ "تو مجھے بیوقوف بنانے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" سائرہ نے بے بسی سے کہا۔

"اچھا تو پھر تمہاری بینائی جاتی رہی ہوگی۔"

"شائد ان واقعات سے تمہارا دماغ بہت متاثر ہوا ہے۔"

"یعنی دوسرے لفظوں میں چل گیا ہے۔"

"پھر اور کیا کہوں۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"یعنی تمہاری بینائی بھی محفوظ اور یہ چھ فٹ کا آدمی بھی تمہیں نظر نہیں آ رہا۔"

"کس کی بات کرر ہے ہو۔" وہ اُدھر ہی مڑ کر بولی جدھر موجی بابا کھڑا اب بھی مسکرائے جا رہا تھا۔

"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ حضرت تمہیں نہیں دکھائی دے رہے۔"

"کون حضرت! یہاں میرے اور تمہارے علاوہ تیسرا کون موجود ہے۔"

اس نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ حمید بھی بوکھلا گیا اور عقب سے تین سو چھیاسی کی آواز آئی۔ "تم کیوں ان خاتون کو پریشان کرر ہے ہو۔ اندر تم دونوں کے علاوہ اور کون ہے۔"

حمید اُس کی طرف مڑا۔ وہ باہر ہی رک گیا تھا۔ اندر نہیں آیا تھا لیکن ایسی پوزیشن میں کھڑا تھا کہ اندر کے احوال بھی دیکھ سکتا تھا۔

"کمال ہے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔"

"اجازت ہو تو میں اندر آ جاؤں۔" تین سو چھیاسی نے کہا۔ "مجھے تو یہ خاتون بھی تمہاری طرح ہی اجنبی لگ رہی ہیں۔"

"تم ضرور اندر آ جاؤ..... شاید باہر سے وہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا۔"

حمید نے کہا اور پھر سائرہ کی طرف مڑ گیا۔ لیکن اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ کیونکہ اب موجی بابا وہاں موجود نہیں تھا اور سائرہ جوں کی توں کھڑی تھی۔ تین سو چھیاسی بھی اندر آ گیا۔

"کیا تم نے انہی خاتون کے بارے میں پوچھا تھا یعنی غرق ہونے سے قبل یہی تمہا

نہیں۔" تین سو چھیاسی نے پوچھا۔

"ہاں..... میں نے انہی کا ذکر کیا تھا۔ لیکن وہ کہاں غائب ہوگیا۔"

"کون کہاں غائب ہوگیا۔"

"موجی بابا..... وہ یہاں کھڑا تھا۔" حمید نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں.....!" سائرہ خوفزدہ لہجے میں بولی۔ "خدا کے لئے مجھے اور نہ ڈراؤ۔ یہاں کوئی نہیں تھا۔ میں تنہا تھی۔ بالکل تنہا۔"

"لیکن تم یہاں تک پہنچیں کس طرح۔" حمید اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"گاڑی میں جو کچھ بھی ہوا تھا اس کے بعد کا مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ بس پھر مجھے یہیں ش آیا تھا اور میں اُس وقت سے تمہارے آنے تک بالکل تنہا رہی ہوں۔"

"اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے۔" حمید نے تین سو چھیاسی سے کہا۔ "تم مجھے وہیں لے جہاں یہ تھیں۔"

"واقعی اسے اتفاق ہی کہنا چاہئے۔" تین سو چھیاسی نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ چار سو بٹا تین کا مقبرہ ہے۔ آخر وہ دونوں کہاں گئے۔ میرا مطلب ہے وہ اور اس کی عقلمند۔"

"یہاں کوئی بھی نہیں تھا جب مجھے ہوش آیا تھا۔" سائرہ بولی۔

"میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ آپ غلط کہہ رہی ہیں۔ لیکن اگر وہ دونوں کہیں چلے گئے ہیں انے کا مسئلہ حل نہیں ہو سکے گا۔"

"تم مجھے یہیں کیوں لے آئے تھے۔" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اُن دونوں سے زیادہ مہمان نواز اس بستی میں اور کوئی نہیں ہے۔ اوہ یہ باتیں تو پھر ئی۔ سچ بتاؤ کیا کوئی دوسرا بھی تمہیں یہاں نظر آیا تھا۔"

"میں جھوٹ کیوں بولوں گا۔"

"کیا حلیہ تھا۔" اس نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ حمید اُسے موجی بابا کا حلیہ بتانے

دفعتاً اُس نے وہاں سے بھاگ نکلنے کی کوشش کی لیکن حمید نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑ

لیا۔ وہ بازو چھڑانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ''مجھے جانے دو تا کہ بستی والوں کو بروقت آگاہ کردوں۔ وہ صحرائی دیوانے کی روح تھی جب بھی دکھائی دیتی ہے یہاں طوفان ضرور آتا ہے۔''

قبل اس کے کہ حمید کچھ اور بھی پوچھتا وہ اپنا بازو چھڑا کر بھاگ نکلا۔ حمید نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی لیکن سائرہ راہ میں حائل ہو کر بولی۔ ''ہرگز نہیں۔ اب تم مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔''

''یہاں مجھ سے پہلے بھی کسی سے ملاقات ہوئی تھی۔''

''نہیں کسی سے بھی نہیں۔ آخر ہم ہیں کہاں۔''

''طوطا چشمستان میں اور اس بستی کا نام بونگی ہے۔ یہاں لوگوں کے نام نہیں ہوتے نمبر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ جو ابھی یہاں تھا تین سو چھیاسی بٹا گیارہ کہلاتا ہے۔''

''ان حالات میں بھی تمہاری زندہ دلی برقرار ہے۔'' سائرہ نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

''او ہو تو تم اسے مذاق سمجھتی ہو۔ باہر نکلو گی تو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔''

''ٹھہرو..... میں ذرا یہاں کا جائزہ لے لوں۔''

''پتا نہیں کیا بلا ہے یہ عمارت۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بہت بڑے صندوق میں بند کر دی گئی ہوں۔ اس ایک دروازے کے علاوہ اور کوئی کھڑکی یا دروازہ نہیں ہے۔''

''لیکن گھٹن کا احساس بھی نہیں ہے۔'' حمید نے کہا۔

''ہاں یہ بات تو ہے۔''

''کیا دروازہ تم نے کھولا ہے۔''

''نہیں تو.....!''

''خود بخود کیسے کھل گیا تھا اور یہ تو اب بھی کھلا ہی ہوا ہے۔'' حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''دیکھو جانا مت..... میں تنہا نہیں رہ سکتی۔''

''باتیں کم کرو۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ابھی جو کچھ اس نے دیکھا تھا بادی النظر

انگیز ہی لگا تھا۔ لیکن کیا وہی حقیقت بھی تھی؟ کسی قسم کا شعبدہ اس میں کارفرما نہیں تھا۔

جلد ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ دروازہ برقی نظام کے تحت کام کر رہا تھا۔ اُسے وہ سوئچ مل گیا کے آف اور آن ہونے پر دروازہ کھلتا اور بند ہوتا تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ پھر سائرہ کی پٹ آیا۔

''یہ بڑی عجیب بستی ہے سائرہ بانو.....؟'' وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''یہاں کا سکہ چلتا ہے۔ جسے قلت کہتے ہیں۔ ہماری کرنسی قابل قبول نہیں ہے۔''

''لیکن ہم یہاں پہنچے کیسے؟''

''خدا ہی جانے پہنچے ہیں یا پہنچائے گئے ہیں۔ مجھے تو ساحل سمندر پر ہوش آیا تھا۔ بس چل پڑا اور اس بستی تک آ پہنچا۔ اگر وہ شریف آدمی تین سو چھیاسی نہ مل جاتا تو ایک کپ نصیب نہ ہوتی۔ اس نے میرے لئے کافی خریدی تھی۔ کہہ رہا تھا کہ سکے یہاں سے برستے ہیں۔''

''کہیں ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔'' سائرہ نے کہا۔

''ہرگز نہیں اور سنو..... یہاں شوہر کو گھامڑ اور بیوی کو عقل مند کہتے ہیں۔ محبوبہ بتھوق ہے اور محبت کو ٹھائیں کہتے ہیں۔''

''تم مذاق کر رہے ہو۔''

''اگر وہ واپس آ گیا تو تصدیق ہو جائے گی۔''

''خدا جانے میرے گھر والے کیا سوچ رہے ہوں۔''

''یہی کہ میں تمہیں لے بھاگا۔ جانتی ہو ہم کب سے غائب ہیں۔''

''ن..... نہیں۔''

''ہفتے کو ہمیں کار والا حادثہ پیش آیا تھا اور میری گھڑی کے مطابق آج منگل ہے۔''

''میں تو مر گئی بے موت۔ خداوندا اب کیا ہوگا۔''

''میری گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکے ہوں گے۔''

''اور میں بدنام ہو چکی ہوں گی۔''

''بہر حال میرا قول کرسی نشین ہوا۔''

''تم نے خواہ مخواہ کی باتوں میں دیر کر دی تھی۔ ورنہ ہم جلد ہی واپس ہو سکتے تھے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا۔ وہ تو شروع ہی سے ہمارے پیچھے رہے ہوں گے۔''

''لیکن ہم اگر شہر ہی تک محدود رہتے تو شائد اس کی نوبت نہ آنے پاتی۔'' سائرہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ''خواہ مخواہ ایگل پیچ دوڑے گئے تھے۔''

''ہاں..... میں اسے تسلیم کرلوں گا۔ یہ بنیادی غلطی تھی۔''

''بس پھر اب میرا اور اپنا ماتم کرو۔''

''صرف تمہارا..... میں تو کتنی بار ایسے حالات سے گزر چکا ہوں۔ تمہارے لئے البتہ خاصی پریشانی کا باعث بنے گا یہ واقعہ۔ شادی بھی نہیں ہو سکے گی اس بدنامی کے بعد۔''

''ہونہہ..... شادی تو مجھے ویسے بھی نہیں کرنی تھی۔''

''تمہارا ذاتی معاملہ ہے اس لئے اس پر مزید اظہار خیال کا حق مجھے نہیں پہنچتا۔''

''لیکن تمہارے ڈیڈی کی پوزیشن.....!''

''مجھے صرف اُنہی کی فکر ہے۔''

''کیا تمہیں بھوک نہیں لگ رہی یا کچھ کھا چکی ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔''

''تو آؤ تلاش کریں شاید کھانے کو کچھ موجود ہو۔''

''میں نے کچن تو دیکھا تھا۔ اُدھر ہے۔'' اس نے ایک دریچے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کچھ کھانے کو بھی ہے یا نہیں۔''

''یہ تو نہیں دیکھا تھا۔''

''تعجب ہے کہ تمہیں کھانے پینے کی فکر نہیں ہے۔''

''میں اتنی پریشان ہوں کہ یہ غیر فطری بھی نہیں ہے۔''

''لوگ تو لاشوں پر بیٹھ کر پلاؤ کھاتے ہیں۔''

''میں ان لوگوں میں سے نہیں۔ معمولی سی پریشانی بھی میری بھوک مار دیتی ہے۔''

''یہ تو بہت بُری بات ہے۔ خیر چلو دیکھیں۔'' حمید دریچے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

سائرہ کی رہنمائی میں وہ کچن تک پہنچا تھا جہاں الیکٹرک کے چولہے موجود تھے۔

''ذرا دیکھو تو کتنے ترقی یافتہ لوگ ہیں۔'' حمید نے کہا۔ ''اس عمارت کا سارا کام برقی نظام کے تحت چلتا ہے۔''

''لیکن یہاں تو صرف چولہے ہی چولہے ہیں۔ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔'' سائرہ نے مایوسی سے کہا۔

حمید خاموشی سے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً عقب سے آواز آئی۔ ''خوش آمدید..... ہم نے سنا تھا کہ ہمارے مقبرے میں مہمان ہیں۔''

حمید چونک کر مڑا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جوڑا کھڑا نظر آیا۔ مرد تو کچھ یونہی سا تھا لیکن عورت خاصی دلکش تھی۔ حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں لیکن اس کا اندازہ نہ کر سکا کہ سائرہ پر اس کا کیا اثر ہوا تھا۔

''ہم بھوکے ہیں۔'' حمید نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔

''اوہ ہمیں افسوس ہے۔'' عورت بولی۔ ''تم لوگ اُدھر چلو..... ہم ابھی کھانا پیش کرتے ہیں۔''

مرد بھی حمید اور سائرہ کے ساتھ ہی دوسرے حصے میں چلا آیا تھا۔ عورت کچن ہی میں رہ گئی تھی۔

''میں چار سو پچاس بٹا تین ہوں۔'' مرد نے اپنا تعارف کرایا۔

''اور میں زیٹو ہوں۔''

''بڑی خوشی ہوئی۔'' کہہ کر اس نے مصافحہ کیا اور قدرے توقف کے ساتھ بولا۔ ''دراصل اس وقت ہم ایک پریشانی سے دوچار ہو گئے ہیں۔ اس لئے شاید تمہاری زیادہ خاطر نہ کرسکیں۔''

''کوئی بات نہیں۔ ویسے پریشانی کیا ہے۔''

''کسی وقت بھی طوفان آ سکتا ہے۔''

''کس قسم کا طوفان۔''

''ارے طوفان طوفان.....تیز ہوائیں اور بڑی بڑی لہریں زمین پر چڑھ دوڑتی ہیں۔''

''کیسے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان آئے گا۔''

''صحرائی دیوانے کی روح دکھائی دیتی ہے۔''

''یہ کیا بلا ہے!''

''صدیوں سے ہم پر مسلط ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ یہیں میرے مقبرے میں دکھائی دی تھی اور صرف تم نے دیکھی تھی۔''

''لیکن میں تو اُسے موجی بابا کے نام سے جانتا ہوں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اُسے گوشت پوست میں بھی دیکھ چکا ہوں۔ اُس سے گفتگو بھی کر چکا ہوں۔''

''یہیں.....اسی مقبرے میں۔''

''نہیں.....اپنے سیارے پر۔''

''اوہ.....تو تم کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو۔''

''ہاں میرا خلائی جہاز خراب ہو گیا تھا اس لئے میں ادھر ٹرانسمٹ ہو گیا۔''

''اور یہ تمہاری عقل مند ہیں۔''

''ابھی تو نہیں ہیں۔''

''اوہ.....تو تم ابھی نصف گھامڑ ہو۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں تو گھامڑ ٹو دی پاور فور ہوں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''میں ایک نہیں پوری چار عدد عقلمندوں کا گھامڑ ترین ہوں۔''

''چار عدد.....!'' وہ اچھل پڑا۔ پھر ہنس کر بولا۔ ''تم مذاق کر رہے ہو۔''

''چار سے کم والا وہاں چغد سمجھا جاتا ہے۔''

''یقین نہیں آتا۔''

''اگر میرا خلائی جہاز ٹھیک ہو گیا تو تمہیں اپنے سیارے کی سیر کراؤں گا۔''

''ان سے کیا رشتہ ہے۔'' اُس نے سائرہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''بس میری ہم سفر تھیں۔ میرے ساتھ ہی غلطی سے یہ بھی ٹرانسمٹ ہو گئیں۔''

''تمہارا خلائی جہاز کہاں ہے۔''

''شاید یہاں سے چار ہزار میل کے فاصلے پر خلاء میں معلق ہو گیا ہے۔''

''اگر تم یہاں سے اس پر منتقل نہ ہو سکے تو کیا ہو گا۔''

''یہیں رہ جاؤں گا۔ یہ جگہ بھی کچھ بُری نہیں ہے۔''

اتنے میں اس کی عقل مند نے آ کر اطلاع دی کہ دستر خوان بچھا دیا گیا ہے۔

فرش پر ہی کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ حمید اور سائرہ مر بھکوں کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

''یہ لوگ جس سیارے سے آئے ہیں۔'' چار سو پچاس نے اپنی عقلمند سے کہا۔ ''وہاں گھامڑ کی چار عقلمند ہوتی ہیں۔''

''ارے تو کیا اسی لئے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔'' وہ خوش ہو کر بولی۔

''نہیں یہ بات نہیں ہے محترمہ۔ دراصل میرا خلائی جہاز خراب ہو گیا تھا۔''

''تو کیا یہ انہی میں سے ایک عقلمند ہیں۔'' عورت نے سائرہ کی طرف دیکھ کر پوچھا اور ہنس پڑا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔''

''ہم اپنی عقلمندوں کے ساتھ سفر نہیں کیا کرتے اور نہ کوئی عقلمند اپنے گھامڑ کے ساتھ سفر کرتی ہے۔''

''پھر یہ کون ہے۔''

"ارے یہ ان کی بندوقیں ہوں گی۔" چارسو پچاس بولا۔

"نہیں مجھے ابھی تک کسی سے بھی ٹھائیں نہیں ہوئی۔"

سائرہ ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھی۔ دفعتاً عجیب طرح کی آواز عمارت میں گونجنے لگی اور وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

"کیا ہوا.....کیا بات ہے؟" حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

"خطرے کا الارم.....بھاگو.....!"

"کدھر بھاگیں.....!"

"بس ہمارے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔" کہتا ہوا وہ دروازے کی طرف جھپٹا۔ اس کی عقلمند اُس کے پیچھے تھی۔

"چلو.....اٹھو.....!" سائرہ نے حمید سے کہا۔

"گھاس کھا گئی ہو۔"

"کیا مطلب.....؟"

"جھک مارتے ہیں۔ میں تو کہیں نہ جاؤں گا۔"

"ارے اجنبی جگہ ہے۔ واقعی کوئی خطرہ ہوگا۔"

"خطرات کھلی جگہوں پر ہوتے ہیں۔"

"اگر طوفان ہی آیا تو.....!"

"یہیں زیادہ محفوظ رہیں گے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ لہریں خشکی پر چڑھ آتی ہیں تو پھر بھاگ کر کہاں جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ ان عمارتوں کی ساخت اسی لئے ایسی رکھی گئی ہے۔ لہروں کے اوپر سے گزر جانے کے باوجود بھی ان میں پانی نہ آتا ہوگا۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"ویسے ہوسکتا ہے انہوں نے اس سے بھی زیادہ محفوظ جگہ بنا رکھی ہو۔ جہاں پناہ لیتے ہوں۔ ٹھہرو میں اس دروازے کی ساخت کا بھی جائزہ لے کر کوئی فیصلہ کروں گا۔" حمید نے کہا

اٹھ کر دروازے کی طرف آیا۔ اسے بند کر کے کناروں پر جھریاں تلاش کرنے لگا۔ پھر مڑ کر رہ سے بولا۔ "میرا خیال ہے کہ پانی اندر نہیں آسکے گا۔"

"میں کچھ نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔"

"موجی بابا کو جانتی ہو۔ ایگل بیچ والی خانقاہ میں رہتا ہے۔"

"میں کتنی بار بتاؤں کہ کس موجی بابا کو نہیں جانتی۔ نام تک نہیں سنا۔"

"لیکن ربڑ کے سانپ کے سلسلے میں اُسی نے میری رہنمائی تم تک کی تھی۔"

"کی ہوگی.....میں اُسے نہیں جانتی۔"

"حالانکہ وہ ابھی عمارت میں یہیں تمہارے ساتھ تھا۔ تمہارے آگے ہی کھڑا نظر آیا تھا۔"

"میں یہاں بالکل تنہا تھی۔ آخر تمہیں کس طرح یقین دلاؤں۔"

"کسی طرح بھی نہیں۔ مجھے یہ سب کچھ فراڈ معلوم ہو رہا ہے۔ لیکن اس سے اُن لوگوں کا مقصد ہے فی الحال سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"خدا جانے کس شیطانی چرخے میں پڑ گئے ہیں۔" سائرہ الجھ کر بولی۔

"دیکھتا ہوں یہ اداکاری کب تک چلتی ہے۔"

"کیا مطلب؟ تم عجیب آدمی ہو۔ سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے اور تم اسے کاری سمجھ رہے ہو۔"

"نہ میں اس کا قائل ہوں کہ روحیں دکھائی دیتی ہیں اور نہ اسی پر یقین رکھتا ہوں کہ مجھے نے والی اشیاء تمہیں نہیں دکھائی دیتیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔"

"تم اس سازش میں پوری طرح شریک رہی ہو اور یہ موجی بابا بھی اس سلسلے میں کوئی ل ادا کر رہا ہے۔"

"میں نہیں جانتی کسی موجی بابا کو۔"

یر اس سے کوئی ث نہیں۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خواہ مخواہ تمہارے لئے

پریشان رہا ہوں۔ شائد تمہارے گھر والے تمہاری طویل غیر حاضریوں کے بھی عادی ہیں۔

"یہ سراسر بکواس ہے۔ وہ میری اس زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"مجھے اس سے قطعاً دلچسپی نہیں ہے کہ وہ کیا جانتے ہیں اور کیا نہیں جانتے۔ پوزیشن تو میری خراب ہوئی ہے۔"

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ مجھے اس پر مجبور کیا گیا تھا کہ تم سے مل بیٹھوں لیکن یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھ سے بھی اسی قسم کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔"

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور حمید دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ دروازہ خود بخود کھل گیا اور تین سو چھیاسی کی آواز آئی۔ "ارے تم لوگ ابھی تک یہیں ہو۔"

"پھر کیا کرتے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیا خطرے کا الارم نہیں سنا تھا۔"

"سنا ہوگا لیکن اُس کا مطلب نہ سمجھ سکے ہوں گے۔"

"چلو یہاں سے۔" وہ اندر داخل ہوتا ہوا بولا۔ "طوفان کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔"

"آنے دو..... دیکھا جائے گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ وہ قیامت کا منظر ہوتا ہے۔ بڑی بڑی لہریں خشکی پر چڑھ آتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ اس عمارت پر سے بھی گزر جاتی ہوں گی۔"

"ہاں اتنی ہی اونچی ہوتی ہیں۔"

"تب تو میرا خیال ہے کہ اس عمارت میں ایک قطرہ پانی نہ آتا ہوگا۔"

"پتا نہیں آتا ہے یا نہیں۔ لیکن ایسے مواقع پر ہم یہ عمارتیں چھوڑ کر ایک مخصوص پناہ گاہ میں چلے جاتے ہیں۔"

"میرا یہیں قیام کرنے کا ارادہ ہے۔"

"تمہارے ارادے سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارا یہاں ٹھہرنا قطعی غیر قانونی ہوگا۔"

"غیر قانونی..... میں نہیں سمجھا۔"

"یوں سمجھنے کی کوشش کرو کہ خطرے کا الارم بجنے کے بعد مخصوص پناہ گاہ سے باہر رہنا قابل تعزیر جرم ہے۔"

"تب تو مجبوری ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"یہ جائیں یا نہ جائیں..... میں چلوں گی۔" سائرہ بولی۔

"ہرگز نہیں۔ اگر میری بندوقہ نے تمہیں میرے ساتھ تنہا دیکھ لیا تو میری شامت آ جائے گی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"وہ منہ پھاڑ ہو جائے گی۔"

"یہ منہ پھاڑ کیا ہوتا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"پتا نہیں تم لوگ اُسے کیا کہتے ہو۔"

"ہم شاید منہ پھاڑ ہو جانے کو بھونکنا کہتے ہیں۔"

"بھئی جلدی کرو۔ ورنہ تمہارے ساتھ میں بھی مارا جاؤں گا۔"

ٹھیک اسی وقت باہر سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ تین سو چھیاسی اچھل پڑا اور مڑ کر بھاگنے ہی والا تھا کہ حمید نے اس کی کمر تھام لی۔

"چھوڑو..... مجھے چھوڑو۔" وہ اس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے زور لگانے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" سائرہ چیخی۔

"تم خاموش رہو ورنہ بہت بُرا حشر کروں گا تمہارا۔" حمید نے غصیلی آواز میں کہا اور تین سو چھیاسی کو کمر پر لاد کر پٹخ دیا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"تم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ ہم تینوں یہیں ٹھہریں گے۔ خواہ پھانسی ہی کیوں نہ ہو جائیں۔"

تین سو چھیاسی نے دوبارہ فرش سے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لمبا لمبا لیٹا رہا اور اسی عالم

میں بڑبڑاتا رہا۔ ''تم مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتے۔ مجھے دیکھنے دو کہ یہ فائرنگ کیسی ہو رہی ہے۔''

''کیا یہاں پہلے کبھی فائرنگ نہیں ہوئی۔''

''ہرگز نہیں۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم امن پسند لوگ ہیں۔ یہاں فائرنگ کا کیا کام۔''

''تم نے پہلی بار فائرنگ سنی ہے۔''

''بالکل پہلی بار۔''

''اچھی بات ہے تم اٹھو......!''

''تم ہی اٹھاؤ گے بھی۔ میں خود سے ہرگز نہیں اٹھوں گا۔''

''کیا اس قسم کا بھی کوئی قانون رائج ہے یہاں۔''

''بالکل ہے۔ جو گراتا ہے وہی اٹھاتا بھی ہے۔ ورنہ چھ ماہ کی قید سخت بھگتنی پڑتی ہے۔''

''اٹھانے کے بعد معافی تو نہیں مانگنی پڑتی۔''

''اگر گرانے والا تین ماہ کی قید سخت سے بچنا چاہتا ہے تو ضرور معافی مانگ لیتا ہے۔''

''اور اگر گرنے والا معاف نہ کرے تو۔''

''تو اُسے الٹا لٹکا دیا جاتا ہے۔''

''گرانے والے کو یا معاف نہ کرنے والے کو۔''

''معاف نہ کرنے والے کو۔''

''تو تم یقینی طور پر مجھے معاف کر دو گے۔''

''الٹا لٹکنے سے مجھے چکر آنے لگتے ہیں۔''

اچانک حمید نے ہیلی کوپٹروں کی بھی آواز سنی اور تین سو چھیاسی خود بخود اٹھ بیٹھا۔

''آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''اس بار صحرائی دیوانے کی روح کوئی دوسرا ہی طوفان لائی ہوگی۔'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

فائروں کی آوازیں اب نسبتاً قریب کی معلوم ہو رہی تھیں۔ پھر ایک زوردار دھماکہ۔ بم...

...یہ ہیلی کوپٹر سے بم بھی پھینکا گیا تھا۔

''یہ کک...... کیا ہو رہا ہے۔'' تین سو چھیاسی کانپتا ہوا بولا۔

''داد دو میری دانشمندی کی۔ اگر ہم اس وقت کھلی فضا میں ہوتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا۔''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔''

''پتا نہیں تمہاری بندوقہ کس حال میں ہوگی۔''

''جہنم میں جائے۔ لیکن آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔''

''تم بتا دو۔'' حمید نے سائرہ سے کہا۔

''مم...... میں...... کک...... کیا بتاؤں۔'' وہ ہکلائی۔

''کرنل فریدی سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے۔ اُس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ اب تم لوگ کا حشر......!'' حمید نے کہا اور سائرہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

پھر وہی صورت

تین سو چھیاسی بٹا گیارہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے حمید کو دیکھے جا رہا تھا۔ ایک دھماکہ اور اُس عمارت کی دیواریں جھنجھنا اٹھیں۔ سائرہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ دفعتاً تین سو زور سے ہنس پڑا۔

''مجھے یقین تھا کہ تمہیں مزہ آ رہا ہوگا۔'' حمید نے کہا۔

''اس مقبرے پر ہزار پونڈ کا بم بھی اثر انداز نہیں ہو سکے گا۔'' وہ بدستور ہنستا ہوا بولا۔

''تب تو بڑی خوشی کی بات ہے۔'' حمید نے سائرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''خدا کرے اس عمارت ہی پر......!'' وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگئی۔

...اکن چکی ہو کہ اس عمارت پر ہزار پونڈ کا بم بھی اثر انداز نہیں ہوگا۔''

اچانک دروازہ کھلا اور دو آدمی اسٹین گنیں لئے ہوئے اندر گھس آئے۔ ان میں سے ایک حمید کو کور کرتا ہوا بولا۔ ''کیپٹن حمید تم یہیں ٹھہرو گے۔''

''خدا کا شکر ہے کہ ایک تو جان پہچان والا نکلا۔'' حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔

''اور تمہیں یہ بھی بتانا پڑے گا کہ یہ ریڈ کس طرح ہوا ہے۔''

''کمال ہے! بھلا میں کیسے بتا سکوں گا۔''

''یہاں تک پولیس کی رہنمائی کیسے ہوئی۔''

''کیا تم جانتے ہو کہ میں یہاں کیونکر پہنچا ہوں۔''

''ہاں میں جانتا ہوں۔''

''تو پھر اُس وقت تمہارا تعاقب کیا ہوگا جب مجھے یہاں لایا جا رہا تھا۔''

''ایسا ہرگز نہیں ہوا۔''

''تو پھر میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تمہیں اُن لوگوں کی نشاندہی کرنی پڑے گی کیپٹن حمید۔''

''کن لوگوں کی۔''

''اتنے بھولے نہ بنو۔ ورنہ ہم تشدد کرنا بھی جانتے ہیں۔''

''جب سے یہاں آنکھ کھلی ہے کسی کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' حمید نے بے بسی سے کہا۔

''اپنے ان لوگوں کی نشاندہی کرو۔ جو باقاعدہ طور پر ہم میں شامل ہیں۔''

''اوہ..... اچھا میں سمجھ گیا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ میں کرنل فریدی کا اسسٹنٹ ہوں اور انکے سارے معاملات میرے علم میں نہیں ہوتے۔''

''اچھی بات ہے کیپٹن حمید۔ تو اب تم اذیتیں جھیلنے کو تیار ہو جاؤ۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ دوسرے آدمی نے اپنی اسٹین گن کاندھے سے لٹکائی اور آہستہ آہستہ حمید کی طرف بڑھنے لگا۔ تین سو چھیاسی پہلے ہی دیوار سے جا لگا تھا اور سائرہ اُسی

کھڑی ہانپ رہی تھی۔ دوسرا آدمی اب بھی حمید پر اسٹین گن تانے کھڑا تھا اور ٹریگر پر اس کی انگلی کی ہلکی سی جنبش بھی اُسے چھلنی کر سکتی تھی۔ وہ کبھی اُسے دیکھتا تھا اور کبھی اُس آدمی کو جو اس کی جانب ایسے انداز میں بڑھتا آ رہا تھا جیسے دونوں ہاتھوں سے گلا گھونٹ دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

حمید سوچ رہا تھا شائد آج یہ بھی ہو کر رہے گا۔ اور ایک لڑکی کی موجودگی میں یہ بڑی پریشان کن بات تھی۔

اچانک کمرے کی دیواریں ایک عجیب قسم کی گرج سے لرز اٹھیں اور ایسی تیز روشنی سے سابقہ پڑا کہ آنکھیں تلملا کر رہ گئیں۔ حمید کے قدم بھی لڑکھڑائے تھے لیکن وہ ان دونوں مسلح آدمیوں کی طرح فرش پر اوندھا نہیں گرا تھا۔ تین سو چھیاسی اور سائرہ اگر دیوار سے لگے نہ کھڑے رہے ہوتے تو شائد اُن کا بھی یہی حشر ہوتا۔ دونوں مسلح آدمی تو ایسے گرے تھے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔ ان کے جسموں میں ہلکی سی جنبش بھی نہیں پائی جاتی تھی۔

حمید حیرت سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً عقب سے کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ بُری طرح اچھلا تھا۔ لیکن اس بار اُس کے ذہن پر حیرت کی بجائے جھلاہٹ کی یلغار ہوئی۔ کیونکہ اس طرح بے تکلفی سے کندھے پر ہاتھ رکھنے والا موجی بابا تھا۔

اور پھر حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد ہاتھ ہلا کر سائرہ کو قریب بلایا تھا۔ وہ سہمی ہوئی سی آگے بڑھی۔ اُس کے ساتھ ہی تین سو چھیاسی نے بھی قدم بڑھایا تھا۔ لیکن موجی بابا نے اس طرح مٹھی بھینچ کر اپنے ہاتھ کو جھٹکا دیا جیسے تین سو چھیاسی کے منہ پر مکا رسید کیا ہو۔

حالانکہ دونوں کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ لیکن تین سو چھیاسی اس طرح اچھل کر دیوار سے جا ٹکرایا جیسے سچ مچ موجی بابا کا مکا اُس کی ٹھوڑی ہی پر پڑا ہو۔ دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گرا اور بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔

پھر موجی بابا نے حمید اور سائرہ کے بازو تھامے اور انہیں ایک جانب دھکیلنے لگا۔ حمید خاموشی سے اُس کے ساتھ گھسٹتا رہا۔ موجی بابا کا انداز ایسا ہی تھا جیسے انہیں یہاں سے نکال

لے جانا چاہتا تھا۔ باہر پھر ایک دھماکہ ہوا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ ایک تہہ خانے میں اتر رہے تھے۔ موجی بابا کے لبادے کے نیچے سے پھوٹنے والی روشنی اُن سے زینے طے کرا رہی تھی۔ ورنہ یہاں تو اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا۔

زینوں کا اختتام ایک بند دروازے پر ہوا تھا۔ موجی بابا نے دروازے کی جانب انگلی اٹھائی اور وہ خود بخود کھل گیا۔ پھر موجی بابا نے انہیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک خاصی کشادہ سرنگ ثابت ہوئی اور وہ آگے بڑھتے رہے۔ اب موجی بابا اُن کے آگے چل رہا تھا اور وہ اُسکے لبادے سے پھوٹنے والی روشنی میں بہ آسانی اُس تاریک سرنگ کو طے کر رہے تھے۔

دفعتاً حمید نے سائرہ سے پوچھا۔ ”میرے علاوہ تمہیں اور کون دکھائی دے رہا ہے۔“

”کوئی مہربان بزرگ ہیں۔ کوئی اللہ والے۔ جن کی کرامت ہماری گلوخلاصی کا باعث بنی ہے۔“

”کیا اس وقت یہ بزرگ تمہیں نظر آئے تھے جب میں اس عمارت میں داخل ہوا تھا۔“

”ہرگز نہیں۔ اُس وقت میرے علاوہ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔ میں قسم کھا سکتی ہوں۔“

”خیر.....خیر.....دیکھا جائے گا۔“

”کیپٹن حمید اُسے پریشان مت کرو۔“ موجی بابا نے اُن کی طرف مڑے بغیر کہا۔ ”وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔“

”تو پھر اب کیوں نظر آ رہے ہو۔“

”مصلحت خداوندی۔“

”اور تین سو چھیاسی کے بیان کے مطابق تم کسی صحرائی دیوانے کی روح بھی ہو۔“

”جو جس نام سے چاہتا ہے پکارتا ہے۔“

”لیکن وہ یہ بھی کہہ رہا تھا کہ تمہارا اس طرح دیکھا جانا سمندر سے طوفان اٹھنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔“

”وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ آج میں آگ اور خون کا طوفان لے آیا ہوں۔“

”تو کیا یہ پولیس کا ریڈ نہیں تھا۔“

”بالکل تھا۔“

”تو تم پولیس کے انفارمر بھی ہو۔“

”میں کیا ہوں.....اور کیا نہیں ہوں۔ تمہیں اس سے سروکار نہ ہونا چاہئے۔ میں تم دونوں بحفاظت کوسٹ گارڈز کی ایک لانچ تک پہنچا دوں گا۔“

”اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارا ان اسمگلرز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

”میرا تعلق ساری دنیا سے ہے۔“

”بڑا شاعرانہ جواب ہے موجی بابا۔ لیکن تم مجھے کسی طرح بھی مرعوب نہیں کر سکتے۔“

”میں تمہاری جانیں بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مرعوب نہیں کر رہا۔“

”خیر.....خیر.....!“

”کیپٹن حمید میں تمہیں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تم سے کسی قسم کی بھی گفتگو کی جائے۔“

”ظن کا شکریہ۔“ حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔

”فریدی سے کہہ دینا کہ میں اُس کا منتظر ہوں۔“

”ضرور.....ضرور.....کیا وہ بھی اس ریڈ میں شریک ہیں۔“

”بس اب خاموش رہو۔ ہم کھلی فضا میں پہنچنے والے ہیں۔“

حمید نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ خود بھی اب اس سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ الجواب تک اُسے غصہ ہی دلاتا رہا تھا۔ گویا وہ حمید کو بھی کوئی جاہل اور بدعقیدہ آدمی سمجھتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سرد ہوا کے جھونکے حمید کے چہرے سے مس ہونے لگے۔ اب وہ ایک ...رے سے گزر کر کھلے آسمان کے نیچے آ گئے تھے۔ فائروں کی آوازیں سناٹے کا سینہ چھلنی ...رہی تھیں۔ دفعتاً موجی بابا کے لبادے سے پھوٹنے والی روشنی غائب ہو گئی۔ حمید تیزی سے ...لیکن اب موجی بابا کا بھی کہیں پتا نہ تھا۔

”کیا تم دیکھ رہی ہو اُسے۔“ حمید نے سائرہ سے پوچھا۔

"نہیں.....روشنی کے ساتھ ہی خود بھی غائب ہوگیا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ پھر یکایک ساحل کی طرف سے تیز قسم کی روشنی اُن پر پڑی اور حمید نے جلدی سے کہا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھادو۔"

اس نے خود بھی اپنے ہاتھ اٹھادیئے تھے۔ روشنی ان پر سے گزر گئی۔ یہ کسی لانچ پر نصب شدہ گردش کرنے والی سرچ لائٹ تھی۔ روشنی چکر پورا کر کے پھر اُن پر آئی اور اس بار انہی پر رک بھی گئی۔

"ہاتھ اٹھائے رکھنا شائد کوسٹ گارڈز کی لانچ ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"لیکن اب کیا ہوگا۔" وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"خدا ہی جانے۔"

"وہ کہاں غائب ہوگیا۔"

"اسکے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ براہِ کرم اب اس ڈرامے کو طول نہ دو۔"

"تمہیں یقین کیوں نہیں آتا۔"

"میں اس قسم کی روحانی قوت کا قائل نہیں ہوں۔ اسے محض شعبدہ یا بعض افراد کا سفید جھوٹ سمجھتا ہوں۔"

"میں تو کچھ سمجھی ہی نہیں۔ آخر یہ سب کیا ہے۔"

"تمہارا سفید جھوٹ کہ وہ تمہیں اُس عمارت میں نظر نہیں آیا تھا۔"

"مت یقین کرو۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

سرچ لائٹ کی شعاع ان پر جم کر رہ گئی تھی۔ پھر انہوں نے وزنی قدموں کی چاپ سنی جو اُنہی کی طرف بڑھتی آرہی تھی۔

"خاموش کھڑی رہو۔" حمید آہستہ سے بولا اور پھر دو مسلح کوسٹ گارڈز روشنی میں آ گئے۔ ان کے ریوالور ان دونوں کی جانب اٹھے ہوئے تھے۔

"مجھے اجازت دو کہ جیب سے اپنا شناخت نامہ نکال سکوں۔" حمید نے ان سے کہا۔

"لانچ کی طرف۔ شناخت نامہ ہمارا آفیسر ہی دیکھے گا۔" ایک نے ریوالور کو جنبش دے

وہ نشیب میں اترے، ایک گارڈ ان کے آگے چل رہا تھا اور دوسرا پیچھے۔ اس طرح وہ پہنچ گئے۔ یہاں ایک لیفٹیننٹ سے سابقہ پڑا۔ شناختی کارڈ دیکھنے کے بعد ایک قدم بڑھ کر اُس نے حمید کو سلیوٹ کیا۔

"آپ کے محکمے کے مسٹر زمن، ریڈ کرنے والوں کے ساتھ ہیں جناب۔" اس نے

دی۔

وہ انہیں لانچ کے ایک کیبن میں لے آیا تھا۔ سائرہ کی حالت ایک بار پھر ابتر ہوگئی تھی۔

نے آہستہ سے کہا۔ "کیپٹن پلیز.....مجھ پر رحم کرنا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"میرے بارے میں ان لوگوں کو کچھ نہ بتانا۔"

"بغیر پوچھے نہیں بتاؤں گا۔"

"پوچھنے پر بھی تم کچھ اور بتا سکتے ہو۔"

"کیا بتا سکتا ہوں۔"

"میری اصلیت کے علاوہ کچھ بھی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ لیفٹیننٹ انہیں کیبن میں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"سوال تو یہ ہے۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "تین دن سے ہم غائب ہیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میرے اور تمہارے متعلق کتنی افواہیں اڑی ہوں گی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔"

"کمال ہے۔ تم اپنے ٹھگوں کی ہدایت کے مطابق ہی تو میرے ساتھ نکلی تھیں۔"

"میں مجبور تھی۔"

''رہی ہوگی۔لیکن اپنی مجبوریوں کا بار مجھ پر کیوں ڈال رہی ہو۔''

''تم بہت ذہین آدمی ہو۔کوئی اور بات بنا سکتے ہو۔''

''کس بناء پر۔''

''کیا میں تمہیں بالکل اچھی نہیں لگتی۔''

''خاصی خوبصورت اور دلآویز ہو۔''

''تو پھر.....؟''

''تو پھر کیا۔نہ میں تمہیں ٹوسٹ پر لگا کر کھا سکتا ہوں اور نہ تمہاری لسی بنا کر پی سکتا ہوں۔''

''تم ایڈیٹ ہو۔'' وہ بھنا کر بولی۔

''بس پھر کسی ایڈیٹ سے عقلمندی کی توقع نہ رکھو۔''

''بڑے پارسا نہیں ہو۔میں سب جانتی ہوں۔''

''خاموش بیٹھو۔ورنہ تھپڑ رسید کردوں گا۔تمہارے باپ کی عزت بچانے کے لئے میں تمہیں گولی بھی مار سکتا ہوں۔''

''جہنم میں جاؤ۔'' کہہ کر وہ دوسری طرف مڑ گئی۔

اتنے میں کسی نے کیبن کے دروازے پر دستک دی۔

''آجاؤ۔'' حمید نے اونچی آواز میں کہا۔

لیفٹیننٹ نے دروازہ کھولا۔اس کے پیچھے ایک سپاہی ہاتھوں پر ٹرے اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا۔

''صرف کافی پیش کرسکیں گے کیپٹن۔'' لیفٹیننٹ نے کہا۔

''بہت بہت شکریہ۔میں صرف اسی کی ضرورت محسوس کررہا تھا۔'' حمید نے کہا۔

''آپ بھی بیٹھئے اگر مصروفیت نہ ہو۔''

وہ بیٹھ کر ان کے لئے کافی بنانے لگا۔کبھی کبھی وہ سائرہ کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔لیکن اس کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں۔

''یہ ریڈ کس طرح ہوا۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد اُس سے سوال کیا۔

''آپ کی بازیابی کے لئے جناب۔''

''کیا میرے محکمے نے آپ لوگوں سے مدد طلب کی تھی۔''

''جی ہاں۔لیکن اب بات بڑھ گئی ہے۔منشیات کے ذخیرے بھی برآمد کئے جارہے ہیں۔''

''انفارمیشن کس سے ملی تھی۔''

''اس کا علم آپ ہی کے محکمے کو ہوگا۔ہمیں یقین نہیں تھا کہ آپ اتنی آسانی سے مل جائیں گے۔مسٹر زمن کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دے دی گئی ہے۔لیکن انہوں نے کہا ہے کہ ریڈ جاری رہے گا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔کافی کے بعد تمباکو کی طلب محسوس ہورہی تھی۔

''میرا پائپ اور تمباکو کی پاؤچ کہیں ضائع ہوگئے۔'' وہ اپنی جیبیں ٹٹولتا ہوا بولا۔

''سگریٹ ہم فراہم کرسکیں گے جناب۔''

''چلئے.....وہی سہی۔''

''اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیے۔ریڈ کے اختتام تک لانچ سیل نہیں کرسکے گی۔''

''یہ جزیرہ بندرگاہ سے کتنے فاصلے پر ہے۔''

''بیس بائیس میل سمجھ لیجئے۔''

''پرائیویٹ پراپرٹی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''جی ہاں۔''

''کیا نام ہے۔''

''بھورا۔''

''خدا کی پناہ یہ بھورا ہے۔''

''جی ہاں۔''

''اس کا تو حلیہ ہی بدل گیا ہے۔پانچ سال پہلے صرف مچھیرے آباد تھے۔چند

جھونپڑیوں پر مشتمل چھوٹی سی بستی تھی۔ لیکن اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی دوسرے سیارے کا کوئی ٹکڑا ہو۔''

''مجھے اندر سے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔''

''کبھی فرصت ملے تو ضرور دیکھئے گا۔''

''اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔'' لیفٹیننٹ اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں سگریٹیں بھجوا رہا ہوں۔''

وہ چلا گیا اور سائرہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ ''اس نے تو میرے متعلق کچھ بھی نہیں پوچھا۔''

''میں نے بھی تو کچھ نہیں بتایا۔''

''لیکن اپنے محکمے کو تو بتاؤ گے۔''

''میرا محکمہ تو پہلے ہی سے جانتا ہے۔''

''کیا تم نے اپنے آدمیوں کو بتا دیا تھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔''

''نہ بتایا ہو تب بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ بیگم دردانہ شاہد تو جانتی ہیں کہ تم میرے ساتھ تھیں۔ تمہاری گمشدگی پر کیا انہوں نے اپنی زبان بند رکھی ہوگی۔''

''گھر والوں کے لئے میں کم از کم پندرہ دنوں کے لئے گم شدہ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ میں تارجام جانے کے لئے گھر سے نکلی تھی۔ وہاں میری نانہال ہے۔''

''لیکن وہ گاڑی جو خراب ہو کر گیراج میں پہنچ گئی تھی۔''

''وہ ہماری گاڑی نہیں تھی۔ اُسی نامعلوم آدمی کی طرف سے فراہم کی گئی تھی جو میری زندگی پر ایک نحوست کی طرح طاری ہوگیا ہے۔''

''خوب، تو سارے کام پکے ہوئے تھے۔''

''اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ اگر تم چاہو تو ہمارے خاندان کی عزت محفوظ رہ سکتی ہے۔ ایک مجھ گنہگار کی وجہ سے اتنی مزید زندگیوں کو کیوں داغ لگے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ لیکن حمید بت بنا بیٹھا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کتنی قلابازیاں کھا چکی ہے اب تک۔

''سنو.....!'' وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''رونے دھونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تمہارا کرنل کے سامنے رکھوں گا۔ وہ بھی تمہارے باپ کی بہت عزت کرتے ہیں۔ جیسا سمجھیں گے، کریں گے۔''

''نہیں! میں کہتی ہوں میری بات اپنی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ۔''

''کرنل صاحب کو تمہارے بارے میں پہلے ہی سے علم ہے کہ وہ مصنوعی سانپ تمہی نے جیب سے اڑا لیا تھا۔''

''تب پھر مجبوری ہے۔ لیکن کیا وہ میری مجبوریوں کو نظر میں رکھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں گے۔''

''میں انہیں سب کچھ بتا دوں گا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کاندھے ڈال دیئے ہوں۔ حمید نے تھوڑی دیر بعد اطب کیا۔

''اب تو سچی بات بتا دو۔''

''اور اب تم مجھے معاف کر دو۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔ ''میرے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں ہے جو باتوں کی تصدیق کر سکے۔''

''کیا واقعی موجی بابا تمہیں اس وقت نظر نہیں آیا تھا۔ جب میں اس عمارت میں داخل ہوا تھا۔''

''کتنی بار کہوں کہ میں وہاں تنہا تھی۔''

''لیکن دوسری بار جب ہمیں وہاں سے نکال لے جانے کے لئے آیا تھا تو تمہیں بھی یا تھا۔''

''اور میں نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔'' سائرہ نے کہا۔

''میں پہلی بار کی بات کر رہا ہوں۔''

''تم نے جب مجھ سے اُس کے بارے میں پوچھا تھا تو وہ مجھے نہیں دکھائی دیا تھا۔ کس یقین دلاؤں تمہیں۔''

''یہ آدمی میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' حمید نے کہا۔

"تم اسی شخص کے بارے میں مجھ سے پوچھتے رہے تھے کہ میں اُسے جانتی ہوں یا نہیں۔"

"ہاں وہی موجی بابا تھا۔"

"میں نے پہلی بار اُسے دیکھا ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

وہ اسے غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ حمید بھی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "ربڑ کے سانپ کے سلسلے میں موجی بابا ہی نے تمہاری نشاندہی کی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ تمہیں ایک بہت ہی مہنگے نشے کا عادی بنا کر تم سے غیر قانونی حرکتیں کرائی جا رہی ہیں۔"

"تب تو وہ یقیناً کوئی بے حد خدا رسیدہ بزرگ ہے۔" وہ تلخ لہجے میں بولی۔

"پھر تم لوگ اُسی سے اصل مجرم کے بارے میں کیوں نہیں معلوم کر لیتے۔"

"وہ پہیلیوں میں باتیں کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کبھی ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کی بھی نشاندہی کر گیا ہو اور ہم کچھ نہ سمجھ سکے ہوں۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اگر تم لوگ اسے انسپکٹر جنرل آف پولیس بنوا دو تو بڑے فائدے میں رہو گے۔"

"تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔"

"دراصل میں ہی اس گروہ کی سربراہ ہوں اور گروہ کا ہر فرد مجھے اپنی ہی طرح ایک معمولی کارکن سمجھتا ہے مجھے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دو۔"

"اب خاموش بیٹھو۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد زمن لانچ پر دکھائی دیا تھا اور لانچ حرکت میں آ گئی تھی۔

"یہ تو بہت بڑا اڈہ تھا۔" زمن نے حمید کو اطلاع دی۔ "کروڑوں روپے مالیت کی منشیات برآمد ہوئی ہیں۔"

"لیکن کاروبار کے مالک کا سراغ نہیں مل سکا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں۔ اس کا سراغ نہیں مل سکا۔" زمن نے سائرہ کو گھورتے ہوئے کہا اور وہ آنکھیں [چرا]نے لگی۔ آخر زمن پوچھ ہی بیٹھا۔ "آپ کی تعریف.....!"

"تم انہیں ایگل بیچ والے ہٹ میں بھی دیکھ چکے ہو۔"

"لیکن تعارف نہیں ہے۔"

"میری ایک دوست ..... مس سائرہ بانو ہیں۔"

"انہیں بھی تکلیف اٹھانی پڑی۔" زمن خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

"ختم کرو..... یہ بتاؤ کہ اس جگہ کی نشاندہی کس نے کی تھی۔"

"ایک نامعلوم فون کال تھی۔ بتایا گیا تھا کہ اسمگلرز کے ایک گروہ نے تمہارا اغواء کیا ہے [اور ت]مہیں بھورا لے گئے ہیں۔"

"کیا وہ کال ریکارڈ ہوئی تھی۔"

"پوری کال نہیں ریکارڈ ہو سکی تھی۔ البتہ کچھ حصہ ٹیپ پر آ گیا تھا۔"

"اُسے محفوظ رکھنا۔ کیا کرنل صاحب واپس آ گئے۔"

"ابھی ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ لیکن گئے کہاں ہیں۔"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔"

"اب پتا نہیں اصل اغواء تمہارا ہوا تھا یا ان کا۔" زمن نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

"یہ تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔ لہٰذا اس میں سر نہ کھپاؤ۔"

حمید نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کی گمشدگی کے ساتھ ہی سائرہ کا نام نہیں آنے پایا تھا۔ اگر اس قسم کی کوئی رپورٹ ہوئی ہوتی تو زمن اس کا ذکر ضرور کرتا۔ تو پھر آخر اس اغواء کا [مقصد] کیا تھا؟ وہ تو یہی سمجھتا رہا تھا کہ فریدی کو مزید الجھانے کے لئے یہ حرکت کی گئی ہے۔ ظاہر [ہے] اس کا اسسٹنٹ کسی منسٹر کی لڑکی کے ساتھ فرار ہو جاتا تو اُسے کن پریشانیوں کا سامنا کرنا [پڑتا۔ د]راصل کیس بٹے کھاتے میں پڑ جاتا اور اسے مفروروں کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑتا۔

پھر کیا مقصد تھا اس اغواء کا اگر اس کے خلاف منسٹر کی طرف سے رپورٹ نہیں درج

کرائی گئی تھی۔ بندرگاہ پر محکمے کی گاڑیاں موجود تھیں۔ سائرہ نے حمید کو دوسروں سے الگ لے جا کر کہا۔ ''میں تمہارے علاوہ اور کسی کے ساتھ گاڑی میں نہیں بیٹھوں گی۔''

''ہم دونوں ایک گاڑی میں تنہا ہوں گے اور میں تمہیں تمہارے گھر پہنچاؤں گا۔''

وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ لیکن جب ایک ایسی گاڑی مہیا ہوگئی جس پر صرف وہی دونوں تھے تو اُس نے کہا۔ ''میں گھر نہیں جاؤں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''بات کھل جائے گی۔ اگر تمہارے ساتھ گھر گئی۔''

''اچھا تو پھر کہاں جاؤ گی۔''

''تارجام..... تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکے کہ اس دوران میں کیا ہوا تھا۔''

''تمہارا ابھی جواب نہیں ہے۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''ہم دونوں کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ مجھے تارجام والی بس پر بٹھا دو۔''

حمید طویل سانس لے کر رہ گیا۔

واپسی

دوسرے دن فریدی واپس آ گیا۔ حمید کی باضابطہ رپورٹ پہلے ہی سے تیار تھی۔ اُس نے اسے دیکھا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ''تمہارا رول شروع سے آخر تک شاندار رہا ہے۔''

''شکریہ۔ میں تو سمجھا تھا شائد سائرہ کے سلسلے میں آپ مجھ سے جواب طلب کریں۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ.....!'' فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار ابھر آئے تھے۔

''کیا کہنا چاہتے تھے۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''شاید اب سائرہ کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ اُسے تنہا تارجام نہ جانا چاہئے تھا۔''

''وہاں تو اُسے جانا ہی پڑتا کیونکہ گھر والوں کو یہی بتا کر نکلی تھی۔''

''تمہیں اچھی طرح یاد ہے نا کہ اُس نے موجی بابا کو اس وقت دیکھنے کا اعتراف نہیں کیا تھا جب تم وہاں اس کی موجودگی کا اعلان کر رہے تھے۔''

''میں نے اُس وقت بھی اُس سے اعتراف کرانا چاہا تھا جب تارجام والی بس پر بٹھا رہا تھا لیکن اُس نے کسی طرح بھی اُس پر صاد نہیں کیا تھا۔''

''میرا خیال ہے کہ.....!'' فریدی پھر جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ حمید کے استفسار پر بھی نہیں بتایا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

''یہ شخص میری سمجھ میں نہیں آیا۔'' حمید بولا۔

''کون شخص.....؟''

''وہی..... موجی بابا۔'' حمید نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''اُس نے مجھے وہاں سے نکلنے میں مدد دی تھی۔ یقین کیجئے کہ اگر وہ مدد نہ کرتا اور میں اپنی ہی کوشش سے باہر نکلتا تو شاید اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا جاتا۔ کیونکہ وہ جزیرے پر اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔''

''اور وہ اسمگلرز اُسے صحرائی دیوانے کی روح کہتے ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''ہاں اُس شخص نے اس کا حلیہ معلوم کرنے کے بعد یہی کہا تھا۔''

''اور وہ اُس وقت اُسے بھی نہیں نظر آیا تھا جب تم اُسے دیکھ رہے تھے۔''

''جی ہاں۔ اس نے بھی کسی چوتھے کی موجودگی کا اعتراف نہیں کیا تھا۔''

''بے حد دلچسپ۔''

''تو پھر کیا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جائے کہ موجی بابا حقیقتاً کوئی پہنچا ہوا درویش ہے۔''

''ہم ابھی کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔''

''اچھا اگر وہ ٹیلی فون کال موجی بابا ہی کی ثابت ہوئی تو پھر آپ کیا کہیں گے۔''

''دیکھا جائے گا۔ شائد تم نے یہ بھی بتایا تھا کہ اُس کال کا کچھ حصہ ریکارڈ بھی ہو گیا تھا۔''

''جی ہاں..... زمن نے یہی بتایا تھا۔''

''لیبارٹری انچارج سے کہو کہ میں اُسے سننا چاہتا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد اس کا انتظام بھی ہو گیا تھا۔ پہلے آواز سنائی گئی پھر مختلف فیتوں سے آواز کا تجربہ بھی سنوایا گیا تھا۔ حمید بھی فریدی کے ساتھ ہی تھا۔

''سو فیصد اُسی کی آواز معلوم ہوتی ہے۔'' فریدی نے آخر میں اظہارِ خیال کیا اور پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''مزید اطمینان کرنے کے لئے میں براہِ راست اس کی آواز ریکارڈ کر کے اس سے موازنہ کروں گا۔''

''لیکن آپ تھے کہاں؟'' اچانک حمید نے سوال کیا۔

''شہر میں نہیں تھا۔''

''کوئی خاص مواد فراہم کر لائے ہیں۔''

''اس کے بارے میں بھی ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''تو گویا واقعی کچھ ہوا ہے۔''

''بہت کچھ ہوا ہے حمید صاحب۔ بس اب کڑیاں ہی ملانی ہیں۔''

''ملا بھی چکیئے جلدی سے۔ شہر میں خاصی بے چینی پائی جاتی ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''میرا ذہن تو فی الحال موجی بابا اور سائرہ میں الجھا ہوا ہے۔''

''سائرہ کے سلسلے میں مجھے بھی تشویش ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیونکہ محلے کے کچھ لوگوں نے بھی اُسے تمہارے ساتھ دیکھا تھا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تم دونوں کا اغواء ساتھ ہی ہوا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ انہیں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کون ہے۔''

''جو کچھ بھی ہوا ہے وہ ناگزیر تھا۔''

''ایسے چالاک مجرموں سے کبھی کبھی سابقہ پڑتا ہے۔''

''میں ابھی تک یہی نہیں سمجھ سکا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ افضل خاں کو ختم کر کے ایک نارے بیٹھ رہتا اور پولیس جھک مارتی رہ جاتی۔ آخر یہ اتنے ڈرامے کیوں۔ اتنی ہنگامہ آرائی یوں۔''

دفعتاً فریدی چونک کر بولا۔ ''کیا تم اتنے احمق ہو سکتے ہو۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اتنے احمق کہ سائرہ سے اس کے اس عزیز کا پتا بھی نہ معلوم کر لیا ہو جس کے ساتھ قیام رنے کے لئے وہ تارجام گئی ہے۔''

''میں نے اُس کا پتہ نوٹ کیا تھا۔'' حمید جیب سے نوٹ بک نکالتا ہوا بولا۔

''اٹھو.....!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

''اب کہاں؟''

''تارجام.....!''

حمید کی روح فنا ہو گئی۔ آج وہ زیادہ ہلنا جلنا نہیں چاہتا تھا لیکن کرنل فریدی کا اسسٹنٹ انسی کھیل تو نہیں۔ کھڑے گھاٹ تارجام کے لئے روانگی ہوئی تھی۔ حمید کا موڈ خراب ہو گیا اُس نے خاموشی اختیار کر لی۔ فریدی خود ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ شہری آبادی سے نکل آنے بعد حمید نے اونگھنا شروع کر دیا۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل تمام دو یا ڈھائی گھنٹے نیند ئی ہو گی۔ اسی غنودگی کے کُہر سے ایک بڑا سا روشن روشن سوالیہ نشان اُبھرا اور وہ چونک کر یدی کو گھورنے لگا۔

''کیا بات ہے۔'' فریدی نے اسے کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آخر اس کا مقصد کیا تھا۔''

''کس کا مقصد.....؟''

''ہمارے اغواء کا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ اغواء کے بعد شہر میں افواہیں پھیلائی جائیں گی۔ ب کی طرف سے سائرہ کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی جائے گی اور دردانہ شاہد کے

توسط سے یہ بات سامنے لائی جائے گی کہ سائرہ آخری بار میرے ساتھ دیکھی گئی تھی۔"

"آخر یہ سب کیوں ہوتا۔" فریدی نے سوال کیا۔

"آپ کو مزید دشواریوں میں مبتلا کرنے کے لئے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب مجرم ہی کسی دشواری میں پڑ گیا ہے۔"

"کیا مطلب.....؟"

"پہلے وہ ہمیں کسی اور کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا اور اب چاہتا ہے کہ کسی طرف سے ہماری توجہ ہٹ جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"انسپکٹر زیدی کی موت کے بعد سے وہ دشواری میں پڑ گیا ہے۔ پہلے اس کی یہی اسکیم تھی کہ.....!" فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا اور حمید کو الجھن ہونے لگی۔

"خاموش کیوں ہو گئے۔"

"تم سے زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے۔ سائرہ کو زبردستی اس کے گھر ہی پہنچانا چاہئے تھا۔ یا پھر محکمے کے لاک اپ میں رکھ دیتے۔"

"منسٹر کی بیٹی کو۔"

"ہاں! لیکن اگر اب منسٹر کی بیٹی مار ڈالی گئی تو تمہاری گردن پھنس جائے گی۔ محکمے کے لوگوں نے اُسے واپسی کے سفر میں بھی تمہارے ساتھ دیکھا تھا اور اُس صورت میں دردانہ بھی سامنے آ کر شہادت دے گی کہ آخری بار وہ تمہارے ہی ساتھ دیکھی گئی تھی۔"

حمید کا دل حلق میں دھڑکنے لگا۔ واقعی سامنے کی بات تھی۔ اغواء کا الزام قتل کے الزام سے ہلکا ہوتا اور وہ اپنا بیان دینے کے لئے بہر حال زندہ ہوتی۔ لیکن موت کی صورت میں خدا کی پناہ..... اغواء کے بعد موت کی صورت میں..... اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا کہ کیپٹن حمید نے اس کی زبان بندی کے لئے اُسے قتل ہی کر دیا۔

ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ اُس کے جسم سے چھوٹنے لگا۔ شائد فریدی نے اس کی یہ کیفیت

[بھانپ لی] تھی۔ ہنس کر بولا۔ "پرواہ مت کرو۔ دیکھا جائے گا۔"

"آخر کس طرح دیکھا جائے گا۔ اگر وہ سچ مچ تارجام میں مار ڈالی گئی تو سمجھئے کہ میرا بھی [صفای]ا ہو گیا۔"

"میری زندگی میں.....!" فریدی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"آپ ہی کیا کر سکیں گے۔" حمید نے مایوسی سے کہا۔

"اور نہیں تو کیا تم پر کوئی ایسا الزام نہیں آنے دوں گا جس میں تم اپنے ارادے سے [ملوث] نہیں ہوئے۔"

"میں تو نہیں سمجھتا کہ آپ کسی طرح بھی مجھے اس الزام سے بچا سکیں۔"

عجیب سی مسکراہٹ فریدی کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور اس نے بالآخر کہا۔ "جزیرے کی [ساری] آبادی زیرِ حراست ہے۔ لیکن تمہیں تین سو چھیاسی بٹا گیارہ اُن میں نہیں ملے گا۔"

"کیا مطلب.....؟" حمید چونک پڑا۔

"ابھی مطلب نہ پوچھو۔ ورنہ بات بات پر مجھے بور کرتے رہو گے۔"

"آپ کی مرضی۔" حمید نے طویل سانس لی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی۔ غالباً فریدی جلد از جلد تارجام پہنچنا چاہتا تھا۔

"لیکن اگر وہ نہ ملی تو.....!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اسی کا امکان زیادہ ہے۔ ویسے کیا وہ بس تمہاری موجودگی میں تارجام کے لئے روانہ [ہوئی] تھی۔"

"نہیں میں اُسے بس میں بٹھا کر واپس آ گیا تھا۔ بس تو بعد میں گئی ہو گی۔"

"تب تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تارجام ہی گئی ہو گی۔"

"اُف فوہ..... تو کیا۔ یہ بھاگ دوڑ ضائع ہوئی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے کہا۔ "نہ آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تھا اور نہ مجھے [خیا]ل رہا تھا کہ آپ کو اس سے بھی آگاہ کر دیتا۔"

"فکر نہ کرو۔ دیکھا جائے گا۔"

"اب کیا دیکھا جائے گا۔ شائد وہ مجھے ڈوج دے گئی۔"

"اگر تھوڑی سی بھی عقلمند ہوگی تو وہاں ہرگز نہیں جائے گی جہاں اسے جانا تھا۔"

"تو پھر یہیں سے واپس ہو جایئے۔ اتنی عقلمند تو وہ ہے ہی۔"

"تارجام مجھے آنا ہی تھا۔"

"کیا مطلب.....؟"

"مطلب کہاں تک بتاؤں۔ مجرم خاصا پھیلاؤ رکھتا ہے۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔ یہاں کچھ اور بھی دیکھنا ہے آپ کو۔"

"سب سے پہلے ڈائریکٹری میں سائرہ کے خالو کا فون نمبر تلاش کرنا پڑے گا۔"

"کیوں نہیں۔ وہ تارجام کا ایک بڑا صنعت کار ہے۔"

"اس نے اپنے خالو کا نام نہیں بتایا تھا۔ صرف پتہ بتایا تھا۔"

دو بجے کے قریب وہ تارجام پہنچے اور ایک ہوٹل میں لنچ کرنے کے بعد وہیں ڈائریکٹری میں مطلوبہ فون نمبر تلاش کئے۔

لیکن اُس نمبر پر سائرہ سے متعلق استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ سرے سے وہاں پہنچی ہی نہیں تھی۔

"دیکھا تم نے۔" فریدی نے حمید کو مخاطب کیا۔

"کیا ہوا.....؟"

"یہاں نہیں آئی۔ وہ لوگ اس سے بھی لاعلم ہیں کہ یہاں نہ پہنچنے کی صورت میں کہاں گئی ہوگی۔"

"تو کیا وہ روپوش ہوگئی۔"

"اگر مار نہ ڈالی گئی ہوگی تو پھر اسے روپوشی ہی سمجھو۔"

"مار کیوں ڈالی گئی ہوگی۔ اگر افشائے راز کا خدشہ ہے مجرم کو تو اس نے خاصہ

ساتھ گذارا تھا۔ اس لئے اسی جزیرے میں بھی ماری جاسکتی تھی۔ مجرم نے اس سلسلے میں
یوں ضائع کیا۔"

ہوسکتا ہے جزیرے میں پہنچنے کے بعد ہی وہ مجرم سے متعلق کسی خاص نتیجے پر پہنچی ہو
نے اندازہ لگالیا ہو کہ شائد اب وہ اس کی نشاندہی کردے گی۔"

یہ ایک مفروضے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

ظاہر ہے۔ حتمی بات تو اس کی یا اُس کی لاش کی بازیابی کے بعد ہی کہی جاسکے گی۔"

مفروضات بسا اوقات حقیقت سے بہت دور لے جاتے ہیں۔"

اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے گھر والے اس کے بیان کی کس حد تک تصدیق
ئے ہیں اور یہ کام ہوٹل سے باہر ہی ہوسکے گا۔"

"کیا آپ ان سے بھی فون پر رابطہ قائم کریں گے۔"

"یہاں سے تو یہی ہوسکتا ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"یہ کام تو یہاں سے بھی ہوسکتا ہے پھر ہوٹل سے باہر کی بات کیوں کررہے ہیں۔"

"تم زنانہ آواز میں اس سے متعلق پوچھ گچھ کرو گے۔ بس اسی طرح جیسے اس کی کوئی
اس سے ملاقات کی خواہاں ہو۔"

تب تو یہ کام تنہائی کا ہے جہاں آس پاس کوئی متحیر ہونے والا موجود نہ ہو۔"

ایسا فون تمہیں مل جائے گا۔" فریدی نے کہا۔

ر وہ اُسے اپنے ایک شناسا کے گھر لے گیا تھا جہاں سے حمید نے فون پر منسٹر صاحب کی
ے رابطہ قائم کیا۔ فریدی کے مشورے کے مطابق ہی پوچھ گچھ کی تھی اور پھر فریدی کو مطلع
ہ وہ وہاں بھی موجود نہیں ہے۔

وئی عورت بول رہی تھی۔" اس نے کہا۔ "اُس نے بتایا ہے کہ سائرہ تارجام میں
ن خالہ کا پتا بتایا گیا ہے جس کے گھر وہ نہیں پہنچی۔"

یہ اندازہ بھی درست نکلا۔" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔

''اب کیا پروگرام ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اب وہ کام ہوگا جس کے لئے یہاں بہر حال آنا تھا۔''

''وہ کہاں ہوگا۔''

''ایک شو فیکٹری میں۔''

''اوہو تو شو فیکٹری کا قصہ ہے۔''

''سلطانہ تاجور جن جوتوں کا ایکسپورٹ کرتی ہے۔ اُن کی فیکٹری یہیں ہے۔''

''سلطانہ تاجور ایکسپورٹ کرتی ہے۔''

''تاجور خاں کے انتقال کے بعد اُسی نے کاروبار سنبھالا ہے اور اب وہ ایک خاصی دو
صنعت کار ہے۔''

''تو جوتے کی فیکٹری سے آپ کو کیا سروکار۔''

''ہوسکتا ہے سروکار رکھنے کی گنجائش نکل ہی آئے۔''

''میں اپنے ذہن کو خواہ مخواہ تھکانے پر آمادہ نہیں ہوں۔''

''کسی بات پر آمادہ بھی ہو یا نہیں۔''

''گہری نیند سو جانے پر۔''

اور ذرا ہی دیر میں وہ سچ مچ سو گیا۔

پھر آنکھ کھلی تو خود کو تنہا پایا۔ فریدی اُسے گاڑی میں سوتا چھوڑ گیا تھا۔

سیدھا ہو بیٹھا۔ گاڑی جہاں کھڑی تھی بڑی پر فضا جگہ تھی۔ اونچے اونچے گھنے درختوں کی
چھاؤں میں معطر اور خنک ہوا چل رہی تھی۔ اس نے تین چار گہری سانسیں لیں اور جیب میں
تمباکو کی پاؤچ ٹٹولنے لگا۔

گھڑی دیکھی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ گویا وہ پورے دو گھنٹے سویا تھا۔ پھر ان
گھنٹوں کے دوران میں کیا ہوتا رہا تھا۔

اس نے گاڑی سے اترنے کی زحمت نہیں گوارا کی۔ بس بیٹھا پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا

چاروں طرف نظر دوڑاتا رہا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد فریدی کی واپسی ہوئی۔

''میں تو سمجھا تھا کہ شائد ابھی سو ہی رہے ہوگے۔'' اس نے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف کا
دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ کہاں ہو آئے۔''

''فیکٹری میں دیکھ رہا تھا کہ امپورٹڈ سولز پر اپر کیسے چڑھائے جاسکتے ہیں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''سارا کام مشینوں سے ہوتا ہے۔''

''امپورٹڈ سولز سے کیا مراد ہے۔''

''تلے باہر سے منگوائے جاتے ہیں اور اپر یہاں لگائے جاتے ہیں۔''

''اور جوتے ایکسپورٹ کئے جاتے ہیں۔''

فریدی نے کچھ کہے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اب اُس کا رخ واپسی
کے لئے موڑ دیا گیا تھا۔

''میرا ذہن سائرہ ہی میں الجھا ہوا ہے۔'' حمید نے کہا۔

''الجھائے رکھو۔ اب اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر تمہیں بھی اُس کے ساتھ الجھانا مقصود
ہوگا تو مجرم نے اس کی لاش بھی غائب کردی ہوگی۔''

''آپ بڑی بے دردی سے ذکر کر رہے ہیں۔''

''شائد خدانخواستہ بھی کہنا چاہئے تھا مجھے۔''

''ہمارے پیشے نے ہمیں درندہ بنا دیا ہے۔''

''اگر کسی لڑکی کا معاملہ نہ ہوتا تو تم اتنی باتیں ہرگز نہ کرتے۔'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے
میں کہا۔

''مجھے کب اس سے انکار ہے۔ کسی عورت کا قتل میرے لئے بے حد تکلیف دہ ہوتا

"میرا خیال ہے کہ اب تم ڈرائیو کرو۔" فریدی نے کہا۔ "میں بھی تھوڑا سا آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے گاڑی سڑک کے کنارے اتار کر روک دی۔ انہوں نے سیٹیں تبدیل کیں اور گاڑی پھر چل پڑی۔

"ہم یہاں سے سیدھے ایگل بیچ جائیں گے۔" فریدی نے کہا۔ "ذرا دو دو باتیں موجی شاہ سے بھی ہو جائیں۔"

"ضروری نہیں کہ وہ خانقاہ میں مل ہی جائیں۔"

"پھر بھی میں ادھر جانا چاہتا ہوں۔"

سورج غروب ہوتے ہوتے وہ ایگل بیچ پہنچ گئے تھے۔ گاڑی پارکنگ لاٹ میں پارک کر کے خانقاہ کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ حمید نے کہا۔ "وہ آپ کا بڑا قدرداں ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ موجی بابا خانقاہ میں موجود تھا۔ انہیں دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خاص قسم کی چمک پیدا ہوئی اور بڑے پرجوش انداز میں اُس نے ان کا استقبال کیا۔

"میں آپ کا بے حد شکر گذار ہوں۔" فریدی نے کہا۔

وہ عجیب سے انداز میں مسکرا کر رہ گیا۔

"اگر آپ حمید کی رہنمائی نہ کرتے تو یہ اس عمارت سے نہ نکل سکتا۔"

موجی بابا کی آنکھوں میں حیرت کے آثار حمید نے صاف دیکھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فریدی نے کوئی ناقابل فہم بات کہہ دی ہو۔

"میں نے ان کی رہنمائی کی تھی۔" اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حمید کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں سمجھا۔"

"آپ نے اسے اور سائرہ کو اُس عمارت سے نکال کر کوسٹ گارڈز کی لانچ تک پہنچایا تھا۔"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کرنل۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے تو جزیرے پر قدم تک نہیں رکھا۔ بس اتنا ہی کیا تھا کہ ان دونوں کے اغواء کی اطلاع فون پر آپ کے محکمے کو د...

ی۔"

ریدی نے حمید کی طرف دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ے وہ اپنی زبان کو روکے رکھنے کی جدوجہد میں لگا ہوا ہو۔

"ایک بار آپ صرف حمید کو نظر آئے تھے۔ یعنی ان دو افراد کو اس وقت نہیں دکھائی دے تھے جب حمید نے آپ کو دیکھا تھا۔"

"یہ کیسی لایعنی گفتگو ہے کرنل صاحب۔" موجی بابا نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"حمید سے پوچھ لیجیے۔ سائرہ اور دوسرے آدمی نے اُسے بتایا تھا کہ انہوں نے آپ کو یکھا حالانکہ اسی وقت وہاں اس عمارت میں اُن کے سامنے موجود تھے۔"

موجی بابا نے حمید کی طرف دیکھا۔

"کیا آپ اس حقیقت کی تردید کریں گے۔" حمید بولا۔

"بالکل تردید کروں گا۔ میں نے جزیرے پر قدم تک نہیں رکھا۔ لیکن مجھے ان خبیثوں ت ہے کیونکہ انہوں نے ایک بیوہ کی ملکیت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا میں اُن پر نظر رکھتا ان کی نگرانی کرتا رہتا ہوں۔ جیسے ہی کیپٹن حمید وہاں اس لڑکی سمیت پہنچائے گئے تھے طلاع ہو گئی تھی اور میں نے آپ کے محکمے کو مطلع کر دیا تھا۔"

"تو پھر وہ کون تھا۔" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"دوسری بار جب آپ ہمیں اُس عمارت سے نکال رہے تھے تو سائرہ کو بھی نظر آئے تھے۔"

"یہ بالکل غلط ہے۔" وہ پیر پٹخ کر غرایا۔ "میں نے جزیرے پر قدم تک نہیں رکھا۔"

"آپ کی روحانی قوت۔" فریدی نے کہا۔

"میں جن نہیں ہوں کرنل صاحب۔" موجی بابا نے تلخ لہجے میں کہا۔ "روحانی قوت مجھے ئی عطا کر سکتی کہ ایک جسم یہاں رہے اور دوسرا اُس جزیرے میں پہنچ جائے۔ یہ صرف ی باتیں ہیں۔"

"میرا مشاہدہ ہے اور میں اسے فریب نظر سمجھنے پر تیار نہیں ہوں۔" حمید نے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" کہہ کر موجی بابا نے قہقہہ لگایا۔ "اچھا کرنل صاحب اب میں اس خبیث کو منظر عام پر لانے کی کوشش کروں گا۔ جو شائد اب میری آڑ میں کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے تو بہت پہلے اشارہ کر دیا تھا لیکن آپ شائد اس کے خلاف ابھی تک کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔"

"کوشش کر رہا ہوں۔" فریدی سر ہلا کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ "سائرہ بھی غائب ہو گئی ہے۔"

"کہاں غائب ہو گئی ہے۔"

فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم شروع سے سائرہ کی کہانی دہراؤ۔"

حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی تھی۔ لیکن طوعاً و کرہاً اس نے دردانہ شاہد کے یہاں سائرہ سے ملاقات ہونے سے لے کر آخر وقت تک کے واقعات دہرائے اور موجی بابا ہنس کر بولا۔ "اس لڑکی نے آپ کو شروع سے آخر تک بیوقوف بنایا تھا۔"

"آپ ہی نے فرمایا تھا کہ وہ مجبوراً ان لوگوں کے لئے کام کرتی ہے۔ انہوں نے اسے نشے کا عادی بنا دیا ہے۔"

"میں کب کہتا ہوں کہ اس نے مجبوراً آپ کو بیوقوف نہیں بنایا۔ جو کچھ اس سے کہا جاتا رہا ہوگا کرتی رہی ہوگی۔"

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کے بھیس میں جو کوئی بھی تھا اس نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ وہ کب کیا کہے۔"

"ہاں..... میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا اور فریدی سے بولا۔ "اب میں آپ کو بتاؤں گا کہ روحانی قوت کسے کہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ سائرہ غائب ہو گئی۔ شائد یہ بھی سوچ رہے ہوں کہ کہیں قتل نہ کر دی گئی ہو۔"

"ہاں میں یہی سوچ رہا ہوں۔ یا تو خود ہی خوفزدہ ہو کر روپوش ہو گئی ہے یا پھر قتل کر دی گئی ہے۔"

"ظاہر ہے کہ جس نے اسے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا ہوگا وہ اسے زندہ کیوں چھوڑنے لگا۔" موجی بابا نے کہا۔ "اچھا تو کرنل میں ابھی بتاتا ہوں کہ اس کا کیا حشر ہوا۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے ایک بہت لمبی اور پرشور سانس لی اور پھر بالکل ساکت ہو گیا۔ کسی پتھر کے بت کی مانند۔

حمید کبھی فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی موجی بابا کی طرف۔ آنکھوں میں ایسا ہی تاثر تھا جیسے بزبان خاموشی پوچھ رہا ہو۔ "رسید کردوں ایک ڈنڈا اس کے سر پر۔"

فریدی نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد موجی بابا نے آنکھیں کھولیں۔ جو اب پہلے سے زیادہ سرخ اور چمکیلی نظر آ رہی تھی۔ نظریں ملتے ہی حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے الیکٹرک شاک لگا ہو۔

"وہ زندہ ہے کرنل۔" موجی بابا آہستہ سے بولا۔ "بیچ ہوٹل کمرہ نمبر چھیاسی میں مل جائے گی۔ خوفزدہ بھی ہے اور شائد وہ چیز بھی اُس کے پاس نہیں ہے جس کے نشے کی عادی بنا دی گئی ہے۔ جاؤ تصدیق کر لو۔ یہ ہے روحانی قوت۔ میں نے ذہنی طور پر اپنی جگہ چھوڑی تھی۔ جسمانی طور پر یہیں رہا تھا۔ تمہارے سامنے۔"

"یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔" فریدی نے پرتفکر لہجے میں کہا۔ "لیکن آخر آپ کے بھیس میں کون تھا جس سے کیپٹن حمید کا سابقہ پڑا تھا۔"

"سنیئے کرنل صاحب۔ اُسے آپ پھانسی پر چڑھائیں گے۔ اس لئے خود ہی معلوم کیجئے کہ وہ کون ہو سکتا ہے۔ میں کارخانہ قدرت میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔"

"اتنی ہی مدد کیلئے میں آپ کا بے حد شکر گذار ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "اب اجازت دیجئے۔"

"ویسے یہ میری پیشین گوئی ہے کہ اپنی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کے سہارے آپ بہت جلد اس تک پہنچ جائیں گے۔"

فریدی اور حمید وہاں سے بیچ ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ کمرہ نمبر چھیاسی جو اندر سے

مقفل تھا دیر تک دستکیں دینے کے باوجود بھی نہ کھلا۔ پھر فریدی نے ہوٹل کی انتظامیہ سے ماسٹر کی طلب کر کے دروازہ کھولا تھا۔ سائرہ فرش پر بے حس وحرکت پڑی نظر آئی۔

ٹکراؤ

کیپٹن حمید نے اُسے سائرہ کی لاش ہی سمجھا تھا لیکن قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ وہ ابھی سانسیں لے رہی ہے۔ فریدی کا ہاتھ اس کی نبض پر تھا۔

''کیا مر جائے گی۔'' حمید نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں..... شائد نشے کی مطلوبہ مقدار وقت پر نہیں مل سکی تھی۔ تم نیچے جا کر پولیس ہسپتال ایمبولینس کے لئے فون کرو۔'' فریدی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ ہوٹل سے پولیس ہسپتال منتقل کر دی گئی۔

''اب کیا خیال ہے اس کے گھر والوں کو مطلع کریں گے۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہوش میں آنے سے پہلے نہیں۔''

''اور اگر ہوش ہی میں نہ آئی تو۔''

''ہم نہیں جانتے کہ یہ کون ہے۔''

''میں تو جانتا ہوں۔'' حمید نے کہا۔ ''محکمے کے کئی آدمیوں نے اسے میرے ساتھ دیکھا تھا۔''

''تم اسے نجمہ کے نام سے جانتے ہو۔''

''آپ شائد بھول گئے کہ دردانہ شاہد نے اس کا تعارف مجھ سے کرایا تھا۔ منسٹر کی بیٹی کی حیثیت سے۔''

''لہٰذا..... تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اسے میں نے بحالت بیہوشی بیچ ہوٹل میں دریافت کیا تھا اور میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔''

''تو آپ یہیں ٹھہریں گے۔''

''اسی کمرے میں..... اس کے پاس ہی۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔ ''گاڑی تم لے جاؤ۔''

''بہت بہت شکریہ۔ لیکن پھر آپ کی واپسی کیسے ہوگی۔''

''تم میری فکر نہ کرو۔ لیکن تم سیدھے گھر ہی جاؤ گے۔ میں کسی وقت بھی تمہیں طلب کر سکتا ہوں۔''

''خاصی رات ہو چکی ہے۔''

''ضرورت پڑی تو سوتے سے بھی اٹھنا پڑے گا۔''

''آپ وضاحت نہ کرتے تب بھی یہ خدشہ تو میرے لاشعور میں پہلے ہی سے جڑ پکڑ چکا ہے۔''

''بس اب چلے ہی جاؤ۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

حمید کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اُس تمام سامان سمیت کمرے میں داخل ہوا جو سائرہ کو ہوش دلانے کے لئے ضروری تھا اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد سائرہ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

پوری طرح ہوش میں آجانے پر اُس نے اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی۔

''نہیں تم لیٹی رہو اور خود کو قطعی محفوظ تصور کرو۔ میں فریدی ہوں۔ شائد تم نے میرا نام سنا ہو۔''

''ج..... جی ہاں۔''

''تم اُن لوگوں کے نرغے سے نکال لائی گئی ہو جو ایک شہادت ضائع کر دینے کے لئے تمہیں مار ڈالنا چاہتے تھے۔''

''اچھا.....!'' وہ اتنا ہی کہہ سکی۔

''ہر چند کہ اس وقت پولیس ہسپتال میں ہو۔ لیکن اب بھی تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ کیا یہ بتا سکو گی کہ وہ لوگ تمہیں کیوں زندہ رہنے دیں۔''

''مم..... میں نہیں سمجھی۔''

''موجی بابا کے خلاف تم تنہا شاہد ہو اس لئے۔ اس کے گرگے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔''

''مم..... میں تنہا شاہد۔''

''اُس نے تمہیں یہ بیان دینے پر مجبور کیا تھا کہ وہ تمہیں اُس وقت جزیرے والی عمارت میں نہیں دکھائی دیا تھا جب کیپٹن حمید وہاں پہنچا تھا'' فریدی خاموش ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا اور وہ نظریں چراتی رہی۔ ''کیا تم میرے بیان کی تائید نہیں کرو گی۔'' فریدی نے پھر پوچھا۔

''جج..... جی ہاں کروں گی۔ لیکن یہاں ہسپتال میں میرے بارے میں لوگوں کو کیا بتایا گیا ہے۔''

''کچھ نہیں، تمہارا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ کیپٹن حمید نے مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اس لئے میں تمہارے سلسلے میں راز داری برت رہا ہوں۔''

''شکریہ کرنل۔ اُس موجی بابا نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کی ہدایات پر عمل نہ کیا تو میرے خاندان کی بنیادیں ہل جائیں گی۔''

''مجھے یقین تھا کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ لیکن تم بے ہوش کیسے ہوئی تھیں۔''

''رات کے کھانے کے بعد میں نے کافی طلب کی تھی اور اس کے پینے کے بعد اٹھ رہی تھی کہ چکرا کر گر پڑی۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا۔''

''شائد انہوں نے کافی ہی میں تمہیں کوئی نشہ آور چیز دلوائی تھی۔ غالباً وہ تمہیں ہوٹل سے کہیں اور منتقل کر دینا چاہتے تھے۔ ہاں یہ تو بتاؤ کیا بیچ ہوٹل میں قیام کا مشورہ بھی تمہیں انہی لوگوں کی طرف سے ملا تھا۔''

''نہیں..... وہ تو خود میں نے بہت زیادہ خائف ہو جانے کے بعد وہاں پناہ لی تھی۔ کیپٹن نے مجھے تارجام والی بس پر بٹھا دیا تھا۔ بس کی روانگی میں دیر تھی۔ اس لئے میں نے خود مشورہ دیا تھا کہ وہ چلے جائیں۔ پھر میں بس سے اُتر کر بیچ ہوٹل میں چلی گئی تھی۔''

''اب کیا خیال ہے کہاں جاؤ گی۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کروں۔''

''یہاں تم محفوظ رہو گی۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ فی الحال یہیں ٹھہرو۔''

''لیکن اگر کسی نے پہچان لیا تو کیا ہوگا۔''

''اس کا اندیشہ تو ہے۔'' فریدی نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

''کیا آپ بھی مجھے نہیں بچا سکتے۔''

''بچانے والا تو خدا ہے۔ لیکن وہ غلط روی کی کچھ نہ کچھ سزا ضرور دیتا ہے۔''

''ایسی صورت میں موت کے علاوہ اور کچھ نہ چاہوں گی۔''

''قضا و قدر کے معاملات میں کون دخیل ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے ارادے سے مر بھی نہیں ۔ لہٰذا ایسی لاحاصل باتیں سوچنا فضول ہے۔''

''پھر میرا کیا ہوگا۔''

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے کیپٹن حمید نے جس قسم کے وعدے تم سے کئے ہیں ان کا ضرور رکھا جائے گا۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''بے فکری سے سو جاؤ۔ پوری طرح تمہاری حفاظت کی جائے گی۔''

پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔

فریدی وہیں بیٹھا رہا۔ مشکل سے دس منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک نرس نے آ کر کسی کال کی اطلاع دی۔

''پہلے یہاں ڈیوٹی نرس کو بھیج دو۔ پھر میں کال ریسیور کروں گا۔'' فریدی نے کہا۔

"ڈیوٹی نرس کے وہاں پہنچ جانے پر وہ ڈاکٹر کے کمرے میں آیا تھا۔"

"ہیلو.....!" اُس نے میز پر سے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔ "اٹ از فریدی۔"

"السلام علیکم.....!" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"وعلیکم السلام.....!" فریدی کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

"پہچانا.....!" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نہیں.....!" فریدی کا لہجہ خشک تھا۔

"بڑے لوگ غریبوں کو کہاں یاد رکھتے ہیں۔ میں سلطانہ تاجور بول رہی ہوں۔"

"اوہ..... دراصل تمہاری آواز کسی قدر بدل گئی ہے۔ سب خیریت۔"

"میں نے کہا خود آپ کی خیریت دریافت کرلوں۔" سلطانہ تاجور کی آواز آئی۔ "آج میری فیکٹری کی طرف کیسے بھول پڑے۔"

"بس یونہی..... دیکھنا تھا کہ مشینوں سے اپر اور سول کیسے یکجا کیے جاتے ہیں۔ مشینوں سے بنائے ہوئے جوتے تین ماہ بھی نہیں چلتے۔"

"حکم کیجیے، ہینڈ میڈ جتنے جوڑے درکار ہوں حاضر کردیے جائیں۔"

"کسی دن اطمینان سے آؤں گا۔ لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اس وقت پولیس ہسپتال میں ہوں۔"

"پہلے گھر فون کیا تھا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ ہسپتال میں ہیں۔"

"تمہارا فیکٹری منیجر بہت پھرتیلا معلوم ہوتا ہے۔"

"ظاہر ہے۔ اُسے تشویش ہوگئی تھی۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔ ادھر سے گزر رہا تھا کہ تمہاری فیکٹری یاد آ گئی۔"

"تو پھر ہماری طرف کب آ رہے ہیں۔"

"جلد ہی کوشش کروں گا۔"

"کوشش.....!" وہ ہنس کر بولی۔

"یہاں کوشش کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں منتظر رہوں گی۔"

"خدا حافظ۔" کہہ کر فریدی نے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر گھر کے نمبر ڈائیل کیے۔ کال کا ب حمید نے دیا تھا۔

"کیا کچھ دیر پہلے کسی عورت کی کال آئی تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں..... سلطانہ تاجور کی کال تھی۔ میں نے اُسے ہسپتال کے نمبر دیئے تھے۔ کیا کوئی ا بات ہے؟"

"خاص الخاص..... کیا تم کھانا کھا چکے ہو۔"

"جی ہاں، کھا چکا ہوں اور فوراً واپسی کا ارادہ ہے۔"

"بے حد سمجھدار ہو گئے ہو۔"

"کہیں جوتے نہ گانٹھنے پڑ جائیں۔"

"خدا کی پناہ۔ اتنے سمجھدار ہو گئے ہو۔" فریدی نے پُرمسرت لہجے میں کہا اور دوسری سے رابطہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ غالباً یہ حمید کی طرف سے جھنجھلاہٹ کا اظہار ہوا

فریدی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

حمید جلد ہی پہنچ گیا۔ لیکن کچھ زیادہ اچھے موڈ میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بس یونہی رواروی پوچھا۔ "کیا ہوش آ گیا۔"

"اُس سے کہیں زیادہ مجھے ہوش آیا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میں اس معمائی جملے کا مطلب نہیں پوچھوں گا۔"

"بالکل سامنے کی بات بھی معمہ لگنے لگی ہے۔ کچھ دیر پہلے فون پر تو خاصی ذہانت کا ت دیا تھا۔"

"وہاں میں بستر سے بہت قریب تھا۔"

"خیر.....تو میں تمہیں یہ اطلاع دینا چاہتا تھا کہ سائرہ نے اعتراف کرلیا ہے۔"

"کس بات کا۔"

"موجی بابا نے اُسے پہلے ہی ہدایات دے دی تھیں کہ وہ اسے کب نظر آئے گا اور کب نہیں نظر آئے گا۔"

"اپنی جان چھڑانے کے لئے اُس نے یہ بکواس کی ہوگی۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو وہ بھی میرے ذہن میں ہے۔"

"میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟" حمید نے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"یہی کہ اگر موجی بابا خود اس میں ملوث ہوتا تو سائرہ کا پتہ کیوں بتاتا۔"

"جی ہاں، میں یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"تو پھر اس کا یہ خیال بھی درست ہی ہوگا کہ کوئی اور بھی موجی بابا کا رول ادا کرتا رہا ہے۔"

"خیر..... ہاں تو آپ مجھے یہ اطلاع فون پر بھی دے سکتے تھے کہ سائرہ نے اعتراف کرلیا ہے۔"

"لیکن فون پر میں تمہیں تارجام تو نہیں لے جا سکتا تھا؟"

"کیا مطلب.....؟" حمید اچھل پڑا۔

"ہم پھر تارجام جا رہے ہیں۔"

"یہ..... یہ..... کیا بات ہوئی۔"

"آج ہی.......یہ کام ضروری ہے۔ ورنہ کل ہمیں وہاں کچھ بھی نہ ملے گا۔"

"یعنی کہ اُس شو فیکٹری میں کچھ ہے۔"

"جلدی کرو۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ دونوں باہر نکلے۔ قریب ہی کے ایک پٹرول پمپ سے ٹینک لبریز کرایا اور لنکن تارجام کی طرف روانہ ہوگئی۔

"سلطانہ تاجور نے کس سلسلے میں کال کی تھی۔"

"منیجر نے اُسے اطلاع دی تھی کہ میں فیکٹری میں گیا تھا۔"

"اوہ.....تو کیا.....؟"

"میرا خیال ہے کہ اُسے اس کا بھی علم ہوگیا ہے کہ میں نے فیکٹری کی نگرانی شروع کرادی ہے۔"

"نگرانی بھی شروع کرادی ہے۔"

"دکھاوا ہے۔ اس انداز میں کہ اُن لوگوں کو نگرانی کا علم ہوجائے۔"

"اس سے کیا ہوگا۔"

"سراسیمگی میں مبتلا ہوکر وہ حماقتیں کریں گے اور میں شکار کھیلوں گا۔"

"عجیب چکر ہے۔ قصہ شروع ہوا تھا افضل خان کی موت سے اور شائد اس کا اختتام ن سازی پر ہوگا۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔"

"دیکھنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ فریدی اس اموش ہی رہا تھا۔

حمید نے اونگھنا شروع کردیا۔ پتہ نہیں کیوں آج کل ہر وقت ذہن پر نیم غنودگی کی سی یت طاری رہتی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد غنودگی گہری نیند میں تبدیل ہوگئی۔ فریدی نے بھی پھر ے نہیں چھیڑا تھا۔ لیکن تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہا تھا۔

حمید بیدار ہوتا تو اسے پتا چلتا کہ کس طرح گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے ہوا تھا۔

لیکن فریدی نے تارجام کے نواح میں داخل ہوکر گاڑی روک دی تھی اور فیکٹری بھی ہاں سے کئی فرلانگ کے فاصلے پر واقع تھی۔

اس نے حمید کو جگایا اور وہ بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔ "یا پہنچ گئے۔"

"جی ہاں.....لیکن اب پیدل۔"

"جی کک..... کیا مطلب.....؟" حمید نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ تو ویرانہ معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں..... یہاں سے فیکٹری دو ڈھائی فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔"

"تو اتنی دور گاڑی کیوں روکی ہے۔"

"علانیہ چھاپہ مارنے نہیں جا رہے۔"

"بے ضابطہ تلاشی کا چکر تو نہیں ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔"

"آپ کی مرضی۔" حمید نے طویل سانس لی اور گاڑی سے اتر آیا۔

"ریوالور ہے؟"

"جی ہاں..... میں جانتا تھا کہ محض میری شکل دیکھنے کے لئے آپ نہیں طلب فر سکتے۔"

"بس تو پھر چل پڑو..... ادھر سے آؤ تا کہ عمارت اُوٹ ہی میں رہے۔"

"حضور والا۔ اگر آپ نے دکھاوے کی نگرانی کرائی ہے تو وہ لوگ بھی غافل نہ ہو گے۔"

"حمید صاحب! میں یہ چاہتا ہوں کہ آج آخری ڈرامہ بھی ہو جائے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"حالانکہ یہ کل ہی کی با ہے کہ ڈرامے کے ایک سین میں تم نے بھی اپنا رول اد کیا تھا۔"

"ڈرامہ..... ہاں وہ ڈرامہ ہی تھا۔ لیکن کیوں؟"

"کسی معقول ے بغیر اتنی تگ و دو نہیں کی جاتی۔ مجھے تو یہ مجرم کا کوئی کثیر المقاصد منصوبہ معلوم ہوتا۔ س اب خاموشی سے چلو۔"

مطلع صاف دنے کی بناء پر گہرا اندھیرا نہیں تھا۔ وہ بہ آسانی راستہ طے کر رہے

دفعتاً کسی جانب سے ایک فائر ہوا اور حمید نے فریدی کو گرتے دیکھا۔ "کیا ہوا۔" کہہ کر نے اُسے سنبھالنے کی کوشش کی۔

"احمق.....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "زمین پر۔"

اور پھر حمید بھی بڑی پھرتی سے زمین پر گر گیا۔ فریدی سینے کے بل بائیں جانب سرک رہا ید بھی اُس کی تقلید کرتا رہا۔ فائر پھر ہوا اور حمید نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔

ریدی نے فائر کی سمت کا تعین کر لیا تھا۔ اس لئے تیزی سے پلٹ کر حمید سے بولا۔

"مزید بائیں جانب سرک کر پلٹ چلو..... فائر مت کرنا۔"

"کچھ دور اسی طرح سرکتے رہنے کے بعد فریدی دائیں جانب مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شک نالے میں اتر رہے تھے اور یہاں گھنے درختوں کی وجہ سے گہری تاریکی تھی۔"

"آخر چکر کیا ہے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"وہ ہماری موجودگی سے لاعلم نہیں ہیں۔"

"ظاہر ہے۔ دکھاوے کی نگرانی کرائیں گے تو یہی ہوگا۔"

"تم کہیں سو نہ جانا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ نالے کی تہہ تک پہنچ چکے تھے اور پھر انہوں نے اوپر دوڑتے ہوئے ں کی آواز سنی جو بتدریج دور ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے بعد پھر سناٹا چھا گیا تھا۔

"اب کیا یہیں مکان بنوا لینے کا ارادہ ہے۔" حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

"جی نہیں۔ آپ کے لئے مسہری منگوائی ہے۔" جواب ملا۔

"ٹھیک ہے۔ تو بیٹھے رہیے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ ایک ہی جگہ جم کر رہ گیا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد قریب ہی سے کسی کے آہٹ سنائی دی اور اُس نے فائر کی سمت فائر کر دیا۔ بس پھر کیا تھا اوپر سے گویا فائروں کی اڑ شروع ہو گئی۔

فریدی نے جھپٹ کر حمید کا بازو تھاما اور مخالف سمت میں دوڑنا شروع کر دیا۔ حمید نے

ٹھوکر کھائی اور نیچے چلا آیا۔ اُس کے ساتھ ہی فریدی بھی جھٹکا لگنے کی بنا پر لڑکھڑایا تھا۔ فائروں کی آوازیں اب بھی آ رہی تھیں۔ لیکن اندھیرے میں ٹارگٹ کیا ملتا۔ پھر بھی وہ خطرے میں تھے کیونکہ وہ نامعلوم افراد شائد چاروں طرف سے فائر کر رہے تھے۔

کوئی بھولی بھٹکی گولی ادھر کا رخ بھی کر سکتی تھی۔ حمید نے اٹھنا چاہا۔ لیکن فریدی آہستہ سے بولا۔ ''پڑے رہو..... اب یہیں ٹھہریں گے۔'' وہ اُس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔

''دودھ کی شیشی تو گاڑی ہی میں رہ گئی تھی۔'' حمید جلے کٹے لہجے میں بولا اور فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔

''طنز کر رہے ہو مجھ پر۔'' اس نے پوچھا۔

''جی نہیں..... عالم شیر خواری کی طرف پلٹ جانا چاہتا ہوں۔''

''جس طرح چاہو۔ جی بہلاؤ۔ کچھ دیر یہیں ٹھہرنا ہے۔''

''آخر ہم آئے کیوں تھے؟''

''یہی دیکھنے کہ یہاں کیا کچھ ہوتا ہے۔''

''سو دیکھ رہے ہیں۔''

''آخر تم اتنے بور کیوں ہو رہے ہو۔''

''منتظر ہوں کہ اندھیرے میں کوئی سانپ ڈس لے۔ پھر آپ کو بتا دوں گا کہ کیوں بور ہو رہا ہوں۔ ویسے شائد وہ کتا آپ کی گولی کا شکار ہو گیا تھا۔ پھر اُس کی آواز نہیں سنائی دی۔''

''شائد۔''

''لیکن وہ کہاں گئے جو دکھاوے کی نگرانی کر رہے تھے۔''

''یہ دوطرفہ فائرنگ ہو رہی ہے حمید صاحب۔ ہمارے آدمی بھی چوکس ہیں۔''

''اور بیچارے ہم۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''اچھی بات ہے۔ تو بن جاؤ ٹارزن۔ لگاؤ ایک نعرہ اور ٹوٹ پڑو اندھیرے پر۔''

''آپ شائد دوسرے کتے کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اب کوئی کتا نہیں آئے گا۔ کیونکہ اب وہ خود گھیر لئے گئے ہیں۔''

''آپ اندھیرے میں بھی قیاس کر سکتے ہیں۔ کمال ہے۔''

''قیاس نہیں کر سکتا بلکہ اندھیرے میں بھی اپنے آدمیوں کے ایکشن کا انداز پہچان سکتا ہوں۔''

''ریگولرز ہیں یا بلیکیز.....!''

''ایسے کام صرف بلیکیز سے لیتا ہوں۔''

''انہیں کیسے معلوم ہوگا کہ ہم یہاں اُمور خانہ داری میں مصروف ہیں۔''

''بس اب تم اٹھ ہی بیٹھو۔'' فریدی نے کسی قدر تلخ لہجے میں کہا۔ ''ورنہ کہیں کسی مڈوائف نہ طلب کرلینا پڑے۔''

''یہ آخر مڈوائف کیوں کہلاتی ہے۔'' حمید نے چہک کر پوچھا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اُس کی سماعت فائروں کی طرف متوجہ تھی۔ جن کا زور اب ٹوٹ ا۔

اور پھر..... اچانک ایک جانب سے سیٹی کی آواز آئی اور فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''چلو اٹھو۔''

حمید بھی جو اس دوران میں اٹھ بیٹھا تھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ سیٹی کی آواز پھر آئی۔ فائر ئی بند ہو چکے تھے۔

فریدی کا رخ سیٹی کی آواز ہی کی طرف تھا۔ کچھ دور چل کر وہ چڑھائی طے کرنے لگا۔ ں سے کئی قدم پیچھے تھا اور اسے چڑھائی طے کرنے کے لئے پیروں کے ساتھ ہی ہاتھ ستعمال کرنے پڑے تھے۔ اوپر پہنچ کر فریدی نے کسی پرندے کی سی آواز نکالی تھی۔ فوراً ئی دوسری آواز سنائی دی۔

مید مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک درخت کے تنے کی ے کوئی نکل کر ان کی جانب آیا۔

''بلیک سکس سر.....!'' اس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"کیا رہی.....؟"

"انہوں نے کریٹ یہاں سے تارجام کے ایک گودام میں منتقل کردیئے ہیں۔ یہاں کے گودام میں اب کچھ بھی نہیں ہے۔"

"اور ان لوگوں کا کیا ہوا جو فائرنگ کر رہے تھے۔"

"وہ فرار ہو گئے۔ اُن کے ساتھ ایک کتا بھی تھا جو شائد مارا گیا۔"

"اس کے مارے جانے ہی کی بناء پر تو وہ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔"

"جی ہاں اور پھر ہم نے اُن پر فائرنگ شروع کردی تھی۔"

دفعتاً پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیئے۔ گاڑیاں شائد اسی طرف آ رہی تھیں۔ پھر ہیڈ لائیٹس کی شعاعوں سے اندھیرے کا سینہ چھلنی ہونے لگا۔

"تم جاؤ۔" فریدی نے بلیک سکس سے کہا اور حمید کے دل میں حسرت ہی رہ گئی کہ اس کی شکل دیکھ سکتا۔ وہ نالے میں اترتا چلا گیا تھا۔

فریدی اور حمید وہیں کھڑے رہ گئے۔ دفعتاً کسی گاڑی کی روشنی ان پر بھی پڑی اور فوراً ہی مائیکروفون سے کہا گیا۔ "خبردار۔ اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا۔ تم نشانے پر ہو۔" حمید کو ہنسی آ گئی۔ لیکن فریدی نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے۔ گاڑی انہی کی سیدھ میں آ رہی تھی۔ قریباً چھ گز کے فاصلے پر رک گئی۔ دوسری تین گاڑیاں ایسے زاویوں سے آئی تھیں کہ انہیں پوری طرح گھیرے میں لے لیں۔

"پہلے ان کی جامہ تلاشی لو۔" کسی نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ان میں سے کوئی پکڑا بھی گیا یا نہیں۔"

"کون ہے؟" کسی نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"کرنل فریدی فرام سنٹرل انٹیلی جنس۔" حمید بولا۔

اور پھر وہ سب بوکھلا کر گاڑیوں سے اتر آئے۔

ان کے انچارج نے بتایا کہ شو فیکٹری کے چوکیدار نے فون پر فائرنگ کی اطلاع دی تھی۔

"اور جناب..... اُدھر راستے میں تین لاشیں بھی ملی ہیں۔"

"اوہ کہاں؟" فریدی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ "کس قسم کے لوگ ہیں۔"

"کچھ عجیب وضع کے ہیں۔ آپ دیکھ لیجئے۔"

اور پھر وہ دونوں انہی گاڑیوں میں سے ایک پر بیٹھ کر جائے وقوعہ پر پہنچے تھے۔ انچارج نے لاشوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی ہی تھی کہ حمید اچھل پڑا۔

"موجی بابا۔" اسے اپنے سارے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔ موجی بابا اروں خانے چت پڑا تھا۔ گولی اس کی داہنی کنپٹی پر لگی تھی۔ اس کے قریب ہی دو افراد اور تھے وہ بھی اُسی کے قبیل کے لوگ معلوم ہوتے تھے۔ لیکن مسلح تھے۔ اُن کے پاس ہی تین اعلیٰ ...ہ کی رائفلیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ فریدی جھک کر موجی بابا کی لاش کا جائزہ لینے لگا۔ کنپٹی کے سوراخ کو انگلی سے چھو کر دیکھا۔ پھر گردن پر دونوں ہاتھ رکھ کر کچھ ٹٹولنے لگا۔ اس کے بعد ...کھنے والوں کو ایسا ہی لگا تھا جیسے اس نے لاش کے چہرے سے چھلکا سا اتار دیا ہو۔

"نہیں۔" حمید کے ذہن کو ایک بار پھر جھٹکا سا لگا۔ کیونکہ موجی بابا کے فیس ماسک کے ...چے سے کسٹمز انٹیلی جنس کے ڈپٹی ڈائریکٹر مسٹر بھٹی کا چہرہ برآمد ہوا تھا۔

انکشاف

شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ کیونکہ ایک سرکاری افسر قاتل اور منشیات کا اسمگلر ثابت ہوا ...۔ اخبارات عجیب عجیب سرخیاں لگا رہے تھے۔ "قانون کا محافظ قاتل"، "قانون کا قتل"، "دوسری زندگی بسر کرنے والا قانون کا محافظ"، "خانقاہوں کا قاتل" وغیرہ۔

موجی بابا کی خانقاہ سے تعلق رکھنے والے سارے افراد گرفتار کر لئے گئے تھے۔ پھر اچانک

سلطانہ تاجور اپنے ایک اعتراف نامے سمیت سامنے آئی۔ اس کے بیان کے مطابق موجی بابا اُسے بلیک میل کر کے اپنا آلہ کار بنائے ہوا تھا۔ ہانگ کانگ سے کارک کے مخصوص بناوٹ والے سول درآمد کرتا تھا جن پر اُس کے کارخانے میں اپر لگائے جاتے تھے اور پھر اُن جوتوں کو ایکسپورٹ کردیا جاتا تھا۔ دراصل کارک کے اُن سولوں کے اندر ہیروئن بھری ہوئی تھی۔ جب فریدی نے کارخانے کی نگرانی شروع کرائی تو موجی بابا اس کے پاس پہنچا اور باقاعدہ چھاپہ پڑنے سے قبل کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو مار ڈالنے کی کوشش کی۔ اس نے سلطانہ سے کہا تھا کہ نگرانی کے مرحلے ہی میں اگر ان دونوں کو ختم نہ کردیا گیا تو ہم دونوں ڈوب جائیں گے۔ اپنے بیان کے مطابق کسی دباؤ کے تحت وہ خود بھی ملوث تھی۔ لہٰذا اُسے اس سلسلے میں خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ اور وہ من مانی کرتا رہا۔

”تم نے یہ بیان چھاپہ پڑنے کے بعد دیا ہے۔“ فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور سلطانہ تاجور چونک کر اُسے دیکھنے لگی۔

”میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ تمہیں ہر حال میں گرفتار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہیروئن تمہارے گودام سے برآمد ہوئی ہے اس سلسلے میں نہ ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کا نام لیا جاسکتا ہے اور نہ اُس کے بہروپ موجی بابا کا۔“

”اس نے مجھے دونوں حیثیتوں سے دبا رکھا تھا۔ ڈپٹی ڈائریکٹر کی حیثیت سے زبردستی میرا پارٹنر بنا تھا اور موجی بابا کی حیثیت سے ایک معاملے میں بلیک میل کر کے منشیات کی اسمگلنگ کی راہ پر ڈال دیا تھا۔“

”یعنی ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی حیثیت سے اُس نے تمہارے بزنس میں سرمایہ لگایا تھا۔“

”ہاں ایسا ہی ہوا تھا۔“

”پارٹنر شپ ڈیڈ کے کاغذات دکھاؤ۔“

”کمال کرتے ہیں آپ بھی..... حرام کی کمائی کی پارٹنر شپ ڈیڈ کب تحریر کی جاتی ہے۔ بس یونہی زبانی کام ہو رہا تھا۔ افسر تھا اور میں اس کے دباؤ میں تھی۔“

”ہوسکتا ہے عدالت سے بری ہوجاؤ۔ لیکن مجھے تو ضابطے کی کارروائی کرنی ہی پڑے ...“ فریدی نے کہا اور وہ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔ بڑے دل گردے کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ ...نے سوچا۔ ان حالات میں بھی اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نہیں تھے۔ ایسا معلوم ...تھا جیسے یونہی کوئی معمولی سا واقعہ ہوگیا ہو۔ بہرحال فریدی نے اسے محکمے کی حوالات میں ...دیا تھا اور وہ چلتے چلتے کہہ گئی تھی کہ کوئی اس کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔

حمید فریدی کا منہ دیکھ کر رہ گیا تھا۔

”کیوں کیا بات ہے؟“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”کچھ بھی پلے نہیں پڑا۔“ حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ ”موجی بابا کے روپ میں ...ڈائریکٹر بھٹی۔ اور وہ بحیثیت موجی بابا مستقل طور پر اپنی اصل حیثیت کو مشتبہ بناتا رہا تھا۔ ...کیوں اس میں کیا مصلحت تھی۔ پہلے اپنی بھانجی اور افضل خان کا قصہ چھیڑا پھر اُس جزیرے ...کرتب دکھا کر ہمیں یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ کوئی نقلی موجی بابا تھا۔ پھر سائرہ کی ...دہی کی تاکہ وہ ہمیں سچی بات بتا سکے۔ یعنی موجی بابا کو مجرم ثابت کرسکے۔ اس طرح وہ اپنی ...ل حیثیتوں کو مشتبہ بناتا رہا۔ ایک بار اپنی انگشتری فیس ماسک سمیت پھینک گیا۔“

”اور فیس ماسک پر انسپکٹر زیدی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

...ن کا مطلب یہ تھا کہ انسپکٹر زیدی اپنا جرم بھٹی کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن پھر وہ ...ردہ حالت میں ایک سڑک کے کنارے پڑا پایا گیا اور کوئی بیان دیئے بغیر مرگیا۔ ایسی ...ت میں لامحالہ یہی سوچا جاسکتا ہے کہ خود ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی ہی نے یہ حرکت کی تھی اور دیدہ ...تہ فیس ماسک پر اُس کی انگلیوں کے نشانات ڈلوائے تھے۔“

”ظاہر ہے۔“ حمید سر ہلا کر بولا۔

”ایک طرف تو وہ اپنی شخصیت کو شبہے سے بالاتر کرنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا تھا اور ...ری طرف بحیثیت موجی بابا بھٹی کو مشتبہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”بھٹی نقلی موجی بابا بھی ہوسکتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

"تو پھر اصلی کہاں غائب ہوگیا۔"

"یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔"

"یوں سمجھ میں نہیں آئے گا۔ کچھ اور انتظار کرنا پڑے گا۔"

"اس کی واپسی کا.....!" حمید نے پوچھا۔

"واپسی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ صرف ایک موجی بابا تھا جو مر گیا۔ خواہ اصلی رہا ہو خواہ نقلی۔"

"تب تو بات بالکل ہی نہیں بنتی، گویا وہ موجی بابا کی حیثیت سمیت بھی بالکل گھامڑ تھا اور ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی حیثیت سے تو احمق درجہ اول کہلانے کا مستحق تھا۔ یعنی ایک حیثیت میں دوسری کو مشتبہ بنانے کی کوشش کرتا رہا تھا اور آخر میں دونوں ختم۔"

"ذرا پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آنے دو تم اور زیادہ اچھلو کودو گے۔" فریدی نے کہا۔

"کیا مطلب.....؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ مجرم نے اپنی ذہانت کا مظاہرہ کرنے کے سلسلے میں بے حد ٹھوکریں کھائی ہیں اور آخری ٹھوکر تو اُسے لے ہی ڈوبی۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔"

"بچوں کو تصویروں کی مدد سے سمجھایا جاتا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اس لئے ابھی تصویروں کا انتظار کرو۔"

حمید نے جھلاہٹ میں پائپ کا تمباکو پھونک کر رکھ دیا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ پھر فریدی تو باہر چلا گیا تھا اور حمید شام تک آفس ہی میں مختلف لوگوں سے مغز ماری کرتا رہا تھا۔

پانچ بجے کے قریب فریدی کی واپسی ہوئی تھی اور اس نے حمید سے کہا تھا۔ "اب مجھے کچھ معززین سے اپنے رویے کی معافی مانگنی ہے۔ اس کے لئے ہمیں دردانہ شاہد کی کوٹھی تک چلنا پڑے گا۔"

"کیا اس تقریب میں میری شرکت ضروری ہے۔"

"بالکل ضروری ہے۔ کیونکہ تم نے آج تک مجھے کسی سے معافی مانگتے نہ دیکھا ہوگا۔"

"کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہی کہ میں ایک بے حد شریف آدمی ہوں اور اشراف کی عزت کرتا ہوں۔"

"اگر آپ مجھے وہاں لے جانا ہی چاہتے ہیں تو میرے فرشتے بھی اس سے گریز نہ ریں گے۔ چلئے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن میں نے ابھی تک شام کی چائے ہیں پی۔"

"چائے بھی وہیں ہو جائے گی۔ دردانہ اتنی بد اخلاق نہیں ہے کہ چائے کو بھی نہ پوچھے۔"

"نہ جانے کیوں آپ کچھ بہکی بہکی سی باتیں کر رہے ہیں۔"

فریدی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور خاموش ہوگیا۔

قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ دردانہ شاہد کی کوٹھی میں داخل ہوئے۔ فریدی نے گاڑی دوسری اڑیوں کے قریب پارک کی۔ حمید نے گاڑیوں کا شمار کیا۔ سات گاڑیاں تھیں۔ اس کا یہ مطلب ا کہ وہ تمام لوگ پہلے سے موجود ہیں جن سے فریدی کو معذرت کرنی تھی۔ اس سے پہلے حمید ے بھی ایسا کوئی منظر نہیں دیکھا تھا۔ سوچ سوچ کر الجھن ہو رہی تھی۔ بہر حال خود دردانہ شاہد ا کے استقبال کے لئے پورچ تک آئی تھی اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"میں نے جب سے سنا ہے میرے حواس بجا نہیں ہیں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں آپ سے بھی شرمندہ ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"چلئے..... وہ سب بے چینی سے آپ کے منتظر ہیں اور انہیں آپ سے کوئی شکایت نہیں ے۔ آپ نے بہر حال اپنا فرض ادا کیا تھا۔ بھٹی نے الزام لگایا تھا کہ اس کی انگشتری میری گھر غائب ہوئی تھی۔ لہٰذا آپ کو پوچھ گچھ کے لئے لازماً یہیں آنا پڑتا۔"

وہ اندر آئے اور پھر سٹنگ روم میں داخل ہوئے جو اچھا خاصا ہال معلوم ہوتا تھا۔ یہاں راد موجود تھے۔ فریدی ان میں سے ایک کے علاوہ اور سب سے پہلے بھی مل چکا تھا۔ یہ

طاہر ملک تھا جو شائد ان دنوں شہر میں موجود نہیں تھا۔ جب فریدی نے ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی انگشتری کے سلسلے میں پوچھ گچھ کی تھی۔

فریدی نے سبھوں سے مصافحہ کیا اور طاہر ملک سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ سے بھی شرمندہ ہوں۔ ہر چند کہ آپ سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی لیکن بہر حال اُس رات آپ بھی یہاں موجود تھے۔ جب بھٹی کی انگشتری یہاں غائب ہوئی تھی۔''

''کوئی بات نہیں جناب۔ آپ نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ ہم تو دراصل یہاں اس لئے اکٹھا ہوئے ہیں کہ آپ سے بھٹی کی کہانی سن سکیں۔ میں تو کبھی تصور بھی نہ کرسکتا۔ خدا کی پناہ۔''

وہ سب بیٹھ گئے اور فریدی اونچی آواز میں بولا۔ ''سب سے پہلے میں دردانہ بیگم صاحبہ سے اظہار شرمندگی کروں گا کیونکہ محض میری وجہ سے انہیں بھی خوفزدہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ بہر حال جو کچھ بھی سامنے آیا ہے اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔''

''کیا وہ آپ کی گولی سے مرا تھا۔'' دردانہ شاہد نے سوال کیا۔

''یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ میری گولی سے مرا تھا۔ یا میرے کسی ماتحت کی گولی اُسے لگی تھی۔ اندھیرا تھا اور دونوں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی۔ لیکن ایک بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن نہیں ابھی اس کا ذکر بے معنی ہوگا۔'' فریدی نے خاموش ہو کر اچٹتی سی نظر حاضرین پر ڈالی اور مڑ کر حمید سے بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ شروع سے یہ قصہ سنایا جائے۔''

''جی ہاں.....!'' حمید نے سر ہلا کر کہا۔ لیکن وہ عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر اس طرح مجمع لگانے کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔ ان لوگوں کے سلسلے میں جس قسم کی کارروائی وہ پہلے کر چکا تھا اس کی اہمیت معمولی تفتیش سے زیادہ نہیں تھی۔ پھر اس معافی تلافی کی کیا ضرورت پیش آگئی۔ یہ کارروائی غیر معمولی تھی۔

فریدی سگار سلگا کر بولا۔ ''آپ لوگوں کو کسٹمز انٹیلی جنس کے ایک آفیسر افضل خان کی حیرت انگیز موت یاد ہوگی۔ وہ کسی نامعلوم اسمگلر کی تلاش میں تھا اور اس سلسلے میں اس حد تک سیریس تھا کہ اپنے ایک ماتحت انسپکٹر زیدی کو خصوصی ہدایت دی تھی کہ اگر کسی مرحلے پر اُسے

کوئی حادثہ پیش آجائے تو انسپکٹر زیدی براہِ راست مجھ سے رابطہ قائم کرے۔ لہٰذا اس مرحلے پر میں سوچتا ہوں کہ شائد اُسے اپنے آفیسر مسٹر بھٹی ہی پر شبہ تھا۔ اس لئے وہ کھل کر اپنے شبے کا اظہار نہیں کرسکتا تھا اور اس معاملے میں اس حد تک محتاط تھا کہ اپنی موت کے بعد مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی ہدایت دے گیا تھا۔ پھر آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ جیسے ہی اس کی ماں تک اس کی موت کی خبر پہنچی تھی اس کے گھر میں ایک زبردست دھماکہ ہوا تھا اور خصوصیت سے وہی کمرہ تباہ ہوگیا تھا جس میں اُس کے کاغذات رہتے تھے۔ پھر پورے مکان میں آگ لگ گئی تھی اور اُس کی ماں کو بحالت بیہوشی ہسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں اُسی عالم میں اس کی موت بھی واقع ہوگئی۔ یعنی وہ مرنے سے قبل اتنی دیر کیلئے بھی ہوش میں نہ آسکی تھی کہ کوئی بیان دے سکتی۔''

فریدی خاموش ہوگیا۔ سننے والوں کے چہروں پر اضطراب کی لہریں تھیں۔ فریدی نے سگار کا کش لینے کے بعد سلسلہ کلام پھر جاری کیا۔

''ان دو اموات کے بعد سے تو پھر حیرت انگیز واقعات کا طویل سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ مثلاً جب کیپٹن حمید نے جائے واردات کا جائزہ لیا تو وہاں مردہ سانپ کی بجائے ربڑ کا ایک سانپ پڑا ملا۔ بہت مہارت کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ بالکل اصلی کی مانند۔ میں نے اُسے دیکھتے ہی اندازہ لگایا کہ وہ کہاں کا بنا ہوا تھا۔ کھلونے اور پلاسٹک کی دوسری اشیاء بنانے والی کمپنی کے متعلقہ افراد نے اعتراف کیا کہ وہ سانپ خصوصی ہدایات کے تحت آرڈر پر بنوایا گیا تھا اور آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ وہ آرڈر میرے نام سے درج کرایا گیا تھا۔ جی ہاں کرنل فریدی کے نام سے۔ چونکہ ان لوگوں نے صرف میرا نام سنا تھا دیکھا نہیں تھا لہٰذا آرڈر درج کرنے والے کو انہوں نے بہت غور سے دیکھا تھا اور اُس کا حلیہ من و عن مجھے بتا دیا تھا۔ بہر حال کہنے کا مطلب یہ کہ مجرم کو اس کا علم بھی ہوگیا تھا کہ افضل خان نے خود کو کوئی حادثہ پیش آجانے کی صورت میں مجھ سے رابطہ قائم کرنے کو کہہ رکھا ہے۔ لیکن انسپکٹر زیدی یہی کہتا رہا تھا کہ اس کا علم اُس کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ ویسے میں اب یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس کا علم تیسرے فرد کو بھی تھا اور وہ تھا موجی بابا۔ یعنی آپ کہہ سکتے ہیں کہ خود مسٹر بھٹی۔ میرا خیال

ہے کہ آپ لوگوں میں بھی شائد کوئی اس کا معتقد رہا ہو کیونکہ وہ دولت مند طبقے میں خاصی عقیدت سے دیکھا جاتا تھا۔''

''جی ہاں..... میں بھی اُن احمقوں میں سے تھا جو اُسے ولئی کامل سمجھتے تھے۔'' طاہر ملک نے کہا۔ پھر رفتہ رفتہ سبھی بولے تھے اور انہوں نے اس کا عقیدت مند ہونے کا اعتراف کیا تھا۔

''اب آپ لوگ یہ فرمائیے' کبھی محسوس کر سکے تھے کہ اس کے چہرے پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔''

''ہرگز نہیں۔'' طاہر ملک بولا۔ ''وہ اُس کے چہرے کی جلد ہی معلوم ہوتی تھی۔ کبھی اس کے ماسکڈ ہونے کا گمان تک نہیں گزرا۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ فیس ماسک تیار کرنے کا ماہر تھا اور انہیں ماہرانہ انداز میں استعمال بھی کر سکتا تھا۔''

''اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔'' طاہر ملک بولا۔

''لیکن..... اول درجے کا احمق بھی تھا۔ یعنی مجھے غلط راستے پر ڈالنے کے لئے اپنے ہی ایک روپ کو میری نظر میں مشتبہ بناتا رہا تھا۔''

''وہ کس طرح جناب؟'' کسی نے سوال کیا۔

''بحیثیت موجی بابا مجھے مسٹر بھٹی کے خلاف اکساتا رہتا تھا۔ کئی معاملات میں اس نے مسٹر بھٹی کی طرف اشارہ کیا تھا۔''

''یہ تو واقعی بڑی عجیب بات ہے۔'' دردانہ شاہد بولی۔

''دراصل یہیں اُس سے غلطی ہوئی تھی۔ پھر ایک واقعے نے اُسے بوکھلا دیا۔ فی الحال میں اُس کا ذکر نہیں کروں گا۔ ہاں تو پہلے اس نے اصل مجرم بنانے کے لئے کسی اور کو تاکا تھا۔ لیکن اپنی ایک حماقت کی بناء پر اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور وہ حماقت تھی انسپکٹر زیدی کو پکڑ کر اپنا قیدی بنا لینے کی۔ وہ اُس سے کچھ معلوم کر لینے کے لئے اس پر تشدد کرتا تھا۔''

فریدی خاموش ہو کر بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔ پھر سارے چہروں کا جائزہ لے کر بولا۔

''ساتھ ہی اس کے لئے بھی کوشاں تھا کہ اصل مجرم زیدی ہی کو بنائے۔ لہٰذا مسٹر بھٹی کی

ٹری ایک فیس ماسک کے ساتھ ایگل بیچ کے ایک ہٹ میں پھینک گیا۔ دراصل اُس رات اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ میں کیا تعاقب کر رہا تھا۔ خود اُسی نے مجھے اپنی راہ پر لگایا تھا تاکہ ٹری والا ڈرامہ پیش کر سکے۔

بہر حال وہ ایک ہٹ میں داخل ہوا اور اس کے عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔ ہم جب ہٹ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک فیس ماسک پڑا ہوا ملا اور وہ انگشتری بھی اسی کمرے کے گوشے میں پڑی ملی تھی۔ اس فیس ماسک پر صرف انسپکٹر زیدی کی انگلیوں کے نشانات ملے ۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اصل مجرم کیا چاہتا تھا۔ وہ مجھے یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ٹر زیدی ہی اصل مجرم ہے اور بے خیالی میں فیس ماسک پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ گیا اور مسٹر بھٹی کی انگوٹھی ظاہر ہے کہ اسی لئے ڈال گیا ہے کہ میں یہی سمجھوں کہ مسٹر بھٹی ہی م ہیں۔ لیکن پھر زیدی پر بہت زیادہ تشدد کرنے کا خمیازہ اُسے بھگتنا پڑا۔ یعنی زیدی کی ت اتنی خراب ہوگئی کہ اُسے اس کی موت واقع ہو جانے کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا اُس نے اُسے ی حالت میں ایک سڑک کے کنارے ڈلوا دیا۔ لیکن اتفاق سے وہ مرنے سے پہلے افت کر لیا گیا۔ ہر چند کہ وہ کوئی بیان دینے سے قبل ہی ختم ہو گیا تھا لیکن ڈاکٹروں نے معلوم لیا کہ عرصے تک منشیات کے اثرات کے تحت رکھا گیا تھا اور تشدد کی بھی انتہا کر دی گئی تھی۔ ایک ڈراما اور ہوا تھا اس کا ذکر میں کسی وجہ سے نہیں کروں گا۔ اس میں موجی بابا نے یہ تاثر ی کوشش کی تھی کہ کوئی نقلی موجی بابا بھی ہے۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ نقلی موجی بابا لاش تھی یا اصلی موجی بابا کی۔''

''کمال ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔'' طاہر ملک بول پڑا۔

''یہی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ ابھی ابھی میں مسٹر بھٹی کی لاش کے پوسٹ مارٹم کی رٹ دیکھ کر آ رہا ہوں۔ جس کے مطابق وہ گولی لگنے سے پہلے ہوش میں نہیں تھے۔ ان کے ے میں شراب کی اتنی ہی مقدار موجود تھی جس کی بناء پر دو قدم چلنا بھی دشوار ہوتا۔ چہ ہ پولیس پارٹی یا مجھ پر حملہ اور ہوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ رپورٹ سے یہاں تک ظاہر ہوتا

ہے ویرانے میں فائرنگ شروع ہونے سے ایک گھنٹہ قبل اُن کی موت واقع ہوچکی تھی۔''

''بڑی حیرت انگیز بات ہے۔'' دردانہ بولی۔

''دراصل مجرم سے یہاں بھی ویسی ہی غلطی ہوئی ہے جیسی زیدی کے معاملے میں ہوئی تھی۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ مسٹر بھٹی.....!'' دردانہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہوگئی۔

''جی ہاں! میری دانست میں وہ مظلوم تھے۔ ویسے مجرم نے دراصل انہیں پہلے ہی تاک لیا تھا۔ افضل خان کی موت کا ذمہ دار انہی کو بنانا چاہتا تھا۔ لیکن پھر وہ بدحواس ہوگیا اور بدحواسی کی وجہ اس کی پہلی غلطی تھی یعنی میرے نام سے ربڑ کا سانپ بنوانا۔ پتا نہیں آرڈر درج کراتے وقت اس نے ماسک پہن رکھا تھا یا اصلی شکل میں تھا۔ اُس کے مطابق ایک چہرہ آئیڈیل کاسٹ کے آرٹسٹوں نے بنایا اور پھر میرا کھیل شروع ہوگیا۔

فریدی خاموش ہوکر تازہ سگار سلگاتا رہا اور حاضرین بے چینی سے پہلو بدلتے رہے۔

اسی دوران میں حمید کی کھوپڑی کی برف بھی پگھلنے لگی تھی۔ آخر یہاں ان لوگوں کے سامنے یہ کہانی کیوں دہرائی جارہی ہے۔ دوسروں کی طرح وہ بھی اس انکشاف پر متحیر رہ گیا تھا کہ فریدی مسٹر بھٹی کو اصل مجرم نہیں سمجھتا۔

اس کا داہنا ہاتھ کوٹ کے نیچے بغلی ہولسٹر پر پہنچ گیا اور وہ بڑی تیزی سے ایک ایک چہرے کا جائزہ لینے لگا۔ پھر اُس نے فریدی کو ہنستے سنا اور یہ ہنسی کسی بھیڑیے کی غراہٹ سے مشابہ تھی۔

''جب میرا کھیل شروع ہوا تو اس نے سوچے سمجھے بغیر کئی حرکتیں کر ڈالیں ان میں سے ایک یہی تھی کہ ایک نقلی موجی بابا بھی بنا ڈالا۔''

''لیکن جناب۔'' دفعتاً حمید بولا۔ ''ہوسکتا ہے اسے اُس کا موقعہ ہی نہ ملا ہو کہ وہ نقلی موجی بابا والی اسکیم سے کوئی حتمی نتیجہ برآمد کرسکتا۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو کیپٹن۔ یہی ہوا ہے۔ جیسے ہی اُسے علم ہوا کہ میں اس کے منشیات کے ذخیرے تک پہنچ گیا ہوں۔ اُس نے مجھے مار ڈالنے کی ٹھان لی اور شائد اپنی دانست میں بھی

''اور ساتھ ہی موجی بابا کے میک اپ میں ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کی لاش بھی چھوڑ گیا۔''

''پھر بھی یہ کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ کوئی اور موجی بابا تھا جس نے سارا کھڑاگ
...بایا تھا۔'' دردانہ شاہد نے سوال کیا۔

''میرے پاس اس موجی بابا کے نشانات انگشت محفوظ ہیں جو مجھے ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کے
...ن درغلایا کرتا تھا اور وہ نشانات ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کے نشاناہائے انگشت سے بہت
...ف ہیں۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کرنل کہ اصل مجرم کسی چکنی مچھلی کی طرح آپ کے ہاتھوں سے
...ل گیا ہے۔'' طاہر ملک مسکرا کر بولا۔

''یہ حقیقت ہے مسٹر ملک بڑا باصلاحیت آدمی ہے۔ کوئی آٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ
...ا نے ساری دنیا کو اپنی موت کا یقین دلا دیا تھا اور موجی بابا کی شکل میں زندہ تھا۔ اب کوئی
...ل اختیار کرلے گا۔ فیس ماسک کا ایسا ہی زبردست ماہر ہے۔''

''اب یہ ایک نئی حیرت انگیز بات کہہ دی آپ نے۔'' دردانہ شاہد بول پڑی۔

''جی ہاں..... آٹھ سال پہلے اس کے کارخانے کا ایک حصہ دھماکے سے منہدم ہوگیا تھا
...لبے کے ڈھیر سے ایک کچلی ہوئی ناقابل شناخت لاش برآمد ہوئی تھی جسے اس کی لاش تسلیم
...یا گیا تھا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور سارے متعلقہ افراد زندہ اور سلامت تھے۔ لیکن حقیقتاً وہ
...ا اور کی لاش تھی۔ وہ خود روپوش ہوگیا تھا۔''

''آخر اس وقت کیوں روپوش ہوا تھا۔'' دردانہ ہی نے سوال کیا۔

''یہ تو اس کیس کے دوران میں ثابت ہوا ہے کہ اُس کی موت آٹھ سال پہلے نہیں واقع
...ا تھی وہ زندہ تھا اور روپوش ہوگیا تھا اور اُس روپوشی کی وجہ بھی اسی دوران میں سامنے آئی
...وہ اس وقت بھی چمڑے کی تجارت کی آڑ میں منشیات کی اسمگلنگ کرتا تھا اور اس کا تعلق
...زمانہ گروہ مافیا سے تھا۔ اسی دوران میں اُس نے اُس گروہ کی ایک بہت بڑی رقم خورد
...ردی تھی۔ مافیا میں ایسی کسی حرکت کی سزا ہمیشہ موت ہی ہوتی ہے لہٰذا مافیا کے کچھ ایجنٹ

باہر سے آئے تھے اور اسے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ یہ وجہ تھی موت کا ڈرامہ کر کے روپوش ہوجانے کی۔ اس کی بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ زندہ ہے۔ بہرحال روپوش ہوجانے کے بعد اس نے اپنے گندے کاروبار کو مزید وسعت دی اور اُس کی بیوی اُس کی ممد و معاون بنی رہی۔ لیکن آج صبح اُسے بھی حوالات کا منہ دیکھنا پڑا۔"

"آپ سلطانہ تاجور کی بات کر رہے ہیں۔" دردانہ چونک پڑی۔

"جی ہاں.....اور یہ قصہ ہے اُس کے شوہر تاجور خان کا۔"

"خدا کی پناہ.....؟"

"آپ کو غالباً وہ سانپ یاد ہی ہوگا جو مجرم یہیں میرے لئے چھوڑ گیا تھا۔"

"جی ہاں..... یاد ہے۔"

"آپ کے توسط سے اُس کا وہ قاتلانہ حملہ مجھ پر ہوا تھا۔ آپ کو اس نے فون کالز کے ذریعے اس لئے دہشت زدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اطلاع دیں اور میں آپ کی حفاظت کے لئے پہنچوں۔ دراصل جیسے ہی اُسے شبہ ہوا تھا کہ مجھے افضل خان کے قاتل کے روپ میں تاجور خان کی تلاش ہے اس نے مجھے مار ڈالنے کی کوشش شروع کر دی تھی اور میرا خیال ہے کہ وہ اب بھی میری تاک میں ہوگا۔ کیا خیال ہے مسٹر طاہر ملک.....!"

"میں کیا عرض کروں۔ مجھے تو ابھی دیر تک یہی محسوس ہوتا رہا ہے جیسے آپ کوئی جاسوسی فلم دکھاتے رہے ہوں۔"

"مسٹر طاہر ملک مجھے آپ کی کوٹھی میں بھی اصلی موجی بابا کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔" فریدی نے کہا اور حمید کا ہاتھ بغلی ہولسٹر پر پہنچ گیا۔

"ضرور ملے ہوں گے۔" طاہر ملک مسکرا کر بولا۔ "وہ میری کوٹھی میں آتا ہی رہتا تھا۔"

"اتنی بے تکلفی تھی کہ وہ آپ کے بستر پر بھی آتا تھا۔"

"آپ حد سے بڑھ رہے ہیں کرنل۔" یک بیک طاہر ملک بپھر گیا۔ "میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ میرے بستر تک کیسے پہنچے۔"

"ہمیں کبھی کبھی بے ضابطہ خانہ تلاشیاں بھی لینی پڑتی ہیں۔"

"یعنی آپ میری لاعلمی میں میری کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔"

"جی ہاں، جب ڈائریکٹر بھٹی کی انگشتری کے سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہا تھا تو صرف [illegible] سے ملاقات نہیں ہوسکی تھی۔ اس لئے میں نے کہا کہ اندر سے کم از کم آپ کی کوٹھی ہی [illegible]ہوں۔"

"آپ اپنی ایک غیر قانونی حرکت کا اعتراف اتنے افراد کے سامنے کر رہے ہیں۔ میں [illegible] کے خلاف قانونی کارروائی کروں گا۔"

"اگر اسی اثنا میں آپ خود ہی ایک بڑے مجرم نہ ثابت ہوگئے تو ضرور کر سکیں گے۔" [illegible]ی نے کہا اور حمید کا ریوالور ہولسٹر سے باہر آ گیا۔ جس کا رخ طاہر ملک کی طرف تھا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ کس حماقت میں پھنس گیا۔" طاہر ملک اٹھتا ہوا بولا۔

"جی نہیں تشریف رکھئے۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیونکہ خود آپ کی انگلیوں [illegible]نشانات اس سے مختلف نہیں ہیں۔ اسلئے انہیں آپ کی مسہری کے تکئے پر ملنا ہی چاہئے۔"

طاہر ملک نے نفرت سے اُس ریوالور کی طرف دیکھا جو اُس کی جانب اٹھا ہوا تھا۔

"بیٹھ جاؤ تاجور خان۔" فریدی نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ "میں تم سے ذاتی انتقام نہیں [illegible]گا۔"

"کیا میں تم سے ڈرتا ہوں۔" تاجور خان آنکھیں نکال کر بولا۔ پھر دوبارہ بیٹھ جانے [illegible]بعد کہا۔ "میری زندگی میں کوئی مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

"کیا تم مجھے افضل خان کے باپ کی کہانی نہیں سناؤ گے۔" فریدی نے کہا۔

اور وہ چونک کر اُسے گھورنے لگا پھر بولا۔ "میری آٹھ سال پہلے والی پریشانیوں کا باعث [illegible]تھا۔ میرے لئے آزاد علاقے میں کام کرتا تھا۔ اسی نے وہ ساری رقم غائب کی تھی جس کا [illegible] مجھے بھگتنا پڑا تھا۔ تو پھر میں کیا کرتا۔ مافیا والے کچھ نہیں سنتے۔ انہوں نے مجھے مار ڈالنے [illegible] کرلیا تھا۔ سو مار ڈالتے۔ لہٰذا میں نے افضل خان کے باپ ہی کا صفایا کر دیا اور اس کی

لاش کو اپنی لاش باور کرا کے روپوش ہو گیا اور کرنل فریدی سن لو۔ صرف افضل خان اچھا آدمی تھا۔ ان تمام لوگوں میں جو میرے ہاتھوں مارے گئے۔ لیکن میں افضل خان کو کیسے زندہ چھوڑتا۔ کیونکہ اُسے میری تلاش تھی۔ اُسے اس پر کبھی یقین نہیں آیا تھا کہ میں مر گیا ہوں۔ اپنے باپ کی گمشدگی کا ذمہ دار وہ مجھے سمجھتا تھا اور میں نے بحیثیت موجی بابا اس سے سب کچھ معلوم کر لیا تھا اور پھر وہ میرے اس مال کی بھی تاک میں رہتا تھا جو آزاد علاقے سے آتا تھا۔ رہے زیدی اور بھٹی تو دونوں اول درجے کے بدمعاش تھے۔ یعنی قانون کے محافظ بھی تھے اور قانون شکن بھی۔ بھٹی سلطانہ کے بزنس سے واقف تھا اور اُسے بلیک میل کر کے بزنس میں حصہ دار بن بیٹھا۔ پھر میں اُسے کیوں چھوڑ دیتا۔ زیدی اس کا دست راست تھا۔ لیکن بیچارہ افضل خان اُسے اپنا آدمی اور ایماندار سمجھتا تھا۔''

''دراصل افضل خان کے باپ کے بارے میں زیدی ہی میری معلومات کا باعث بنا تھا۔'' فریدی نے کہا۔

''اوہ.....تو وہ مردود اس کی کہانی سے واقف تھا۔'' تاجور خان غرایا۔

''مجھے اس کا علم نہیں۔'' فریدی بولا۔ ''وہ تو بحالت بیہوشی ایک بار اس کی زبان سے نکل گیا تھا کہ مجھ پر رحم کرو۔ میں افضل خان کے باپ کو کیا جانوں۔ بس پھر مجھے افضل خان کے باپ کی فکر ہوئی تھی اور میں اس علاقے کی طرف نکل گیا جہاں کے وہ لوگ باشندے تھے۔ تھوڑی ہی سی چھان بین کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ تمہارے کارخانے سے جو لاش برآمد ہوئی تھی وہ تمہاری نہیں تھی بلکہ افضل خان کے باپ ہی کی تھی۔ اس سلسلے میں تم سے دو غلطیاں ہوئی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ تم اس وقت اپنی اصلی شکل میں تھے جب ربڑ کے سانپ کے لئے آرڈر بک کرایا تھا اور دوسری غلطی تھی کسی نقلی موجی بابا کا وجود ثابت کرنا۔''

''ڈپٹی ڈائریکٹر بھٹی کو ہر حال میں مرنا تھا کرنل۔ میری اسکیم یہی تھی کہ اُسے افضل خان کا قاتل ثابت کرنے کے لئے گولی مار کر ایسے حالات پیدا کروں کہ اس کا پولیس کے ہاتھوں مارا جانا اسٹیبلش ہو جائے۔ اگر تم نے پہلے ہی موجی بابا کے یعنی میرے فنگر پرنٹس حاص

لئے ہوتے تو اس وقت میری یہ پوزیشن نہ ہوتی۔''

''میں تم سے متفق نہیں ہوں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''تم اس وقت اس پوزیشن میں محض لئے ہو کہ میں اندھیرے میں آواز پر بھی صحیح نشانہ لگا سکتا ہوں۔ اگر پچھلی رات تمہارا شکاری ھ آلیتا تو مسٹر بھٹی کے ساتھ ہی وہاں میری لاش بھی ملتی اور یہ حقیقت پردہ راز ہی میں رہ کہ موجی بابا اور طاہر ملک ایک ہی آدمی ہے اور اب میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ شرافت ھکڑیاں پہن لو۔''

''بہت خوب۔'' وہ طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''میں ان ڈاکوؤں کی جیل میں رہوں گا سے کہتے ہیں کہ چوری کر اور شاہ سے کہتے ہیں جاگتے رہنا۔ نہیں کرنل فریدی ہو سکتا ہے طور پر بہت اچھے آدمی ہو لیکن جس مشینری کا پرزہ ہو وہ آدمیوں کے لہو سے چلتی ہے۔ لوگ گرفتار نہیں ہوا کرتے۔ اگر کسی نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو یہاں کئی ریں گے اور ہو سکتا ہے کہ عمارت کا کچھ حصہ بھی منہدم ہو جائے۔ اپنے آدمی سے کہو کہ ہولسٹر میں رکھ لے۔''

''اور تم یونہی نکلے چلے جاؤ۔''

''اگر دوسروں کی زندگیاں بچانا چاہتے ہو تو یہی کرو۔ میں ہر وقت اپنے پاس ایسی رکھنے کا عادی ہوں کہ دوسروں کے قابو میں آنے سے پہلے ہی انہیں بھی فنا کر دوں اور فنا ہو جاؤں۔''

''مجھے یقین ہے کہ یہ محض دھمکی نہیں ہے۔'' فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔ ''اور میں حضرات سے گذارش کروں گا کہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کیجئے۔ واقعی میں یہ ہرگز نہیں گا کہ ایک فرد کے لئے کئی زندگیوں کا ضیاع ہو۔''

ہال کی فضا پر گہرا سناٹا طاری ہو گیا اور تاجور خان اٹھ ہی رہا تھا کہ فریدی جلدی سے صرف ایک نکتے کی وضاحت اور چاہوں گا۔''

وہ رک گیا اور فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو دوبارہ سلگانے کے لئے لائٹر جلایا ہی تھا کہ

تاجور خان نے سسکاری لی اور اس کا ہاتھ تیزی سے داہنے گال کی طرف آیا لیکن ساتھ ہی وہ بھی کرسی سے پھسل کر فرش پر چلا آیا۔

"حمید دیکھنا۔" کہتا ہوا فریدی خود بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑی تیزی سے بے ہوش تاجور خان کی جامہ تلاشی لینے لگا اور پھر اس کی بیلٹ سے لگے ہوئے اس چھوٹے سے گرینیڈ کو الگ کرلیا جس کے برتے پر تاجور خان نے اُسے دھمکی دی تھی۔

"بریف کیس سے ہتھکڑیاں نکالو۔" اس نے حمید سے کہا۔

پھر بحالت بے ہوشی ہی اُس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر ہتھکڑیاں لگا دیں اور اسے فرش ہی پر اوندھا پڑا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

لوگوں کی حالت عجیب ہو رہی تھی اور دردانہ شاہد تو اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے میلوں لمبی دوڑ لگائی ہو۔

فریدی انہیں گرنیڈ دکھاتا ہوا بولا۔ "وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ اس کا سیفٹی پن نکلتے ہی نہ صرف اُس کے چیتھڑے اڑ جاتے بلکہ آس پاس کے لوگ بھی محفوظ نہ رہتے۔"

"لل.....لیکن اسے اچانک کیا ہو گیا۔" دردانہ ہانپتی ہوئی بولی۔

"میں بھی کچھ نہ کچھ رکھتا ہی ہوں اپنے پاس ایسے لوگوں کیلئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیا جادو تھا.....؟"

"نہیں۔ یہ سگار لائٹر۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "ضرورت کے وقت اس میں سے چھوٹی چھوٹی سوئیاں بھی نکل پڑتی ہیں جن کے جسم میں داخل ہوتے ہی اعصاب وقتی طور پر مفلوج ہو جاتے ہیں اور مقابل تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہو جاتا ہے۔"

"اب میں فخر کے ساتھ کہہ سکوں گی کہ آپ کی ایک حیرت انگیز کہانی کا ایک رول میں نے بھی ادا کیا ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ رہا ہو۔"

حمید بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

تاجور خان اب بھی فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا اور دوسرے افراد کی حالت آہستہ آہستہ

ہوتی جا رہی تھی۔

"اب چلنا چاہئے۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا میں اس کے لئے کسی کو طلب کروں۔" حمید نے تاجور خان کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا ضرورت ہے۔ پچھلی سیٹ پر ڈال کر لے چلیں گے۔" فریدی لاپرواہی سے بولا۔

وہاں موجود دوسرے افراد بھی اب کسی قدر بے چین سے نظر آنے لگے تھے۔ فریدی نے ان کی طرف مڑ کر کہا۔ "مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ حضرات کو اس دوران میں ذہنی کرب سے گزرنا پڑا۔ اب میں آپ کا مزید وقت برباد نہیں کروں گا۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو اب جا سکتے ہیں۔ پھر ایک ایک کر کے سب چلے گئے۔ دردانہ شاہد خاموش کھڑی تھی۔ شائد اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔

"سب سے زیادہ شرمندگی مجھے آپ سے ہے۔" فریدی نے اس سے کہا۔

"ارے نہیں۔" وہ زبردستی ہنس پڑی۔ "مجھ سے کیوں؟"

پھر کچھ اور بھی کہنا ہی چاہتی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ خاموش ہو کر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر اسی جانب بڑھتی چلی گئی۔ شائد نوکروں کو ہال میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تھا۔

اور پھر انہوں نے قاسم کی آواز سنی۔ "قیا بات ہے.....قیا ہوا.....؟"

دردانہ نے مڑ کر فریدی کی طرف دیکھا اور اُس نے سر کو جنبش دے کر اشارہ کیا کہ اُسے اندر آنے دیا جائے۔

قاسم ہال میں داخل ہوا اور ان پر نظر پڑتے ہی وہیں رک گیا۔ پھر فرش پر پڑے ہوئے آدمی کو دیکھا۔ طاہر ملک کا چہرہ دوسری طرف تھا۔ اس لئے وہ اُسے پہچان نہ سکا۔ البتہ بوکھلا کر دردانہ کی طرف مڑ گیا۔

"یہ وہی ہے قاسم صاحب جس نے اُس رات یہاں فائرنگ کی تھی۔" دردانہ نے کہا۔

''قق.....قون.....!''

''خود دیکھ لیجئے جا کر.....!''

''جی ہاں.....تشریف لایئے۔'' حمید نے دانتوں پر دانت جما کر کہا۔

قاسم اس کے بولنے پر نہ جانے کیوں جھنجھلا گیا لیکن خاموش ہی رہا۔

''آپ دیکھئے تو جا کر'' دردانہ نے کہا۔ ''متحیر رہ جائیں گے۔''

''آپ قہتی ہیں تو دیخ لوں غا۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا تاجور خان کے قریب پہنچا۔

''نہیں۔'' اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا اور پھر وہ ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل دیکھنے لگا۔ گویا اس پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اچانک اس نے حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''اے تم قو شرم آنی چاہئے۔''

''کس بات پر.....؟'' حمید نے چڑھانے کے سے انداز میں پوچھا۔

''اسی بات پر۔'' وہ تاجور خان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اتنے میاں آدمی کو گرفتار قیا ہے۔ ملک صاحب فرشتے ہیں۔''

''لیکن قاسم صاحب یہ شخص اپنے جرائم کا اعتراف کر لینے کے بعد اس حال کو پہنچا ہے۔'' دردانہ بولی۔

''مذاخ کر رہے ہوں گے۔'' قاسم نے کہا۔ ''ابھی پچھلے ہی سال قی بات ہے ہم دونوں نے شبرات کو ایک ہی مسجد میں شب بیداری قی تھی اور ملک صاحب رات بھر رو رو کر عبادت قرتے رہے تھے۔''

''پچھلے سال بھر کے گناہ اسی طرح معاف کرالیتا رہا ہوگا۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''اور صبح کو پھر سے اسٹارٹ۔''

''میں قہتا ہوں کھاموش رہو..... بے دین۔'' قاسم بہت زور سے دہاڑا۔

''اچھا ٹھہرو.....!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میں تمہیں دکھاتا ہوں پھر شائد تم اس فرشتے

پہچان بھی نہ سکو۔''

وہ بے ہوش طاہر ملک کے قریب پہنچ کر جھکا اور اُس کے سر کے گھنے بالوں کے درمیان ٹٹولنے لگا۔ پھر دوسرا ہاتھ گدی پر رکھ کر زور لگایا تو فیس ماسک اتر گیا۔

''مم..... میں.....نہیں جانتا۔'' قاسم کئی قدم پیچھے ہٹ کر ہکلایا۔ اس کی آنکھیں حیرت پھیلی ہوئی تھیں۔

''اب کیا خیال ہے اس کی دین داری کے بارے میں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''مم.....قق.....!''

''دین داری محض عبادت نہیں ہے۔ اصل دین داری عبادت کے بعد شروع ہوتی ہے۔ عبادت آدمی کو آدمی نہیں بنا سکتی تو میں اس عبادت کے سلسلے میں اپنی رائے محفوظ رکھنے پر رہوں۔''

''بے شک..... بے شک.....!'' دردانہ سر ہلا کر بولی اور ٹھیک اسی وقت تاجور خان کے ا سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں اور ہاتھ پشت پر بندھے ہونے کے باوجود بھی اس طرح ھا ہو گیا جیسے پشت پر ہاتھ ہی نہ ہوں۔ پھر اس کا جسم جھٹکوں پر جھٹکے لینے لگا۔ ساتھ ہی نے کے بائیں گوشے سے خون کی ایک لکیر پھوٹی اور گال پر بہتی چلی گئی۔

''خدا کی پناہ۔'' حمید بوکھلا کر بولا۔ ''شائد اس کے پاس کوئی سریع الاثر زہر بھی تھا۔ کیا ایمبولینس گاڑی کے لئے فون کروں۔''

''وقت ضائع ہوگا۔ اپنی ہی گاڑی لے چلو۔'' فریدی بولا اور حمید تاجور خان کو کروٹ دلا اس کی ہتھکڑیاں کھولنے لگا۔

''اسے اٹھانے میں حمید کی مدد کرو۔'' فریدی نے قاسم سے کہا۔

''میں نوکروں کو بلاؤں۔'' دردانہ نے پوچھا۔

''نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں ہی سنبھال لیں گے۔''

''اقیلے ہی سنبھال لوں غا۔'' قاسم بولا اور پھر حمید سے کہا۔ ''میں جھک نہیں سکتا۔ تم اسے

اٹھا کر میرے ہاتھوں پر رکھ دو۔"

"گلاب کا پھول ہے کہ اٹھا کر تمہارے ہاتھوں پر رکھ دوں گا۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ٹھہرو۔ میں اٹھاتا ہوں۔" کہہ کر فریدی اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ حمید اچھل کر اس سے آ ٹکرایا۔

"ارے باپ رے۔" قاسم کراہ کر رہ گیا۔ کیونکہ تاجور خان اس کے پیٹ پر ٹکر مارتا ہوا دور جا کھڑا ہوا تھا۔

حمید کا ریوالور اس کے ہاتھ میں نظر آیا جس کا رخ انہی کی طرف تھا۔

"خبر دار.....!" وہ زور سے گرجا۔ "اگر کسی نے میرے پیچھے آنے کی کوشش کی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

فریدی نے طویل سانس لی اور حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی سرِ بازار چپت رسید کر کے رفو چکر ہو گیا ہو۔

تاجور خان نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اتنی صفائی سے اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا کہ اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوئی تھی۔

کتنی زبردست مکاری سے کام لیا تھا اُس نے کہ فریدی جیسا شخص بھی چکر میں آ گیا تھا۔ تاجور خاں اُن کی جانب رخ کئے ہوئے الٹے پاؤں نکاسی کے دروازے کی جانب کھسکتا رہا۔ حمید کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ وہ دروازے کے قریب پہنچ کر ان پر ضرور فائر کرے گا۔ خود ان تینوں کے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور دردانہ باز کے پنجے میں پھنسے ہوئے کسی کبوتر کی طرح ہانپ رہی تھی۔ حمید کی نظر ریوالور پر تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے سچ مچ فائر کر دیا اور اس نے فریدی کو گرتے دیکھا۔ پھر مزید دو فائر ہوئے اور دردانہ چیخنے لگی۔ حمید نے جھپٹ کر ایک صوفے کی آڑ لے لی تھی۔ جہاں سے وہ صرف قاسم کو اچھلتے کودتے دیکھ سکتا تھا۔

اچانک شور سنائی دیا۔ شائد فائروں کی آواز پر دردانہ کے ملازمین ہال کی طرف دوڑ پڑے تھے۔

اس نے فریدی کی آواز سنی جو اسے ہی پکار کر شائد تاجور کے لئے کہہ رہا تھا۔ "چلو اٹھو.....لیکن میں اس کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا۔ یہاں سے زندہ ہی لے جاؤں گا۔"

اُس کے داہنے ہاتھ اور بائیں ران سے خون ابل ابل کر قالین میں جذب ہو رہا تھا۔ شائد آخر کے دو فائر اُسے زخمی کر گئے تھے۔ پہلا فائر تو خود اس نے فریدی پر کیا تھا اور حمید نے فریدی کو گرتے بھی دیکھا تھا لیکن اسے اُس کا جسم بے داغ نظر آیا۔

دردانہ جو اس کے قریب کھڑی ہانپ رہی تھی بدقت بولی۔ "آپ نے.....آپ نے پھر کمال کر دیا۔"

حمید کی تمام تر توجہ زخمی تاجور پر تھی۔ وہ کچھ دور کھسکتا اور پھر سر ڈال دیتا۔ آخر حمید نے آگے بڑھ کر ریوالور اٹھایا اور ہولسٹر میں رکھتا ہوا قاسم سے بولا۔ "محض تمہاری حماقت کی بناء پر میرے ریوالور پر ہاتھ ڈال سکا تھا۔"

"اے جاؤ۔" قاسم نتھنے پھلا کر بولا۔ "خود تو سوتے رہتے ہو۔ میں نے کیا قیا تھا۔"

"تمہاری احمقانہ گفتگو میں الجھ گیا تھا۔"

قاسم بُرا سا منہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

دردانہ کے ملازم دم بخود کھڑے تھے اور فریدی تاجور کی طرف سے توجہ ہٹا کر دردانہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی خاص بات ہی نہ ہوئی ہو۔

دفعتاً تاجور نے سر اٹھا کر بڑی لجاجت سے کہا۔ "مجھے مار ڈالو۔ خدا کے لئے مجھے مار ڈالو۔"

اس کا مخاطب حمید تھا۔ حمید نے فریدی کی طرف دیکھا۔

"اب تم ایمبولینس کار کے لئے فون کر سکتے ہو۔" فریدی بولا۔

دردانہ نے ایک ملازم کو اشارہ کیا کہ وہ حمید کو فون والے کمرے میں لے جائے۔

تاجور خان اس بار سر اٹھا کر زور سے چیخا۔ "مجھے مار ڈالو"

"نہیں! تم عدالتی جوابدہی کے لئے زندہ رہو گے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"کرنل فریدی میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ اپنے بیٹے کا سامنا نہیں کرسکوں گا جو اب تک خود کو یتیم سمجھتا رہا ہے۔ خدا کے لئے مجھے مار ڈالو۔ تم بہ آسانی کہہ سکو گے کہ حفاظت خود اختیاری کے تحت تم نے مجھے مار ڈالا۔ آخر میں نے تم پر فائر تو کیا تھا۔"

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔ مار ڈالنے کے لئے کبھی فائر نہیں کرتا۔ صرف زخمی کر کے بے بس کر دیتا ہوں۔"

"خ.....خدا کے لئے۔" وہ اس بار جملہ پورا نہ کرسکا کیونکہ اس پر اچانک بیہوشی طاری ہوگئی تھی۔

"شش شائد میں عرصہ تک نہ سو سکوں۔" دردانہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "خدا کی پناہ۔ یہ سب کچھ میری چھت کے نیچے ہوگیا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ اپنے کسی بیٹے کا ذکر کر رہا تھا۔"

"ہاں..... اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ جو حقیقتاً اب تک خود کو یتیم سمجھتا رہا ہے۔ سلطانہ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ تاجور زندہ ہے۔"

"کتنی بڑی ٹریجڈی ہے۔"

"غلط راستوں پر پڑ کر آدمی ایسی ہی تباہیوں کو دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے زعم میں یہی سوچتا رہ جاتا ہے کہ اُس کا بال تک بیکا نہیں ہوگا اور قدرت اُسے اس کے انجام تک پہنچا دیتی ہے اور اس کے لواحقین کی گردنیں جھک جاتی ہیں۔ کیا اب اس کا بیٹا یہ نہیں سوچے گا کہ وہ پیدا ہوتے ہی کیوں نہیں مر گیا تھا۔"

اتنے میں حمید واپس آ گیا۔ دردانہ کہہ رہی تھی۔ "جب اُس نے فائر کیا تھا اور آپ گرے تھے تو میرا دم گھٹ کر رہ گیا تھا۔ لیکن خدا کی پناہ۔ آپ نے کس پھرتی سے ریوالور نکال کر اُسے دوسرے فائر کا موقع دیئے بغیر پے درپے دو فائر کر دیئے تھے۔ اور وہ بھی اس التزام کے ساتھ کہ وہ صرف زخمی اور غیر مسلح ہو جائے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے قاسم کی طرف دیکھا جو خاموش کھڑا طرح طرح کے منہ بنائے جا رہا تھا۔

فریدی نے تاجور کی طرف اشارہ کر کے حمید سے کہا۔ "اُسے دیکھو کہیں زیادہ خون ضائع نہ ہو جائے۔"

پھر اُس نے دردانہ سے فرسٹ ایڈ بکس منگوانے کو کہا تھا جس کے لئے وہ خود دوڑی گئی۔

"اب قیا ہوغا۔" قاسم نے بے حد خشک لہجے میں فریدی سے پوچھا۔

"کس کا کیا ہوگا۔"

"اُسی قا۔ اگر وہ مر گیا۔ آپ نے میرے سامنے اُس پر گولی چلائی تھی۔"

"تمہارے سامنے میں نہ جانے کتنوں پر گولی چلا چکا ہوں۔"

"اس قی بات دوسری ہے۔"

"یعنی تم میرے خلاف شہادت دو گے۔"

"نن نہیں یعنی کہ..... یعنی کہ.....!"

"اگر وہ مر گیا تو اس کی آخری خواہش پوری ہو جائے گی۔"

قاسم کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دردانہ واپس آ گئی۔ اس نے فرسٹ ایڈ بکس حمید کے حوالے کیا اور خود فریدی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ قاسم نے پھر کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا۔ پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"کرنل صاحب! آخر اُس نے وہ کرتب کس طرح دکھایا ہوگا۔" دردانہ نے سوال کیا۔

"کون سا کرتب.....؟"

"وہی جسم کے جھٹکے اور منہ سے جو خون جاری ہوا تھا۔"

"اُوہ..... میں بھی دھوکا کھا گیا تھا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن بہت معمولی سی بات تھا۔ اگر آپ اپنی زبان کو دانتوں سے زخمی کرلیں تو کیا ہوگا اور جسم کو جھٹکے دینا بھی کوئی ایسا فعل نہیں ہے۔"

''واقعی..... بالکل معمولی باتیں ہیں۔لیکن میں بھی یہی سمجھی تھی کہ شائد اس نے ہماری لاعلمی میں کوئی زہر ہی استعمال کیا تھا۔''

''بے حد ذہین آدمی ہے محترمہ۔محض اپنے بیٹے کی وجہ سے کسی قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا۔اسی لئے پے در پے غلطیاں کرتا چلا گیا۔''

''بیٹے کی کیا بات تھی۔''

''اس کا ایک ہی بیٹا ہے اور بڑی حد تک اس کا ہم شکل بھی ہے۔ مجھے اس کی طرف متوجہ دیکھ کر ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گیا اور متواتر کئی غلطیاں کر ڈالیں۔ ورنہ یقین کیجئے کہ اس پر ہاتھ ڈالنا بے حد مشکل ہوتا۔''

''آپ ہر کیس کے بعد یہی کہتے ہیں۔'' قاسم نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''اور بالکل درست کہتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔''ہر مجرم اپنا پلان اسی توقع پر بناتا ہے کہ وہ کسی طرح قانون کی گرفت میں نہیں آسکے گا۔لیکن ہم اپنی تدبیروں سے اس کو غلطیاں کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔اور وہ بالآخر اسی بناء پر پکڑا جاتا ہے۔''

''ٹھینگے سے۔'' قاسم زیرِلب بڑبڑایا۔

''کیا.....؟''

''قق..... قچھ نہیں۔'' قاسم چونک کر بولا۔ پھر خواہ مخواہ دانت نکال دیئے۔

ختم شد